دائی حلیمہؓ

اور اُن کی سرسبز و شاداب بستی



محمد رحیم دہلوی

مطلب توفیق فاروقی مرحوم کی صاحبزادی

نغمہ فاروقی کی پیشکش

دائی حلیمہ

از محمد رحیم چمن دہلوی

قیمت تیس روپے -/30

پبلشر: نغمہ بک سپلائی کمپنی

423 مٹیا محل جامع مسجد دہلی

مطبوعہ: ایس۔ کے۔ آفسیٹ پرنٹرس دہلی

منسوب نامہ

بنام

(۱) والد محترم جناب توفیق فاروقی مرحوم کے نام جنہوں نے اُردو ادب کی خدمت کے لئے اپنی زندگی قربان کردی

(۲) خاتون مشرق و گلابی کرن کے ان لاکھوں پرستاروں کے نام جو اُردو ادب سے بے پناہ محبّت رکھتے ہیں

(۳) ان ہزاروں ایجنٹ حضرات کے نام جو خاتون مشرق، گلابی کرن اور رُوپ کی شوبھا (ہندی)، کی اشاعت بڑھانے میں کوشاں ہیں۔

(۴) ان تمام بہی خواہوں کے نام جو توفیق فاروقی صاحب سے محبّت اور عقیدت رکھتے تھے۔ اور اب ان کے خاندان کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔

نغمہ فاروقی

پرنٹر پبلشر نغمہ فاروقی نے ایس۔ کے آفسیٹ پرنٹرس دہلی سے شائع کیا

لطف بیان

سادگی و پُرکاری کمال صناعی ہے۔ اس میں ادب بھی شامل ہے سادہ زبان لکھنا آسان نہیں۔ سادہ زبان لکھنے کے یہ معنی نہیں کہ آسان لفظ جمع کر دیئے جائیں۔ ایسی تحریر سپاٹ اور بے مزہ ہوگی۔ سلاست کے ساتھ لطف بیان اور اثر بھی ہونا چاہیئے۔ یہ صرف باکمال ادیب کا کام ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے کہ زبان پر پوری قدرت ہو۔ اور اس کے ساتھ موضوع تحریر پر بھی کافی وسیع اور گہری نظر ہو۔ تحریر یا تقریر کا مقصد ہوتا ہے۔ کہ اسے لوگ سمجھیں، اس کے اثر کو قبول کریں اور لطف اٹھائیں۔

بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق رح

یادِ یارِ مہرباں

از جناب نصراللہ خاں صاحب

محمد رحیم دہلوی جانے پہچانے ادیب ہیں اور وہ تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ پاکستان کے قیام سے پہلے ہی ان کے علمی وادبی مضامین برصغیر کے نامی گرامی رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ تقسیم سے پہلے ہی ان کے قدر دانوں اور عقیدت مندوں کا وسیع حلقہ تھا اور جب پاکستان بنا تو وہ دلی سے پاکستان اٹھ آئے۔ اس وقت وہ نوعمر تھے، لیکن پندرہ بیس کتابوں کے مصنف ہو چکے تھے۔ رحیم صاحب نے بچوں کے لیئے بھی لکھا اور بڑوں کے لیئے بھی۔ ان کی زبان بڑی البیلی ہے اور دل کو اپنی طرف کھینچنے والی ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے، ہلکے پھلکے موزوں و مناسب الفاظ۔ اندازِ بیان سادہ، آسان اور سریع الفہم، نہ ان کی تحریر میں کوئی تصنع ہے نہ ان کی شخصیت میں ہے۔

جب قیام پاکستان کے بعد وہ کراچی آئے تو ان سے ایک دوست کے توسل سے میری ملاقات ہوئی اور پھر کچھ دنوں کے بعد یوں محسوس ہوا، جیسے یہ برسوں کی ملاقات ہے۔ میں ریڈیو پاکستان میں ملازم تھا۔ جب کوئی محنت طلب مضمون لکھوانا ہوتا۔ تو میں رحیم صاحب کو پکڑتا اور پھر کچھ دنوں کے بعد ریڈیو پاکستان میں رحیم صاحب کے

چاہنے والوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا اور یوں لگتا تھا کہ جیسے رحیم صاحب ہمی میں سے ہیں۔ اب رحیم صاحب ہر مرض کی دوا اور ہر درد کے لیئے امرت دھارا بن گئے۔ خواتین اپنے پروگرام کے لیئے رحیم صاحب کو جا پکڑتیں۔ بچّوں کے شعبے کے انچارج ان کے ہاں پہنچ جاتے، ڈرامے وہ لکھتے، فیچر وہ لکھتے۔ غرض کہ ریڈیو کا شاید ہی کوئی پروگرام ایسا ہو، جو رحیم صاحب نے نہ لکھا ہو۔

عجیب زمانہ تھا۔ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر آئے تھے۔ رشتے ناطے سرحد پار رہ گئے تھے۔ نئی دوستیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ نئے ناتے قائم ہو رہے تھے۔ چنانچہ ریڈیو والوں کی بھی ایک برادری بن گئی تھی۔ ریڈیو کے توسّل سے ایسی دوستیاں قائم ہو رہی تھیں، جو خون کے رشتوں سے زیادہ مستحکم تھیں۔ جب فرصت ملتی تو ہم سب رحیم صاحب کے خانہ بے تکلّف میں پہنچ جاتے۔ ان کی بیگم صاحبہ جو کھانے پکانے کی شہرہ آفاق کتاب رضیہ کے شاہی دستر خوان کی مصنّفہ ہیں۔ بڑے اچھے اچھے اور مزے مزے کے کھانے کھلاتیں۔ ہم میں بڑے بڑے افسر بھی تھے اور ماتحت بھی، لیکن جب ہم ریڈیو سے نکلتے تو سارے امتیازات وہیں چھوڑ آتے۔

ہمارے دوستوں میں معین شاہ (بلبے شاہ صاحب) بھی تھے، جو آج لندن میں پروڈیوسر ہیں اور وہاں کے ادبی حلقوں میں قطب صاحب کی لاٹھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ خالد حسن قادری ہیں، جو بڑے مشہور ادیب، ڈرامے نویس، نقاد اور محقق ہیں، یہ بھی لندن میں ہیں اور پروڈیوسر ہیں۔ خلیق بھی تھے۔ اکبر کاظمی بھی تھے۔ قطب صاحب

ہمارے اسٹیشن ڈائریکٹر اور محسن و مربی تھے۔ سید ظفر حسین اور حمید نسیم بھی تھے۔ نیک محمد قریشی بھی تھے، جو اب ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں۔ اسی برادری میں طاہر شاہ شمس الدین بٹ، اسلم فرخی، ابوالخیر کشفی (یہ دونوں صاحبان اب ڈاکٹر اور پروفیسر ہیں) اور انور عنایت اللہ، شاہد احمد دہلوی، شمس زبیری، قاری عباس حسین اور ضیاء جالندھری تھے اور رحیم صاحب ان میں قدر مشترک تھے اور ان سب سے ان کی یاد اللہ اور دوستی تھی۔

ریڈیو کے لیئے اسکرپٹ لکھنے کے علاوہ رحیم صاحب کتابیں بھی لکھتے رہے اور اب تو ان کی بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

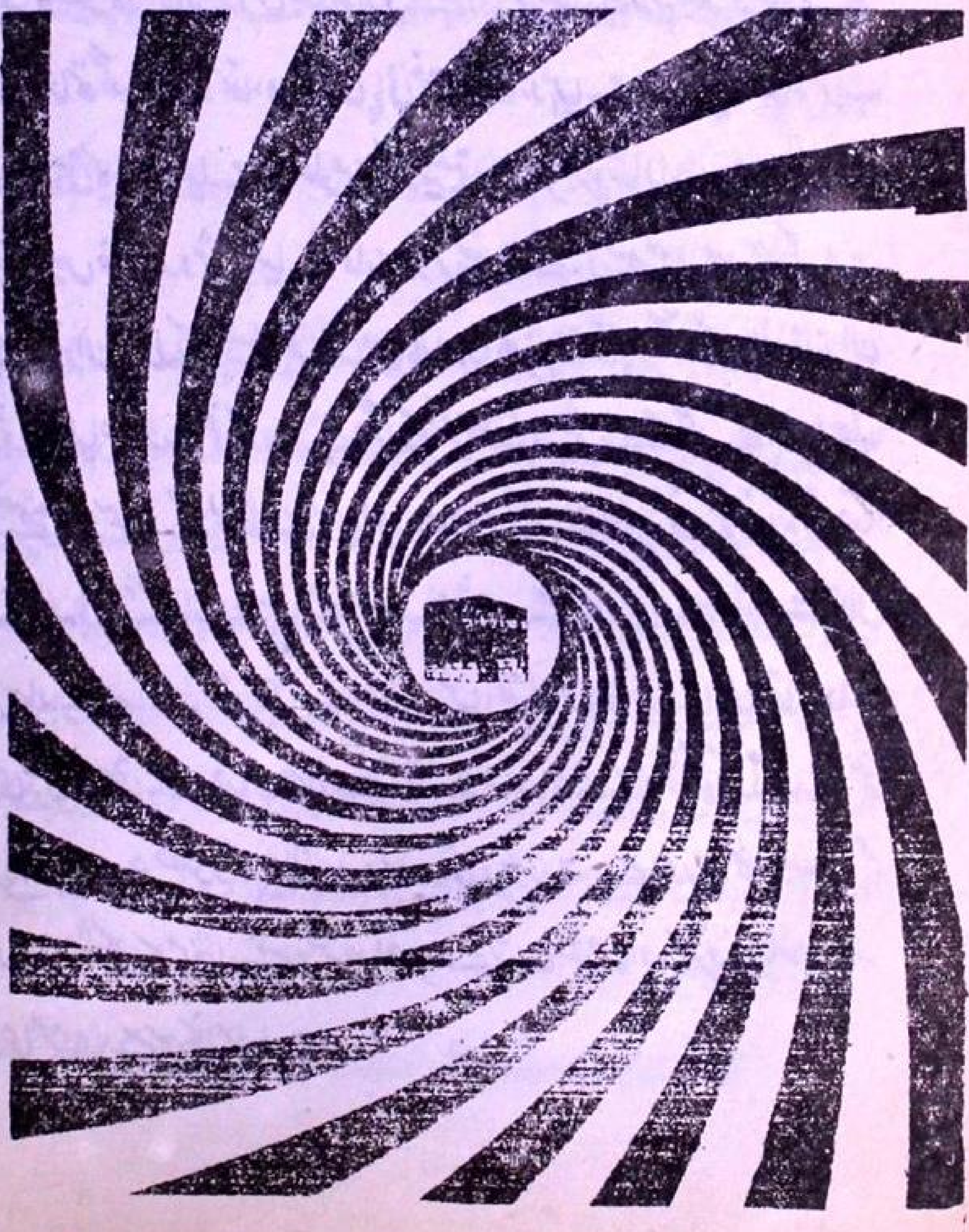
جب ہم میں سے بہت سے ریڈیو چھوڑ گئے تو رحیم صاحب بھی اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے، لیکن ان کا لکھنے لکھانے کا مشغلہ جاری رہا۔ ادھر مدت کے بعد یہ سنا کہ رحیم صاحب نے آٹھ برس سے لے کر اسّی برس تک کے بچوں کے لیئے ایک دو نہیں بے شمار اسلامی اور تاریخی اور اصلاحی اور دینی موضوعات پر بے شمار کتابچے لکھ ڈالے ہیں اور آج یہ سارے کتابچے اس وقت میرے سامنے ہیں، جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضورؐ کی سیرت پر بھی انھوں نے بہت کام کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ بارگاہِ رسالت میں رحیم صاحب کے یہ تحفے قبول ہو جائیں۔

اس وقت میرے سامنے رحیم صاحب کے زیر طبع کتابچے "حلیمہؓ دائی"

کا مسودہ ہے اس میں بی بی حلیمہؓ کے گاؤں کے آنکھوں دیکھے حالات ہیں۔ بی بی حلیمہؓ ہمارے حضورؐ کی دودھ ماں تھیں۔ سیرت نگاروں نے اس گاؤں کا اپنی کتابوں میں سرسری سا ذکر کیا ہے اور پوری طرح سے تحقیق کیئے بغیر اندازوں سے کام لیا ہے۔ چنانچہ اور تو اور ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بھی اس قبیلے کو جو بی بی حلیمہؓ کا قبیلہ تھا۔ خانہ بدوش قبیلہ قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یہ قبیلہ موسموں کے ساتھ ساتھ گھومتا رہتا تھا اور جہاں پانی ختم ہو جاتا وہیں سے یہ چل پڑتا تھا۔ مگر اب جو اس بستی کا پتہ چل گیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بستی، سرسبز و شاداب ہے اور وہ لوگ جنہیں خانہ بدوش کہا گیا ہے خانہ بدوش نہیں تھے۔ ویسے بھی یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر ان لوگوں کو ریتیلے صحراؤں میں مارا مارا پھرنا پڑتا تو پھر مکہ کے عالی خاندان لوگوں کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنے سے جدا کر کے ایسی جگہ بھیجتے جو موسموں کے لحاظ سے کسی صورت میں مکے سے بہتر نہ تھی۔ غرض کہ رحیم صاحب نے حلیمہ بی بیؓ کے بارے میں جتنے افسانے مشہور تھے۔ ان میں سے حقیقت نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی ہے اور یہ اس اعتبار سے ضروری بھی تھا، کیوں کہ یہی بستی وہ بستی ہے، جہاں ہمارے آقاؐ نے سب سے پہلے آنکھ کھولی ہے۔ یہی وہ بستی ہے جو حضورؐ کا پہلا گہوارہ پرورش و تربیت ہے اور یہ کام بہت اہم اور بڑا مشکل کام تھا، جسے رحیم صاحب نے بڑے خلوص اور بھرپور دیانت اور بڑی محنت سے سرانجام دیا ہے۔

ہمارے خیال میں ان کے دوسرے ایسے بہت سے کاموں کے ساتھ یہ کام بھی ان کی بخشش کا سبب بنے گا۔ اللہ تعالےٰ انھیں صحت اور ہمت دے تاکہ یہ سلسلہ جو انھوں نے شروع کیا ہے اسے انجام تک پہنچا سکیں۔ (آمین)

نصر اللہ خاں



سخن کو رتبہ ملا ہے میری زباں کے لیئے

زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لیئے



حلیمہ دائی رضؓ

صحرا میں بچّوں کی پرورش کا چلن

مکہ کی ریتیلی زمین میں بلا کی گرمی پڑتی۔ سورج کی تپش سے زمین جلتا توا بن جاتی اور آسمان تانبے کی طرح تپنے لگتا۔ اوپر سے لو کی شدت آگ برساتی۔ ان سب قیامتوں سے ننھے مُنے پھول سے بچے کمہلا جاتے۔ اس بپتا کے پڑنے سے شہر کے عالی خاندان گھرانوں اور کھاتے پیتے لوگوں میں دستور تھا کہ ننھے مُنے بچوں کو جھلستی جھُلستی گرمی اور تپتی جھلستی لو سے بچاؤ کے لیئے اور دودھ پلوانے کے کارن گاؤں گنوئیں کی اناؤں کے پاس بھیج دیتے تاکہ بچوں کو گاؤں میں سُہانی ہوا ملے۔ اور وہ ٹھنڈا میٹھا پانی پیئیں۔ اور کھُلے کھُلے میدانوں اور آزاد فضاؤں میں پلیں بڑھیں اور ترو تازہ کھیتوں میں پروان چڑھیں۔ خالص کھری عربی سیکھیں۔ زبان میں فصاحت و بلاغت پیدا ہو۔ اور عرب کے اصلی رہن سہن میں بچپن گزاریں۔ اور ان کی جڑ بنیاد میں عرب کی خصوصیت رس بس جائے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ مکے کے باشندے چاہتے تھے کہ ان کے بچے صحراء کی آزاد زندگی میں پرورش پائیں۔ اور مکے کی رنگارنگ آبادی میں مل کر متاثر نہ ہوں۔ اسی لیئے وہ اپنے بچوں کو مختلف قبیلوں میں بھیج دیتے۔ جہاں وہ کئی سال رہ کر والدین کے پاس واپس آتے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے سابقہ رہا۔ اور آئندہ زندگی میں آپ اسے یاد کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ معززین مکے میں اس کا رواج آج چودہویں صدی ہجری کے وسط میں بھی چلا آتا ہے۔[۱] (معارف اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۴۱ء)

یتیم پیدا ہونے اور ملکی رواج کے تحت آیا کے ساتھ اس کے گھر (ایک صحراء) میں جا رہنے کے بہت سے اثرات کسی بچے پر پڑ سکتے ہیں۔ وہاں والدین کا لاڈ پیار اور چونچلے نہیں ملتے۔ بڑے شہر کے مخلوط[۲] اور کاروانی[۳] اسٹیشن ہونے کے باعث ہر روز بدلنے والی آبادی کے برے اثرات، دولت، آرام طلبی، سہولت بخش اسباب زندگی، مضر تفریحات، ناچ گانا، بیسیوں برائیوں سے بچہ بچ جاتا ہے۔ صحرائی زندگی جفاکش محنت اور سادگی پسند بنا دیتی ہے۔[۴] (ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اثر ہے)

---

[۱] معارف اعظم گڑھ۔ نومبر ۱۹۴۱ء و عہد نبوی میں نظام حکمرانی۔

[۲] مخلوط ملی جلی آبادی۔ اچھے برے لوگ۔ [۳] کاروانی اسٹیشن وہ مقام جہاں سے کارواں، قافلے آتے جاتے ہیں۔ [۴] ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ نشریہ انجمن مسلم نوجوانان سکندر آباد دکن و عہد نبوی میں نظام حکمرانی مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی

بنی سعد کی فصاحت و بلاغت

دیہاتی عورتیں، انائیں، دائیاں اور کھلائیاں جو تمام عمر کھُلی کھُلی فضا میں رہنے سے تن درست اور توانا ہوتی ہیں۔ بہار اور پت جھڑ کی رُتوں میں شہر آیا کرتی تھیں نہ آتیں اور اپنے سینوں میں دودھ کی نہریں لاتیں اور محنتانہ طے کرکے بچوں کو پالنے اور دودھ پلانے کے لیئے اپنے اپنے گاؤں لے جاتی تھیں ان کو من مانی مرادیں اور منہ مانگے محنتانے ملتے تھے۔ اور بعد میں بھی حُسنِ سلوک کا یقین رہتا تھا۔

بچوں کے لیئے بنی سعد کی کسی دائی کا مل جانا مکّے والوں کا محبوب خواب تھا۔ یہ صحرازادیاں عصمت وعفت کی دیویاں ہوتی ہیں۔ بنی سعد کی بولی عرب بھر میں ٹکسالی زبان مانی جاتی ہے۔ روزمرہ، محاورہ، بول چال اور طرزِ بیان میں کوئی ان کا ثانی نہیں۔ ان کے منہ سے فصاحت و بلاغت کے پھول جھڑتے ہیں۔ اور عرب کے شرفا فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان پہ جان دیتے ہیں۔[1]

---

[1] عرب کے عالی خاندان لوگوں میں برسوں یہ رواج قائم رہا۔ یہاں تک کہ بنو امیہ نے دمشق کو پایۂ تخت بنایا۔ اور شاہانہ شان و شوکت میں کسریٰ اور قیصر کی ہمسری کی۔ پھر بھی ان کے بچے صحراؤں میں بدوؤں میں پلتے تھے۔ ولید بن ملک کسی وجہ سے نہ جا سکا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان بنو امیہ میں صرف ولید ہی ایک ایسا شخص تھا جو صحیح عربی نہیں بول سکتا تھا

(ابن اثیر ج ۵ و شبلی نعمانی: سیرت النبیؐ ج-۱)

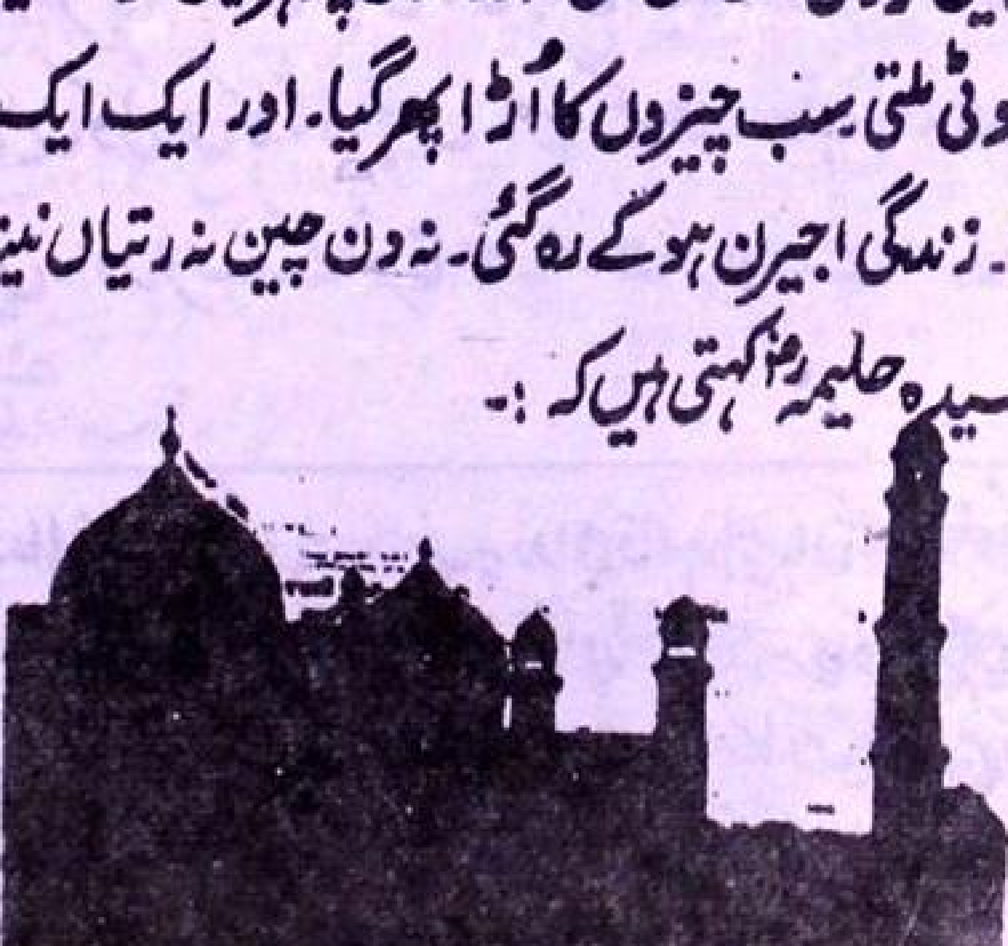
قبیلہ بنو سعد کے بارے میں باڈلے نے بتایا ہے کہ :-

بنو سعد عرب میں اگلے زمانے کا قبیلہ تھا۔ ان لوگوں کے بل اور زور کے کیا کہنے۔ وہ بہت طاقت ور تھے۔ اور ان کے ہرے بھرے جنگل اور چراگاہیں بھی بڑی وسیع، لمبی چوڑی اور دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔

بنی سعد کی بستی کا حال زار

بنو سعد کے علاقے میں اس دفعہ بسنت رت آ کے بھی نہ آئی پھول کھلنے کا سماں بن پھولوں کے گذر گیا۔ عین موسم بہار میں کال پڑا بادل آئے نہ مینہ برسا۔ نہ پھول نہ سبزہ نہ کلیاں نہ بہار۔ کسی نے جھلک نہ دکھائی برکھا رت آس ہی آس میں گزر گئی۔ گھاس اُگی نہ درختوں پر ہریالی آئی۔ کھیت اُجڑ گئے۔ دانہ اُگتا تو روٹی ملتی۔ سب چیزوں کا اُڑا پھر گیا۔ اور ایک ایک دن کاٹنا دو بھر ہو گیا۔ زندگی اجیرن ہو کے رہ گئی۔ نہ دن چین نہ رتیاں نیند۔

سیدہ حلیمہ رض کہتی ہیں کہ :-



اس دفعہ ہمارے ہاں زبردست قحط پڑا۔ چھاتیوں میں دودھ، جنگل میں گھاس اور باغوں میں درخت سوکھ گئے۔ چوپائے کمزور، ناتواں اور انسان بے کل اور بے قرار ہو گئے۔ ہم جنگلوں میں گھومتے اور گھاس کی جڑیں کھاتے تھے۔ کبھی تین تین دن اور کبھی اس سے بھی زیادہ فاقے گزر جاتے تھے۔ (معارج النبوت)

دولت کی دیوانی دائیاں

دستور کے مطابق اس دفعہ بھی بنو سعد کی انائیں بچوں کو لینے شہر آئیں۔ لالچ کی بندیاں دولت کی دیوانیاں، امیروں، مال داروں کے بچے لینے گلی گلی گھر گھر پھرتی پھریں۔ اور جن جن کے من پسند بال بچے لیئے اور مکے سے چلی گئیں۔ مگر عبداللہ کے جائے، آمنہ کے لال کو غریب اور یتیم سمجھ کر کوئی بھی اس دُرِ بے بہا کو لینے پر آمادہ نہ ہوئی۔

یہ سچ ہے کہ چھوٹے حضورؐ کے والد ماجد سید عبداللہ نے ورثے میں غلاموں کی ٹولیوں کی ٹولیاں، گھوڑوں کے اصطبل، اونٹوں کے قطاروں کی قطاریں، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ، کھجوروں کے باغات، اناج سے بھرے گودام، ریشمی کپڑوں کے ڈھیر، سونے چاندی کے درہم و دینار نہیں

کے پہاڑ ورثے میں نہیں چھوڑے۔ اس لیئے ہر دائی نے یہی کہا۔ کہ ان کے پاس دھرا کیا ہے۔ جو ہمارا بھرنا بھریں گی۔ مانا کہ دادا جان مکّہ کے سردار اور کعبہ کے نگہبان ہیں۔ مگر گھر میں چھ بیویاں، دس بارہ بیٹے، چھ بیٹیاں اور دو ایک بیٹوں کو چھوڑ کر ہر بیٹے کی کئی کئی بیگمات ہیں پھر ان سب کی ڈھیروں اولاد در اولاد ہے۔ ان سب پر خرچ کرنے کے بعد بچتا ہی کیا ہوگا۔[1]

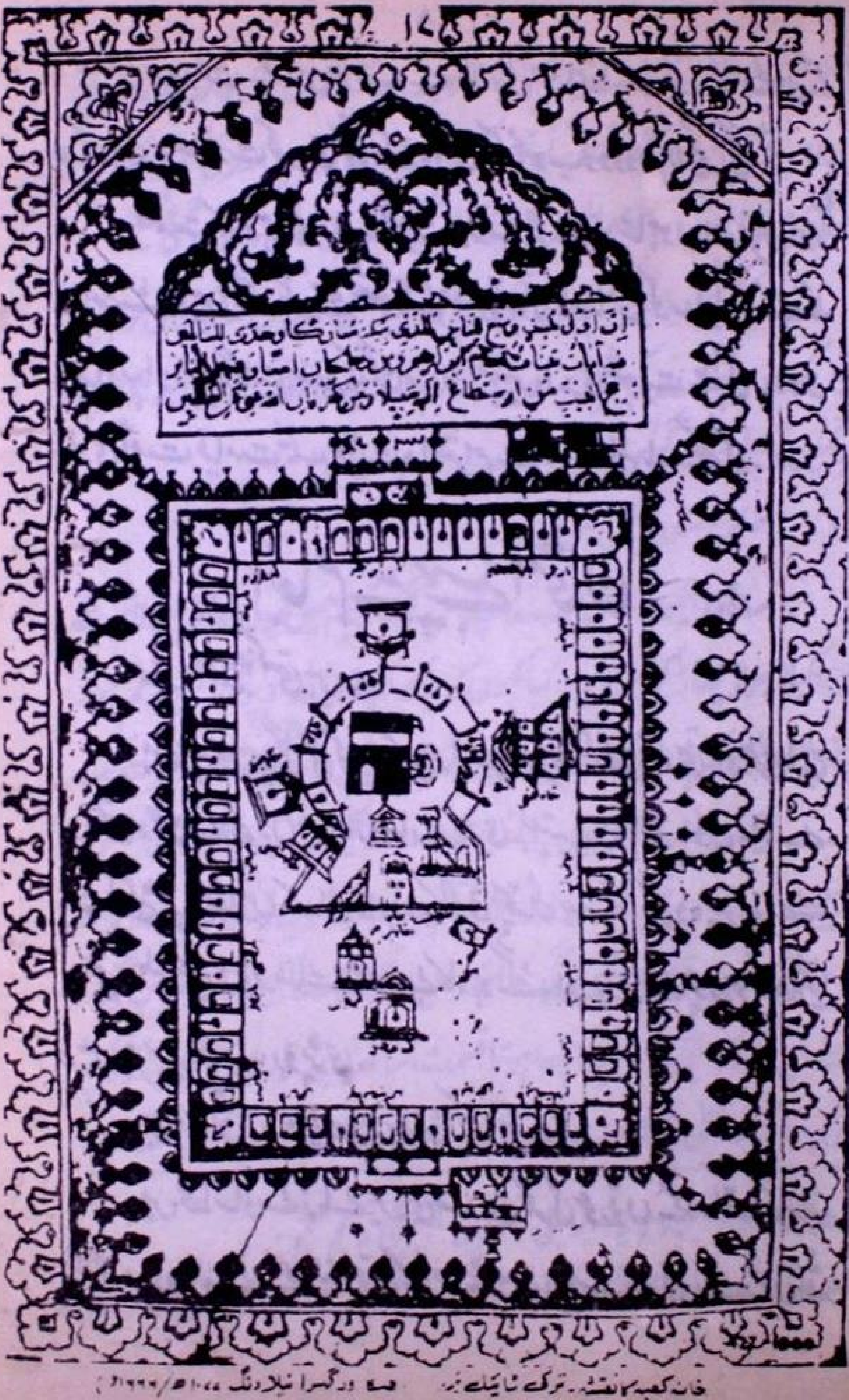
ان کو بھی دائیوں کو کیا خبر تھی۔ کہ یہ یتیم دُرِ یتیم ؐ ہے۔ اور یہی وہ مقدس ذات ہے۔ جو محبوب خدا ؐ ہے۔ اسی کے ہاتھوں میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں دی جانے والی ہیں۔ دنیا میں اس وقت لاکھ کوئی اس کی خدمت کا حق دینے والا نہ ہو۔ مگر وہ ربُّ العالمین جس کے قبضے میں تمام زمینوں اور آسمانوں کے بے شمار خزانے ہیں۔ اس دُرِ یتیم ؐ کا سر دھرا اور محافظ ہے۔ اور اس کی پرورش کرنے والوں کو وہم و گمان سے بھی زیادہ انعام و اکرام دے گا۔ اور ایک دن ایسا آئے گا کہ تمام دنیا ننھے حضورؐ کے قدموں پہ جھکے گی۔ اور ان ہی کا نقشِ قدم صراطِ مستقیم بنے گا۔

حلیمہؓ کی قسمت چمک گئی

دائی حلیمہؓ سعدیہ کا نصیبہ جاگ گیا۔ ان کی تقدیر زوروں پہ تھی۔ ان کو

---

[1] جناب عبد المطلب کی اولاد کی تفصیلی حالات کے لیئے دیکھیے "سوانح عبد المطلب" مؤلفہ محمد رحیم دہلوی



خانہ کعبہ کا نقشہ۔ ترکی ٹائیل پر ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶ء

دولت کے اس خزانے سے مالا مال ہونا تھا۔ اور قدرت نے ان کے
بھاگ میں یہ سعادت لکھ دی تھی۔ کہ وہ اس کے محبوب کو دودھ پلائیں گی۔

قسمت کہہ رہی تھی۔ اے حلیمہ رض! بڑے بڑے بادشاہوں اور فرماں رواؤں
کے نام مٹ جائیں گے۔ مگر ننھے حضور ص کے طفیل تمہارا نام تاریخ کو سدا یاد رہے گا۔
اور سدا بہار رہے گا۔ بنی سعد کی گمنام دائی تمہیں ابدی شہرت ملے گی۔ اور
ساری امت قیامت تک عزت و احترام سے تمہارا نام یاد رکھے گی۔

انعام سے پہلے امتحان

سیدہ حلیمہ رض کہتی ہیں :۔

میں شہر بھر میں گلی گلی کوچے کوچے اِدھر اُدھر دھکے کھاتی رہی۔ اور طرح طرح
اور وضع وضع کے گھروں میں ماری ماری پھری۔ بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔
بہت کھکیڑیں اُٹھائیں۔ کہ مال داروں کا کوئی بچہ مل جائے۔ مگر وہ چیز میرے بھاگ
میں نہ تھی نہ ملنی تھی نہ ملی۔ سارے جتن بے کار ہو گئے۔ اور بدن چور چور ہو کے رہ گیا
اور میں قریب قریب رو پڑی۔

ابن اسحاق کی روایت میں حلیمہ رض کہتی ہیں کہ :۔

میں قحط سالی کے زمانے میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ مکے شریف
آئی تا کہ دودھ پلانے کے لئے بچوں کو ڈھونڈھیں۔ ہم سب عورتوں سے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا۔ مگر جب یہ سُنا کہ ان کے والد وفات پا چکے ہیں اور یہ یتیم ہیں تو ہر عورت نے آپ کو لینے سے انکار کر دیا اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میری سب ساتھ والیوں کو بچے مل گئے۔ مگر میں خالی ہاتھ رہ گئی۔[۱]

یحییٰ[۲] بن یزید سعدی کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کی غرض سے مکے آئیں اور سبھوں کو تو بچے مل گئے۔ خالی ہاتھ رہ گئیں تو حلیمہ رضؓ رہ گئیں (طبقات ابن سعد ج-۱)

حلیمہ رضؓ سعدیہ کہتی ہیں کہ :-

ساتھ والیوں کو من پسند بچے مل گئے۔ تو وہ ہمیں کیوں خاطر میں لاتیں مکے میں اکیلا چھوڑ چھاڑ کر چل دیں۔ کیا کہوں کہ مجھے اپنے حال زار پر کتنا رنج و غم ہوا۔ اپنے پر لعن طعن کرتی رہی اور رنج و غم میں ڈوبی ہوئی پڑاؤ پر پہنچی۔ اور شوہر سے کہا :-

ایک بات پوچھتی ہوں۔ بتاؤ مشورہ دو۔ دیکھو ساتھ والیاں تو چلی گئیں۔ اور ہمیں سوائے اس یتیم کے اور کوئی بچہ ملتا نہیں۔ اب کریں تو کیا کریں۔ خالی ہاتھ گھر جانا بُرا ہے۔ بڑی سُبکی ہو گی۔ ساتھ والیاں آوازے کسیں گی چھیڑیں گی۔ طعنے دیں گی۔ کہ حلیمہ رضؓ کا نصیبہ اچھا ہوتا قسمت ساتھ دیتی۔ تو اسے بھی کوئی نہ کوئی بچہ مل ہی جاتا۔ اور سچی بات یہ ہے۔ کہ خالی گود جانے سے بھری گود جانا اچھا لگتا ہے۔

---

[۱] ابن اسحاق رضؓ ابن راہویہ، ابو یعلیٰ، طبرانی، بیہقی و ابو نُعیم۔

[۲] یہ یحییٰ رضؓ، شاید اماں حلیمہ کے ہم قبیلہ ہیں۔ وہ بھی بنی سعد میں سے ہیں اور یہ بھی۔ (محمد رحیم دہلوی)

تم کہو تو اسی یتیم بچے کو لے لیں۔

میاں بولے :-

کچھ ہو نہیں حلیمہؓ۔ اللہ کا نام لے کے اسی کو لے لو۔ میرا دل کہتا ہے۔ کہ اللہ پاک اسی بچے کے صدقے میں ہمیں نواز دے گا۔ (ابنِ ہشام وابن سعد)

اماں حلیمہؓ خود کہتی ہیں کہ :-

میں گئی۔ اور صرف اس لیئے اس بچے کو لے لیا۔ کہ اور کوئی بچہ مجھے ملا ہی نہیں۔

دادا دل دادہ سے ملاقات

حلیمہؓ یہ طے کر کے چلیں۔ تو ننھے حضورؐ کے دادا دل دادہ عبدالمُطّلب مل گئے۔ انھیں اپنے پوتے کے لیئے انا کی تلاش تھی۔ ان میں تمکنت اور دبدبہ دیکھا تو لوگوں سے پوچھا :-

یہ صاحب کون ہیں ؟

کسی نے بتایا۔ کہ یہ مکے کے سردار عبدالمُطّلب ہیں۔ خدا ترس آدمی ہیں۔ شرافت اور عالی نسبی میں کوئی ان کی ٹکر کا نہیں۔ ننھے محمدؐ ان ہی کے تو پوتے ہیں۔

میں نے سلام کیا اور کہا :-

میں آپ کے بچے کو لینے آئی ہوں۔

پوچھا :-

تمہارا نام کیا ہے ۔

عرض کیا :۔

مجھے حلیمہؓ سعدیہ کہتے ہیں ۔ قبیلہ بنی سعد میں سے ہوں ۔

یہ سُن کر دادا جان کو خوشی ہوئی مسکرائے اور کہنے لگے :۔

بہت خوب ۔ تمہارا نام واقعی اچھا ہے ۔ حلیمی اور سعادت بڑی اچھی اور مبارک خصلتیں ہیں ۔ ان میں عزّت بھی ہے عظمت بھی ہے ۔ اور یہ دونوں عادتیں دنیا اور آخرت میں پسندیدہ ہیں ۔

ان کی خوش گفتاری میں مٹھاس تھی ۔ باتیں شیر و شکر لگیں انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا اور دعا کی :۔

الٰہی ! حلیمہؓ کو محمدؐ کی سعادت سے سرفراز فرما ۔

پھر مجھے سیّدہ آمنہ کے پاس لے گئے ۔ اور یوں اللہ نے میری لاج رکھ لی ۔

سیّدہ آمنہ کے حُضُور میں

سیدہ آمنہ یثرب (مدینہ) کی چشم و چراغ تھیں میں نے دیکھا ۔ ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہے ۔ اللہ پاک نے انھیں حُضُورؐ سے نوازا انھوں نے بکّے کو زندگی دی ۔ مدینہ کو زندگی دی ۔ عرب کو زندگی دی ۔ عجم کو زندگی دی اور دنیا بھر کو اپنی روشنی سے منوّر کر دیا ۔

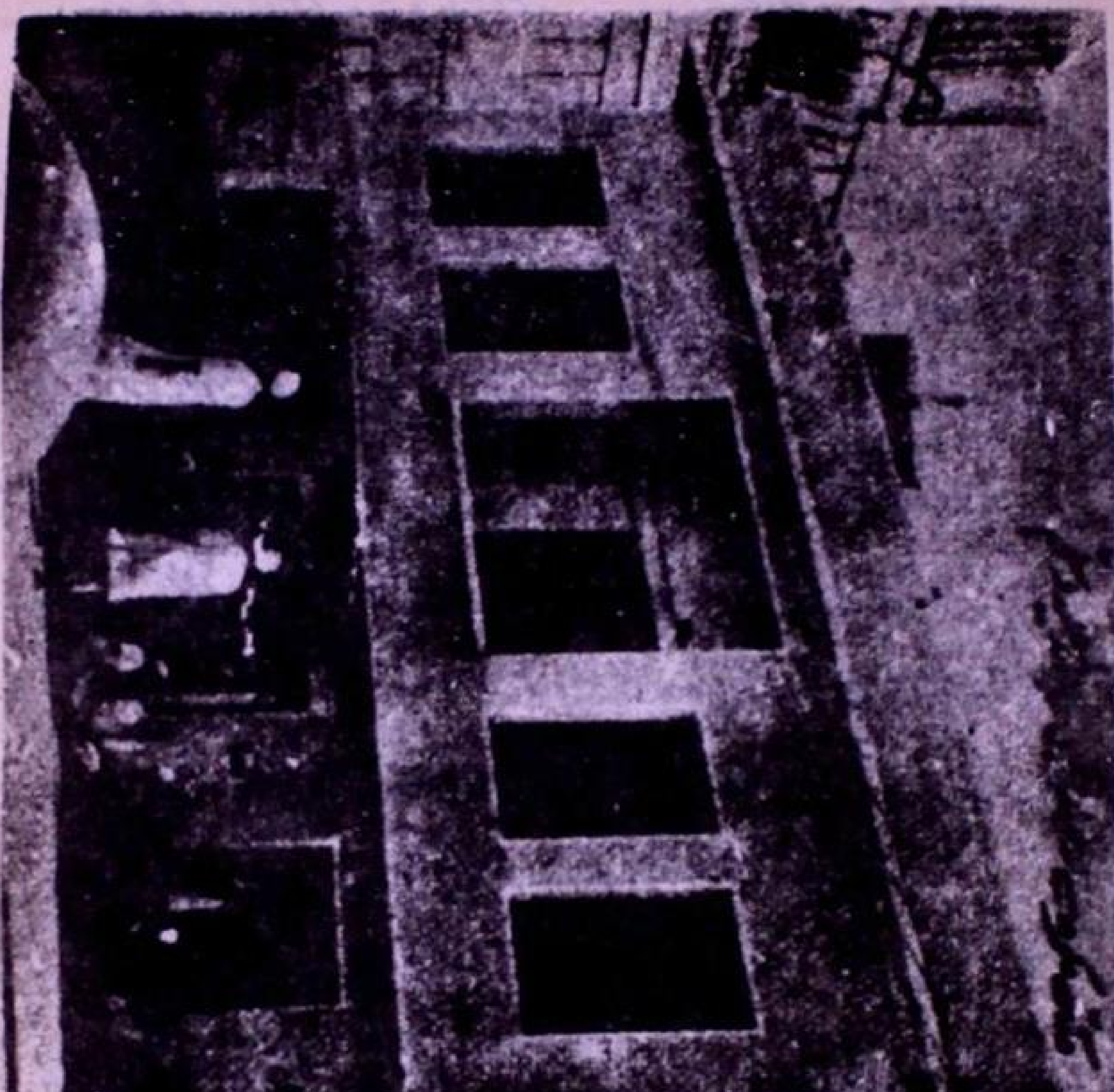
دادا جان نے اُمِ محمدؐ سے تعارف کرایا نام اور کام بتایا۔

سیدہ آمنہ نے مرحبا کہا۔ خوش ہوئیں اور کہا۔ جم جم آؤ تمھارا آنا مبارک ہو۔ اور مجھے اس کمرے میں لے گئیں۔ جہاں ننھے حضورؐ سو رہے تھے۔

ننھے حضورؐ کی پہلی جھلک

میں نے بچّے کو دودھ سے زیادہ سفید کپڑے میں لپٹا ہوا دیکھا۔ سبز ریشمی بچھونے پہ وہ پہلو کے بل سو رہے تھے۔ ان میں سے مُشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ سارا کمرہ مہک رہا تھا۔ اوڑھنی اٹھائی۔ تو دل کی کلی کھل گئی۔ اور ننھے حضورؐ نگاہوں میں سماتے چلے گئے میں ان کا حُسن و جمال دیکھ کے والہ و شیدا ہو گئی۔ اور بڑی دیر تک دیکھتی رہی۔ چہرہ مبارک چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ اور خوش نمائی اور دل رُبائی کے نور و ضیا سے فضا روشن اور منوّر تھی یہ ننھا مُنا یتیم، عبداللہؓ اور آمنہ کے خوابوں کی حسین و جمیل تعبیر تھی۔

میں نے سینہ مبارک پر آسان سے ہاتھ رکھا۔ ہاتھ رکھتے ہی انھوں نے آنکھیں کھول دیں۔ اور مسکرا کے دیکھا۔ میں نے ان کے تبسم میں وہ کشش دیکھی۔ جو کبھی کسی کی مسکراہٹ میں نہیں دیکھی۔ میں نے ماتھا چوما اور گود میں اٹھا لیا۔ تو یوں لگا۔ جیسے سچ مچ میں نے اپنی باہوں میں پوری کائنات سمیٹ لی ہے۔



ننھے سرکارؐ کو گود میں لینا تھا۔ کہ میرا سینہ دودھ کا گنجینہ بن گیا۔ اور چھاتیوں میں اتنا دودھ بھر گیا کہ ٹپکنے کی نوبت آگئی۔ ننھے حضورؐ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا اور ان کے دودھ شریک بھائی نے بھی پہلی مرتبہ ماں کے دودھ سے پیٹ بھرا (ابن اسحاق و ابن ہشام) اس سے پہلے اتنا دودھ کہاں تھا۔ کہ اُس بچے ہی کے لیے کافی ہوتا۔ اسی لیئے وہ رات رات بھر رویا کرتا اور رو رو کر بے حال ہو جاتا۔ گھر والے اس کے رونے سے راتوں کو جاگا کرتے تھے۔ اب یہ حالت ہوئی کہ دودھ سے پیٹ بھرا تو چین سے میٹھی نیند سو گیا

(ابن سعد و ابن جوزی: الوفا)

تمام جہانوں کے سردار محمدؐ

سیدہ آمنہ نے دائی حلیمہؓ سے کہا :-

دیکھنا۔ اس بچے کا بہت زیادہ خیال رکھنا۔ جلدی وہ وقت آئے گا جب اس کی بڑی شان ہو گی۔ مجھ سے کہا گیا ہے۔ کہ اس بچے کا نام احمد رکھنا یہ بچہ تمام جہانوں کا سردار ہو گا۔

بنی سعد پر اللہ کا انعام واکرام

اُمِّ احمدؐ نے یہ بھی فرمایا کہ :-

لگاتار تین راتوں تک مجھ سے کہا گیا ہے۔ کہ اپنے بچے کو بنی سعد اور

آل ذُوَیب میں دودھ پلوانا۔

دائی حلیمہؓ نے کہا، میں قبیلہ بنی سعد ہی میں سے ہوں۔ اور میرے باپ عبداللہ کی کُنیت ابو ذُوَیب ہی ہے (ابن سعد)

ماں کی دُعائیں

جب دائی حلیمہؓ ننھے سرکارؐ کو گود میں لے کر چلنے لگیں تو اماں جان نے انھیں مادرانہ شفقت سے دیکھا۔ اور دُعائیں دیں کہ :-

جسم و جان پہ جو مصیبتیں آتی ہیں۔ اور آفتیں ٹوٹتی ہیں۔ اور بیماریاں آتی ہیں۔ ان سب سے میں اپنے بچے کو اللہ پاک کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اور دُعا کرتی ہوں کہ اللہ کرے یہ نیکی اور بھلائی کو پھیلائے چمکائے۔ اور میں اسے غلاموں کے ساتھ رحم دلی کرتے دیکھوں! اور غریب غرباء کے ساتھ اس کے برتاؤ میں خدا ترس ہو (ابنِ سعد)

مُضر
عیلان
قیس
خَصَفَہ
عِکرمہ
منصور
ہوازن
بکر
سعد
نصر
قُصَیّہ
ناصرہ
- مُلّان
  - رفاعہ
  - عبدالعزیٰ
  - حارث
- ازارم (یا بِنام)
  - جابر
  - شِجنہ
  - حارث
  - عبداللہ ابو ذُوَیب
  - حلیمہ

حارث ۔ ش ۔ حلیمہؓ (۲۱)

(۱و۲) ابنِ ہشام و ابنِ سعد (۳) مسعودی : التنبیہ والاشراف

(۲) ابنِ ہشام کہتے ہیں۔ کہ ناصرہ کے بیٹے کا نام مُلّان نہیں ہلال ہے میاں بیوی کا شجرہ ناصرہ پہ جا کے مل جاتا ہے۔

دادا جان کی امانت

دادا جان نے کہا :-

سُنو حلیمہ رض ! آج ہم اپنا سب کچھ تمھیں امانت سونپ رہے ہیں خیال رکھنا۔ میرے محمد ص کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

چلتے ہوئے انھوں نے ڈھیروں دعائیں دیں۔

حلیمہ رض نے ذات مبارک کو پالیا

دائی حلیمہ رض ننھے سردار ص کو کلیجے سے لگا کے خوشی سے نہال نہال اپنے پڑاؤ پر پہنچیں وہ کہتی ہیں کہ :-

میں ننھے حضور ص کو پڑاؤ پہ لے گئی اور اپنے شوہر حارث رض کو دکھایا کہ :-

دو دیکھو۔ یہ محمد ص بھی ہیں احمد بھی ہیں

وہ بھی پھول سے مکھڑے کو دیکھتے ہی رہ گئے اور ننھے حضور ص کے حسن و جمال پر مر مٹے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہم کو ایسی بے بہا دولت نصیب کی اور کہنے لگے :-

حلیمہ رض ! میں نے اتنا خوب صورت بچہ نہیں دیکھا۔

مریل اونٹنی پر جوانی آگئی

دائی حلیمہؓ کے ساتھ جو بہت بوڑھی اونٹنی تھی۔ اس کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ بھی نہ تھا۔ حد یہ ہے کہ اس کا بچہ بھوک سے بلک بلک کر مر گیا تھا۔

دائی حلیمہؓ کہتی ہیں کہ :-

میرے شوہر اونٹنی کے پاس گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس نے اتنا دودھ دیا اتنا دودھ دیا کہ ہم دونوں نے پیٹ بھر کر پیا اور جان گئے کہ ہم ایک ذات مبارک کو لے آئے ہیں۔ (ابنِ اسحاق و ابنِ ہشام) اور اب ہمارے اچھے دن آگئے۔

مبارک قدم بچہ

حارثؓ نے کہا :-

ہم پر راحتوں کا جو یہ مینہ برس رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ذات گرامی ہے۔

(ابنِ اسحاق و طبرانی) آج سے ہمارا کنبہ محمدؐ کا مہمان ہے حلیمہؓ۔

پھر ننھے حضورؐ سے بولے :-

تمہارے قدم مبارک ہیں بیٹا۔ تم نے ہم بوریہ نشینوں کو زمین سے اُٹھا کر آسمان پر پہنچا دیا۔ ہمارا گھرانا تم پر فدا ہو۔ تم نے ہمیں اتنا کچھ دے دیا کہ قریشیوں کا کوئی گھرانا کسی کو کیا دے گا۔

سیّدہ آمنہ کی سوغاتیں

حلیمہ رضؓ کہتی ہیں کہ :-

جب مکّہ سے کوچ کا وقت آیا تو میں سیّدہ آمنہ سے اجازت لینے گئی اس وقت انھوں نے مجھے بہت سی عنایتوں سے نوازا۔
(معین واعظ کاشفی : مُعَارِجُ النبوّت)

ہمیں چھوٹے حضورؐ بس ہیں

ہم نے کہا :-

اب اور تحفوں کی کیا ضرورت تھی۔ ہمیں ننھّے حضورؐ بس ہیں آپ نے ننھّے حضورؐ دے دیئے۔ تو سب کچھ دے دیا۔ مال و دولت والے ہمیں دنیا بھر کی دولت تو دے سکتے ہیں مگر آپ کے سوا کوئی اور ہم کو محمدؐ نہیں دے سکتا۔

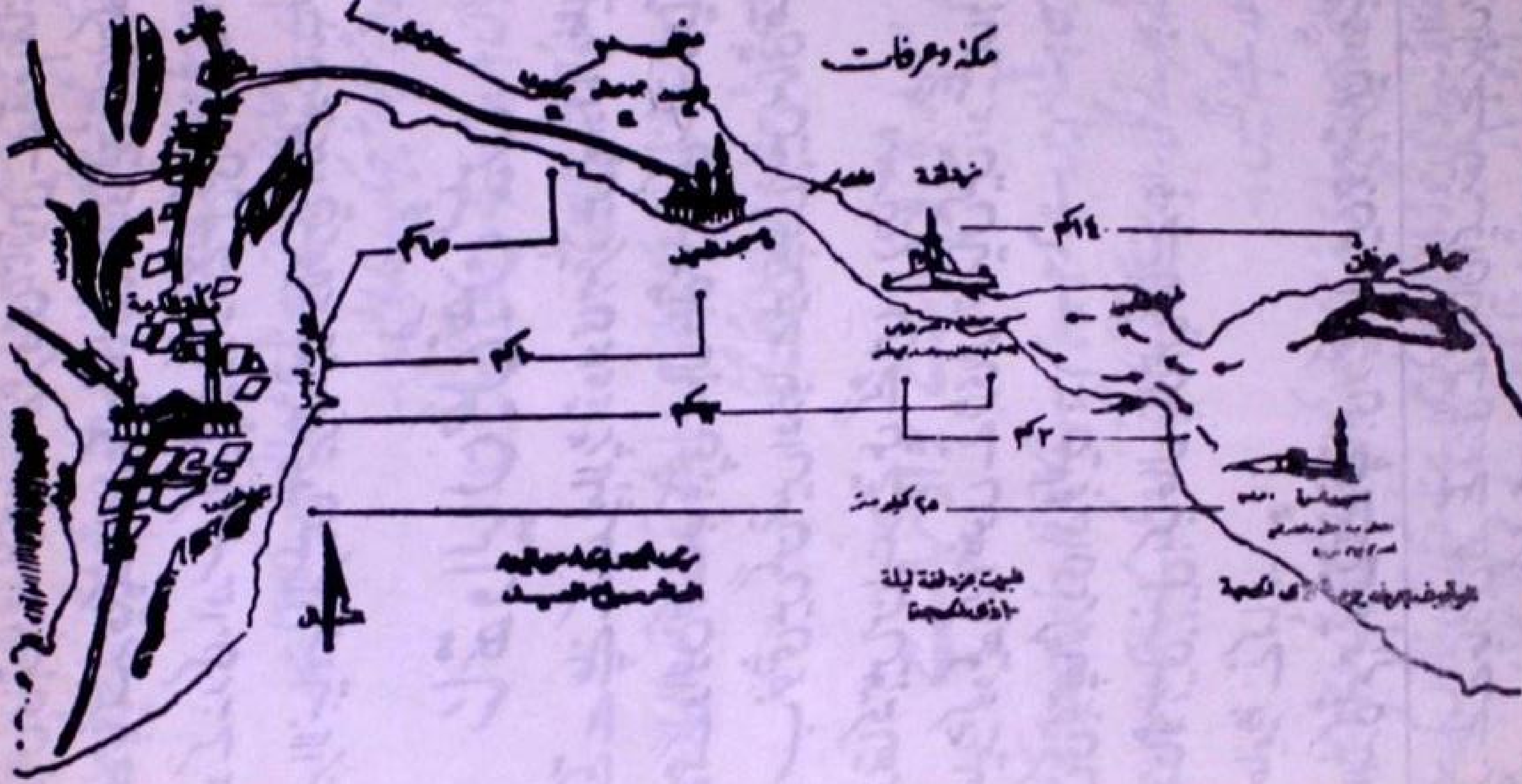
سیّدہ اُمِّ محمدؐ بولیں :-

اللہ بیلی۔ خیر سلا سے سدھارو۔ مگر ہاں اس کی راحت کا خیال رکھنا۔ میں نے اپنی زندگی بھر کی پونجی تمھیں سونپ دی ہے۔

خدا نے کہا ہو گا۔ کہ ہم خود اپنے محبوبؐ کی حفاظت کریں گے۔

صبا رفتار سواری

جب یہ قافلہ مکّے شریف سے چلا۔ تو اس مریل گدھی نے جس کی فاقوں



مکہ سے عرفات تک حجاج کا راستہ

کے مارے ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ اور کمزوری، ناتوانی سے قدم اُٹھانا دوبھر تھا۔ اور جسے چابک پہ چابک مار مار کے ہنکایا جاتا تھا۔ وہ تیز رفتاری دکھائی وہ دکھائی کہ روکے نہ رکی۔ اور سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئی اس وقت اس پہ اللہ کا نبی، خیر الانبیا، سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین اور محبوب رب العالمین سوار تھا۔

ساتھ والیاں جل بھن گئیں

مکّے سے چلنے کے بعد پہلا پڑاؤ وادی سرر[1] میں ہوا۔ اماں حلیمہؓ کی گدھی اپنے آگے والوں تک جا پہنچی۔ وہاں دائی حلیمہؓ کی ساتھ والیاں مل گئیں۔ وہ سب خوشی میں مگن تھیں اور جامے میں پھولی نہیں سماتی تھیں انھیں ناز تھا کہ ہمیں من پسند بچّے مل گئے ہیں۔ (ابن سعد)

حلیمہؓ کو دیکھ کے انھوں نے بڑی لن ترانیاں کیں، ڈینگیں ہانکیں اور طعنوں کی بوچھاڑ کر دی اور بولیں:-

سناؤ سہیلی بہنیلی! کیا حال چال ہیں تمھارے؟

حلیمہؓ نے کہا:-

اللہ کی قسم ہم تم نے جتنے بچّے بھی دیکھے۔ ان میں جو بہترین اور مبارک

---

[1] سرر۔ مکّے سے چار میل دُور مکّے اور منیٰ کے درمیان ایک مقام ہے۔ یہاں چند انبیاء مدفون ہیں۔ (یاقوت: مُعجمُ البلدان)

بچہ ہے۔ اور خیر و برکت میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ وہ مجھے مل گیا۔ (ابنِ سعد و مواہب لدنیہ) مجھے اپنے نصیبہ پہ ناز ہے کہ اللہ نے مجھے بیش بہا خزانہ عطا فرمایا۔

ان مغرور عورتوں نے پوچھا:۔

اے ہے حلیمہؓ وہی بچہ ہے نا۔ جو عبد المطّلب کا پوتا ہے۔

دائی حلیمہؓ چہک کے بولیں:۔

ہاں ہاں وہی ہے۔ اور کوئی کیوں ہوتا۔

دائی حلیمہؓ کہتی ہیں کہ:۔

ہم اس منزل سے ابھی چلنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ ساتھ والیاں ہماری کایا پلٹ اور خوش حالی دیکھ کر جل بھن گئیں۔

سواری وہی ہے سوار نیا ہے

ابن ہشام میں ہے کہ جب ہم سب کا قافلہ وہاں سے چلا۔ تو میری گدھی فراٹے بھرنے لگی۔ اور سب سے آگے نکل گئی۔ یہ دیکھ کے ساتھ والیاں حیران رہ گئیں۔ اور کہنے لگیں:۔

حلیمہؓ بہن! ہماری مری کا منہ دیکھو جو ذرا دھیمی چال نہ چلو ہمیں دوڑا دوڑا کر نہ تھکاؤ۔ یہ وہی لنگوڑ ماری مریل گدھی ہے نا۔ دبلی پتلی فاقوں کی ماری پھونک مارو تو اڑ جائے دو قدم چلے تو تھک جائے۔ مگر سچی بات ہے۔ کہ اب

تو اس کی شان ہی نرالی ہے۔

میں نے کہا :-

ہاں ہاں دیکھ لو۔ وہی ہے۔ (ابنِ ہشام و ابن جوزی : الوفا)

اور بتایا کہ :-

سواری وہی ہے۔ سوار نیا ہے۔ اللہ نے ہماری لاج رکھ لی اور ہمارے مقدر جاگ گئے۔ (ابن جوزی : الوفا)

انعام و اکرام کی بارش

ساتھ والیاں بولیں :-

اللہ کی قسم۔ اس کے تو پر لگ گئے۔ چل کیا رہی ہے۔ یہ آ اڑی جا رہی ہے۔

میں نے بتایا :-

خالی اسی میں خوبی پیدا نہیں ہوئی۔ دیکھ لو اب تو ہماری اونٹنی کے تھن بھی دودھ سے لب بہ لب بھر گئے ہیں اور ہم صبح شام دونوں وقت اسے دوہنے لگے ہیں۔ بتاؤ پہلے یہ بات کہاں تھی ؟

ساتھ والیاں سناٹے میں رہ گئیں۔ سکتہ سا ہو گیا انھیں۔ ٹکٹکی دیکھتی رہیں کہ ہائے اللہ کیا بھید ہے۔ کہ بے آسرا، بے سہارا حلیمہ رضؓ پل بھر میں کیسے نہال نہال اور مالا مال ہو گئیں۔

کائنات کی روشنی سمیٹ لی

کسی کو کیا معلوم۔ کہ حلیمہ رضؓ جو کل تک خاک بسر اور در بدر پھرتی پھری آخر کار کائنات کی روشنی سمیٹ کر لے آئی۔ مانا کہ قریشیوں کے بڑے بڑے امیر کبیر حلیمہ رضؓ کو سونے چاندی میں تول سکتے تھے۔ ہیرے جواہرات دے سکتے تھے۔ مگر ننھے حضور صلعم کے صدقے جو نعمت ملی وہ کون دے سکتا تھا۔

حلیمہ رضؓ کا گھر خوشیوں سے بھر گیا

محبوب ربُ العالمین صلعم کے آنے سے دائی حلیمہ رضؓ کے گھر میں نور ظہور کی بارش ہو گئی۔ خوش حالی آگئی دائی حلیمہ رضؓ کی بیٹیاں شیماء رضؓ[1] جن کا اصل نام حُذافہ ہے۔ اور اُنیسہ اور حُذیفہ نے ننھے حضور صلعم کو سینے سے چمٹایا، گلے سے لگایا۔ گھر کے سب لوگ نثار نثار تھے، فدا فدا تھے۔

حضرت حلیمہ رضؓ کہتی ہیں کہ :-

جب ہم گھر پہنچے۔ تو کال کے مارے علاقے بھر کا اتنا بُرا حال تھا۔ کہ شاید روئے زمین پر کوئی بستی اس سے زیادہ قحط زدہ نہ ہو گی۔ (ابنِ ہشام) حال یہ تھا کہ دانہ تھا

---

[1] ننھے حضور صلعم کی ان دودھ شریک بہن کا نام حُذافہ اور عرفیت شیماء رضؓ ہے جس کے بدن پر تِل ہوں۔ اسے شیماء کہتے ہیں بعض جگہ انھیں جُدامہ بھی لکھا گیا ہے۔

نہ چارہ تھا۔ چوپائے بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مر رہے تھے۔ اور لوگ باگ فاقوں سے اَدھ موئے ہو گئے تھے۔ اور بتوں کے آگے گڑگڑا رہے تھے۔ مگر وہ ذات مبارکؐ ہمارے ساتھ آئی۔ تو حال یہ ہو گیا۔ کہ شام کو میری بکریاں جنگل سے واپس آتیں تو تھن دودھ سے خوب بھرے ہوتے۔ اور ہم خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا کرتے۔ ادھر ہمارے پڑوسیوں کا حال زار یہ تھا۔ کہ ان کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ تک نہ ہوتا۔ وہ اپنے چرواہوں پہ خفا ہوتے کہ کمبختی مارو! حلیمہؓ کا چرواہا جہاں بکریاں چرنے چھوڑتا ہے۔ تم بھی اپنی بکریاں وہیں لے جایا کرو ناں۔

وہ بے چارے یہی کرتے۔ پھر بھی ان کی بکریاں بھوک سے بلکتی ہوئی آتیں اور ان کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ بھی نہ ہوتا۔ (ابن ہشام)

حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اللہ پاک اسی طرح ہم پر خیر و برکت نازل فرماتے[1]

مُواہب لدُنیہ میں ہے۔ کہ اللہ پاک نے حلیمہؓ کے چوپاؤں میں اتنی برکت دی کہ اونٹوں، بکریوں اور پالتو جانوروں کے ریوڑ بڑھتے گئے، پھیلتے گئے۔ اور یوں جناب حلیمہؓ کی عزت و وقعت میں چار چاند لگ گئے۔ اور قبیلے بھر میں ان کی عزت و توقیر بڑھ گئی۔

اماں حلیمہؓ محسوس کرنے لگیں۔ کہ ان کے سامنے دونوں جہانوں کے

---

[1] ابن ہشام، سیُوطی، خصائص کبریٰ ج ۱ بحوالہ محمد بن اسحاق، طبرانی، بیہقی، ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ ج ۲

عظیم الشان خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے ہیں۔ اور انھوں نے ان خزانوں کو اپنی باہنوں میں سمیٹ لیا ہے۔

دولت اور رحمت کے خزانے

دائی حلیمہؓ کی ساتھ والیوں نے مکے شریف میں دولت مند ماں باپ کے بچوں کو لے کر مال و زر پانے کے خواب دیکھے تھے۔ مگر اب وہ یہ دیکھ کے پچھتاتی ہوں گی، کڑھتی ہوں گی اور اپنے آپ کو کوستی ہوں گی کہ کیسی غلطی کر بیٹھیں۔ دولت اور رحمت کے خزانوں کے خزانے تو حلیمہؓ کو مل گئے۔

ساری بستی کو انعام و اکرام دیا

مواہب لدنیہ میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے۔ کہ سلطان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی وجہ سے سارے قبیلے پر اللہ پاک نے خیر و برکت نازل فرمائی۔ اور لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی۔ اور ساری بستی کو ان کی محبت کی خوشبو سے مہکا دیا۔

وہ انائیں جنھوں نے ننھے حضورؐ کی یتیمی کے سبب انھیں لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب ان ہی کے ابر رحمت کے صدقے میں اپنی پیاس بجھا رہی تھیں اور ان ہی کے طفیل سرسبز اور شاداب ہوئیں اور ساری بستی نے خوشی کے پھولوں سے

گودیاں بھرلیں۔

حلیمہؓ کا گھر نثار نثار تھا

اللہ اللہ لوریاں

دودھ بھری کٹوریاں۔

نناآئے دُوروں سے۔

گھوڑا باندھوں کھجوروں سے۔

دائی حلیمہؓ کا گھر بھر ننھے حضورؐ پر نثار نثار تھا۔ وہ سب انھیں آنکھوں کا تارا اور گھر کا اُجالا سمجھتے اور صدقے واری جاتے تھے۔

اور پھر ننھے سرکارؐ سے پیار کون نہیں کرے گا۔ وہ تو دل مانگتے نہیں دل خود بخود چِھن جاتا ہے۔

اماں حلیمہؓ لوریاں دیا کرتی تھیں کہ :-

اے رب! تو نے محمدؐ ہمیں دیا ہے تو ان کو عمر دے، مدّت تک جینا نصیب ہو، عزّت وعظمت دے، بلندی وبرتری عطا کر۔

دشمنوں سے محفوظ رکھ، حاسدوں کی نظربد سے بچا۔[1]

سو میرے سید جانی سو جا ۔۔۔ سو میرے سُکھ کی نشانی سو جا

سو میرے احمد پیارے سو جا ۔۔۔ سو میری آنکھ کے تارے سو جا

---

[1] عبداللہ محمد بن ازدی : کتاب الترقیص

یہ حلیمہؓ کہہ رہی تھیں، میرے گلعذار سو جا
ترے جاگنے کے صدقے میری جانِ زار سو جا

بنی سعد کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے
مرا دودھ پینے والے گلِ نوبہار سو جا

مرا دل ہو تجھ پہ واری مری جان تجھ پہ صدقے
مرے نورِ عین سو جا میرے شیرخوار سو جا

ہے یہ عین وقتِ راحت مرے سینے سے لپٹ جا
آنکھوں میں نیند کا ہے ترے خمار سو جا

تری چاند سی جبیں پر مری روح ہو تصدق
تری مست انکھڑیوں پر میری جاں نثار سو جا (اکبر میرٹھیؒ)

شیماءؓ بہن ننھے حضورؐ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ دن بھر گودیوں میں کھلایا کرتیں ہاتھوں پر اچھالتیں۔ اور جوشِ مسرت سے لوریاں دیا کرتیں۔ (ابنِ ہشام)

شیماءؓ بہن کی لوری تھی :-

یہ میرے بھائی ہیں، میری ماں نے ان کو نہیں جنا، یہ میرے باپ یا چچا کی نسل میں سے نہیں ہیں مگر میرے ان بھائی کے چچا اور ماموں مکرم و معظم ہیں۔ میں ان کی عظمت اور رفعت پر اپنے آپ کو فدا کرتی ہوں۔

یاالٰہی! ان کی آل اولاد کو بڑھانا اور ان کے ماننے والوں کی ریل پیل کردینا۔ (مواہب لدنیہ)

ابر کا سایہ

ایک دفعہ دائی حلیمہؓ نے دھوپ میں آسمان پر ابر دیکھا۔ کہ وہ ننھے حضورؐ پر سایہ کیئے ہوئے ہے۔ تو وہ ڈر گئیں۔

ایک اور بیان ملتا ہے۔ کہ ایک دفعہ شیماءؓ ننھے حضورؐ کو دوپہر کے وقت گھر سے باہر لے گئیں اماں حلیمہؓ انھیں آنکھوں سے اوجھل نہ کرتی تھیں۔ اس لیئے ڈھونڈنے نکلیں اور جب وہ مل گئے تو کہا:-

ایسی تپش میں بچے کو باہر کیوں لے آئیں؟

شیماءؓ نے کہا:-

اماں جان! انھیں دھوپ کی تپش نہیں ستاتی۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ ابر ان پر سایہ کر لیتا ہے۔ جب یہ کہیں ٹھیرتے ہیں۔ تو وہ بھی ٹھیر جاتا ہے۔ اور جب یہ چلتے ہیں تو وہ بھی ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اور یہ اسی شان سے یہاں تک آئے ہیں[۱]

یہودیوں کی جان پر بنی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند یہودی دائی حلیمہؓ کے گاؤں سے گزرے

---

[۱] ابنِ عباسؓ، ابن سعدؓ، ابو نعیمؓ اور ابنِ عساکرؓ

دائی حلیمہ رضؓ نے پوچھا :-

تم میرے اس بچّے کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو تو بتاؤ۔ یہ پیٹ میں رہا تو اس طرح رہا۔ پیدا ہوا تو یوں ہوا۔ اور اب تک یہ یہ معجزے دیکھ چکے ہیں۔

انھوں نے یہ باتیں سُنیں۔ تو ان میں سے ایک بے رحم بولا۔ میرا دل کہتا ہے۔ کہ اسے مار ڈالو تو اچھا ہے۔

دوسرے ستم گر نے دائی حلیمہ رضؓ سے پوچھا۔ اچھا یہ بتاؤ۔ کیا یہ بچّہ یتیم ہے؟

دائی حلیمہ رضؓ نے کہا نہیں۔ یتیم کیوں ہوتا۔ یہ جو پاس کھڑے ہیں یہ اس بچّے کے باپ ہیں۔ اور میرے شوہر ہیں۔ میں اس بچّے کی ماں ہوں۔ یہ ہمارا راج دلارا ہے دل کا ٹکڑا ہے۔ اور ہمارے گھر کا چشم و چراغ ہے۔

ان سب نے کہا۔ یہ بچّہ یتیم ہوتا۔ تو ہم اس کو ضرور مار ڈالتے۔

دائی حلیمہ رضؓ ان کی باتیں سُن کر سنّاٹے میں آگئیں۔ (ابن سعد) اور جوں توں کر کے ان سے پیچھا چھڑایا۔

اچھی اُٹھان

ننھے حضورؐ دو برس تک دائی حلیمہ رضؓ کے پاس رہے۔ ان کی اٹھان اچھی تھی۔ جب ان کا دودھ چھڑایا تو یوں لگتا تھا جیسے چار برس کے ہوں۔

عیسائیوں کے منصوبے

دائی حلیمہ رضؓ کہتی ہیں :-

جب دودھ بڑھائی کے بعد میں انھیں لے کر مکّے پہنچی تو حبشہ کے چند عیسائیوں نے انھیں میری گود میں دیکھا۔ اور بڑے غور سے معائنہ کیا۔ اور خوب خوب جانچا پرکھا۔ اور مجھ سے طرح طرح کے سوالات پوچھے۔ پھر آپس میں کہنے لگے :۔

ہم اس بچّے کے شاندار مستقبل کے بارے میں خوب جان گئے ـــــ آؤ اس کو کھلائی سے لے لیں۔ پھر ہاتھ آنا مشکل ہے۔ وطن لے جا کے اپنے بادشاہ سلامت کو پیش کر دیں گے۔ کہ یہ بچّہ وہ ہے جس کی بے انتہا شان اور عظمت ہونے والی ہے۔

راوی کہتا ہے۔ کہ بچّے کو لے کر ان لوگوں کے چُنگل سے نکلنا دائی حلیمہ رضہ کے لیئے مشکل ہو گیا۔ (ابن اسحاق رضہ و ابنِ ہشام رضہ)

والدہ ماجدہ کی پیشین گوئی

دائی حلیمہ رضہ لے جانے کو تو انھیں مکّے شریف لے گئیں۔ مگر ان کا دل نہ مانا۔ کہ وہ اس دُرِ یتیم صلعم اور گھر کے اُجالے کو اپنے سے جُدا کر دیں۔ مجبوراً ان کی والدہ ماجدہ کے پاس لے جانا پڑا۔ انھوں نے سیّدہ آمنہ سے وہ سارے حالات بیان کیئے۔ جو دو برس میں ان کی آنکھوں سے گزرے۔ اور جو جو برکتیں نازل ہوئیں اور نور و سرور کا مینہ برسا ان کی تفصیل بھی سُنائی۔

دائی حلیمہ رضہ کہتی ہیں کہ :۔

ان کے صدقے میں ہمارے ہاں جو خوش حالی آئی۔ اور ہم نے جو برکتیں دیکھیں۔ اس مارے دل چاہتا تھا۔ کہ ہم ان کو اپنے سے جدا نہ ہونے دیں۔ اس لئے میں نے اُمِ محمدؐ سے کہا :۔

آپ اس دُرِ یتیم کو' میرے بچے کو' میری جان کو میرے لاڈلے کو ابھی کچھ دنوں ہمارے پاس اور چھوڑ دیں تو ان میں توانائی آجائے گی۔ اور اس وقت تو مکے کا حال بھی یہ ہے کہ یہاں موسم بُرا ہے اور ہوا خراب ہے۔ اور وبا زور و شور سے پھیلی ہوئی ہے۔ اس حال میں بچے کو یہاں چھوڑتے ہوئے دل ڈرتا ہے۔ ایسے میں میرے ہاں میری نظروں کے سامنے رہیں گے تو میری خاطر جمع رہے گی۔

غرض جب میں نے بہت ضد کی۔ اور اونچ نیچ سمجھائی تو سیدہ آمنہ نے انھیں میرے ساتھ بھیجنے پر حامی بھرلی۔ (ابنِ ہشام)

چلتے وقت ماں نے ننھے حضورؐ کا ماتھا چوما۔ بلائیں لیں۔ دعائیں دیں۔ اور دائی حلیمہؓ ننھے حضورؐ کو دوبارہ اپنے ساتھ گاؤں لے گئیں۔ اور ان کی اُجڑی ہوئی تمناؤں کا باغ ہرا بھرا ہو گیا۔ اور چاروں طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئیں۔

بُت شکن بچہ

ایک دفعہ دائی حلیمہؓ ننھے حضورؐ کو اپنے ساتھ عُکاظ کے میلے میں لے گئیں۔ اس بازار میں ہُذَیل کے قبیلے کا ایک کاہن بچوں کی قسمت کا حال بتایا کرتا تھا۔ اس نے

ننھے سردارؐ کو دیکھا۔ تو چیخ چیخ کر سارے میلے کو سر پر اٹھالیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ :-

ہُذَیل کے نام لیواؤ ! بھاگ کر آؤ۔ دوڑ کر پہنچو۔ آؤ آؤ یہاں آؤ۔ اور دیکھو یہ بچہ . . . .

اتنا سنتے ہی دائی حلیمہؓ انھیں لے کر چل دیں۔ لوگ پوچھتے رہ گئے۔ کونسا بچہ ؟ کیسا بچہ ؟ کہاں ہے وہ ؟ یہاں تو کوئی بھی نہیں۔

نجومی کہنے لگا۔ ابھی تو یہیں تھا۔ میں نے خود دیکھا ہے۔ معبودوں کی قسم وہ تمھارا دین مٹا ڈالے گا۔ اور دیوتاؤں کو توڑ پھوڑ دے گا۔ اور اس کے حکم احکام تم پر چھا جائیں گے اور تمھیں ماننے پڑیں گے۔ بس وہ آسمان سے حکم آنے کے انتظار میں ہے۔

اس کے بعد اسی طرح وہ بوڑھا نجومی چیختا چلاتا رہتا۔ اور لوگوں کو بھڑکایا کرتا۔ اسی حالت میں کچھ دن گزرے تو اس کے عقل و ہوش جاتے رہے۔ اور وہ دیوانہ ہو کر مر گیا۔

دل کا آپریشن

جب ننھے حضورؐ کی عمر چار برس کی ہوگئی تو وہ اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ گھر سے باہر آنے جانے لگے۔ یہ جگہ گلی محلے سے قریب ہی تھی۔ وہاں بھیڑ بکریوں کا باڑہ تھا۔ یہی وہ جگہ ہے۔ جہاں دو فرشتوں نے آکر ننھے حضورؐ کا سینہ مبارک

چیرا۔ [1] اور اس میں سے ایک کالا نقطہ نکال کر پھینک دیا۔ ان کے پاس سونے کے طشت میں زم زم کا برفاب تھا۔ برف کے اس یخ پانی سے انھوں نے سینہ مبارک کو دھویا۔ اور دھونے کے بعد اسی طرح جوڑ دیا۔ پھر ترازو کے ایک پلڑے میں اس ذاتِ مقدس کو رکھا۔ اور دوسرے پلڑے میں ایک ہزار آدمیوں کو ڈال کر تولا۔ تو ننھے حضورؐ ہی کا پلڑا بھاری نکلا۔

فرشتے نے اپنے ساتھی سے کہا:۔

تمام اُمت کے ساتھ بھی تولو گے تو بھی ان ہی کا پلڑا بھاری رہے گا۔ (ابن سعد)

ننھے حضورؐ کا بھائی [2] روتا چیختا اپنی ماں کے پاس پہنچا اور کہا۔

اماں اماں چلو۔ جلدی چلو۔ چل کے ہمارے قریشی بھائی کی خیر خبر لو۔ (ابن سعد)

دائی حلیمہؓ گھبرا کے بولیں۔

اللہ پاک! میرے بچے کی خیر ہو۔ اور بیٹے سے پوچھا۔

بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے؟

وہ بولے۔

---

[1] شرحِ صدر کے معنی سینہ کھولنے کے ہیں۔ اور شقِ صدر کے معنی سینہ چیرنے کے ہیں حدیثوں میں اصطلاح شقِ صدر ہے یعنی یہ کوئی خواب نہیں دیکھا۔ بلکہ سینہ مبارک کو واقعی چاک کر کے ایمان اور حکمت اس میں بھری گئی۔ (محمد رحیم دہلوی)

[2] حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دودھ شریک بھائی کا نام عبد اللہ ہے بعض حضرات نے ان کا نام ضمرہ لکھا ہے۔

دو آدمیوں نے ان کا پیٹ چیر ڈالا ہے۔ اور انھیں قتل کر رہے ہیں۔
دائی حلیمہؓ اور ان کے میاں ہانپتے کانپتے وہاں پہنچے۔ تو دیکھا کہ بچے کا رنگ پیلا ہو گیا ہے۔

جناب حلیمہؓ کہتی ہیں۔ کہ
جب انھوں نے ہم کو دیکھا تو مسکرائے میں نے اور میرے میاں نے انھیں گلے سے لگایا ماتھا چوما۔ اور پوچھا:۔

پیارے بیٹے ہماری جان قربان۔ یہ تو بتاؤ ہوا کیا ہے۔

فرمایا:۔

انھوں نے میرا پیٹ چیرا۔ کوئی چیز ڈھونڈی۔ میں نہیں جانتا وہ کیا چیز تھی۔[1]
جب ننھے حضورؐ نے اطمینان دلایا۔ کہ میں اچھا بھلا ہوں۔ اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تو سب کو چین آیا۔

جناب انسؓ کہتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر سوئی کے بخیے کا نشان موجود ہے۔[2]

علم و دانش کا نور

اللہ پاک نبیوں پیغمبروں کو بعض ایسی خاص خاص نوازشوں اور عنایتوں سے

---

[1] ابو یعلیٰ، طبرانی، ابن ہشام، مجمع الزوائد ج ۸ [2] صحیح بخاری و صحیح مسلم و نسائی ابواب معراج و اسرار و فرائض الصلوٰۃ و مسند احمد بروایت انس بن مالکؓ و سنن ترمذی تفسیر سورہ انشراح

نوازتے ہیں اور سرفراز کرتے ہیں۔ جو عام آدمیوں کو عطا نہیں کی جاتیں۔ ان ہی میں ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ ان کے دل کو انسانی خامیوں سے پاک کر کے اور دنیاوی لالچ سے بے نیاز کر کے اس کو ایمان، عرفان اور علم و دانش کے نور سے منور کر دیا جائے۔

قرآن شریف کا فرمان ہے کہ :۔

انوار الٰہی کے ذریعے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک اطمینان اور سکون سے بھر دیا گیا۔ اور اللہ پاک نے سچائیوں اور نیکیوں کو قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے کے لیئے سُرور قلب عطا فرما دیا۔ (قرآن شریف : تفسیر سورۃ انشراح) اور ایک تفسیر یوں ہے کہ :۔

ہم نے ہدایت، معرفت، عظمت، نبوّت اور علم و حکمت کے لیئے آپ کے سینے کو کشادہ اور وسیع کر دیا ہے۔

اسی لیئے فرشتوں نے ننھے حضورؐ کے پاس آ کے یہ خدمت انجام دی[۱]

---

[۱] کھولنے اور پھیلانے کو عربی میں "شرح" کہتے ہیں۔ اور کسی پیچیدہ بات کو واضح کرنے، معمے کو حل کرنے، اس کی تفسیر کرنے اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنے اور سمجھا دینے کو عربی میں شرح الغامض کہتے ہیں۔

امام راغبؒ نے شرح صدر کے معنی بیان کئے ہیں کہ اللہ کے نور اور اللہ کے کلام کے ذریعے سکون اور اطمینان کے ساتھ دل میں وسعت پیدا ہو گئی۔ (مفردات)

ماہر لغت ابن الاعرابی نے شرح کے معنی بیان، فہم، فتح اور حفظ بتائے ہیں اور قبول حق اور قبول خیر کے لیئے دل کے کھل جانے کو شرح صدر کہتے ہیں۔ (تاج العروس)

اس واقعے کو کئی راویوں نے بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک یوں بھی ہے کہ :۔

جناب ابو ہریرہ رضؓ نے پیارے نبیؐ سے نبوت کی پہلی نشانی پوچھی ۔۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

میں دس برس کا تھا۔ کہ میدان میں دو آدمی میرے سر پہ آ کھڑے ہوئے۔

(ان میں سے) ایک نے پوچھا۔ (کیا) یہ وہی ہیں ؟

دوسرے نے کہا۔ ہاں (وہی ہیں)۔

پھر دونوں نے مجھے پیٹھ کے بل پچھاڑ دیا۔ اور میرے پیٹ کو چیرا (ان میں سے) ایک تو سونے کے طشت میں پانی لاتا رہا اور دوسرا پیٹ کو دھوتا رہا۔

حضرت عتبہ[1] بن عبد السلمی رضؓ کی ایک روایت یہ ہے کہ :۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ایک دن میں اپنے دودھ شریک بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے گیا۔ کھانا ساتھ نہ تھا۔ میں نے اس (بھائی) کو کھانا لینے اماں (حلیمہ رضؓ) کے پاس بھیجا۔ وہ چلا

---

[1] یہ عتبہ بن عبد سلمی رضؓ ہیں۔ ان کا نام عتلہ تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عتبہ رضؓ رکھا۔ یہ معرکۂ خیبر میں شریک ہوئے ہیں۔ محدثوں کی ایک بڑی جماعت نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۸۷ھ میں حمص کے مقام پہ چورانوے برس کی عمر میں وفات پائی۔ واقدی کہتے ہیں۔ کہ شام میں مرنے والے صحابیوں میں یہ آخری صحابی ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

گیا۔ تو گدھ کی طرح کے دو پرندے آئے۔

(ان میں سے) ایک نے دوسرے سے پوچھا (کیا وہ) یہی ہیں؟

دوسرا بولا۔ ہاں (یہی ہیں)۔

پھر دونوں نے جھپٹ کر مجھے پکڑا۔ اور زمین پہ پچھاڑ کے میرا پیٹ چاک کیا۔ اور اس میں سے جمے ہوئے خون کے دو کالے کالے قطرے نکال ڈالے پھر (پیٹ کو) برف کے ٹھنڈے پانی سے دھویا اس کے بعد (ان میں سے) ایک نے کہا۔ تسکین قلب لاؤ۔

پھر وہ لا کے میرے سینے پہ چھڑک دی اور وہ دونوں مجھے چھوڑ کے چل دیئے۔ میں ڈر گیا۔ اور اپنی اماں (حلیمہؓ) کے پاس گیا۔ اور ان سے سارا حال بیان کیا[1] تو وہ ڈر گئیں کہ بچّے کو کل کلاں کو خدا نہ کرے کچھ ہو گیا تو بات ہم پر آئے گی۔)

بولیں۔ میں تم کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر وہ مجھے اونٹ پہ بٹھا کے میری اماں جان کے پاس (مکّے) لے گئیں۔

لیکن اماں جان یہ حال سن کے نہ ڈریں نہ حیران ہوئیں۔ (ابنِ ہشام)

انھوں نے فرمایا۔ جب یہ بچّہ پیدا ہوا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ میرے بدن

---

[1] مسند احمد۔ معجم طبرانی۔ مستدرک حاکم۔ ذہبی تلخیص مستدرک۔ فتح الباری باب ختم النبوۃ اور احمد بن حنبل۔ عجلی۔ ابنِ سعد۔ نسائی۔ ابو حاتم اور ابنِ حبان نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ اور معتبر کہا ہے۔ بحوالہ محمد ادریس کاندھلوی: سیرۃ المصطفٰےؐ ج ۱

میں سے ایک نور نکلا۔ اور اس سے شام کے محل محلات روشن ہو گئے۔[1]

ایک روایت یہ ہے:۔

جناب انس رضؓ کہتے ہیں[2]۔ کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ کہ حضرت جبرئیلؑ آئے۔ اور ان کو پکڑ کے زمین پہ لٹا دیا۔ اور قلب مبارک کو چیرا۔ اور اس کو نکال کے اس میں سے ذرا سا جما ہوا خون الگ کر دیا اور کہا:۔

آپ میں یہ اتنی سی چیز شیطان کا حصّہ تھا۔

پھر دل کو سونے کے طشت میں رکھ کے آبِ زم زم سے دھویا۔ اس کے بعد اس کو اسی جگہ رکھ دیا۔ اور درز کو جوڑ دیا۔

لڑکے بالے بھاگم بھاگ اماں (حلیمہ رضؓ) کے پاس پہنچے اور کہا۔

(میرے منہ میں خاک) محمدؐ کو مار ڈالا۔

لوگ باگ آپ کے پاس پہنچے۔ تو چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔

جناب انس رضؓ کہتے ہیں کہ ہم کو زخم کے ٹانکے دکھائی دیتے تھے۔[3و4]

---

[1] یہ حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ کی روایت ہے۔ یہ مشہور صحابی ہیں۔ اہل صفہ میں سے ہیں۔ اسلام کے شروع زمانے ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سُنن اربعہ میں بھی ان کی روایتیں موجود ہیں۔ آخر میں شام میں رہنے لگے تھے۔ وہیں ۵ ، ھ میں انتقال کیا۔ (مشکوٰۃ شریف و سیرۃ المصطفیٰؐ)

[2] حضرت انس بن مالک کی یہ روایت طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔ اور اس کے تمام راوی وہ ہیں جو بخاری اور مسلم کے مانے ہوئے ثقہ اور مستند راوی ہیں محمد ادریس کاندھلوی: سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

[3و4] حضرت انس بن مالک رضؓ، ان کی کنیت ابو حمزہ ہے۔ قبیلہ خزرج میں سے ہیں۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں۔ ان کی والدہ کا نام اُم سلیم بنت مُلحان ہے۔ آخر میں بصرے میں جا بسے تھے۔ تاکہ وہاں لوگوں کو دین کی تعلیم دیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

دائی حلیمہؓ اس واقعے سے ڈر گئیں۔ وہ کہتی ہیں کہ :-

میرا کلیجہ دھک سے ہو گیا۔ کہ یہ کیا غضب ہوا۔ میری طرح میرے میاں کے اوسان بھی جاتے رہے۔ انھوں نے کہا :-

بیوی! مجھے ڈر ہے کہ بچّے پر کہیں ایسا ویسا اثر نہ ہو گیا ہو۔ اس لیے اچھا یہی ہے کہ ہم انھیں ان کے گھر پہنچا دیں۔

میں نے کہا :

ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ کوئی حرج مرج ہو گیا۔ تو ہم کیا جواب دیں گے۔

میرا شہسوار محمدؐ

دائی حلیمہؓ ننھے حضورؐ کو لے کے مکّے شریف چلیں۔ اس وقت ان کی عمر پانچ چھ برس تھی۔

دائی حلیمہؓ مکّے شریف پہنچیں وہاں بھرے بازار میں لوگوں کی بھیڑ بھاڑ تھی۔ ایسے میں وہ ننھے حضورؐ کو آنکھوں سے اوجھل کر بیٹھیں۔ پھر تو کہرام مچ گیا۔ چاروں طرف دوڑتی پھریں کعبے میں آوازیں دیں، چیخی چلائیں، تڑپیں، بلبلائیں۔ کونا کونا چھان مارا پھر بھی نہ ملے تو دنیا آنکھوں میں اندھیر ہو گئی آخر ہار کے ان کے دادا جان کو خبر دی۔ ان کے پاؤں تلے سے بھی زمین نکل گئی کہ یہ کیا افتاد پڑی پھر انھوں نے ڈھونڈوایا۔ چاروں کھونٹ آدمی دوڑائے۔ اس پر بھی پتا نہ چلا تو

وہ حق حیران کریں تو کیا کریں۔ آخر کعبے کے پاس جا کے ٹوٹے ہوئے دل کی صداؤں اور آنسوؤں سے ڈوبی ہوئی آنکھوں سے اللہ سے دُعا کی۔

اللہ پاک! میرے شہسوار محمدؐ کو مجھے دے دے۔ اسے میرے پاس بھیج دے اور ہم پر اپنا فضل وکرم کر۔

اللہ میرے اللہ! تو نے ہی اس بچّے کو میرا قوّت بازو بنایا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ زمانہ اس کو دور لے جائے اور وہ مجھ سے بچھڑ جائے۔

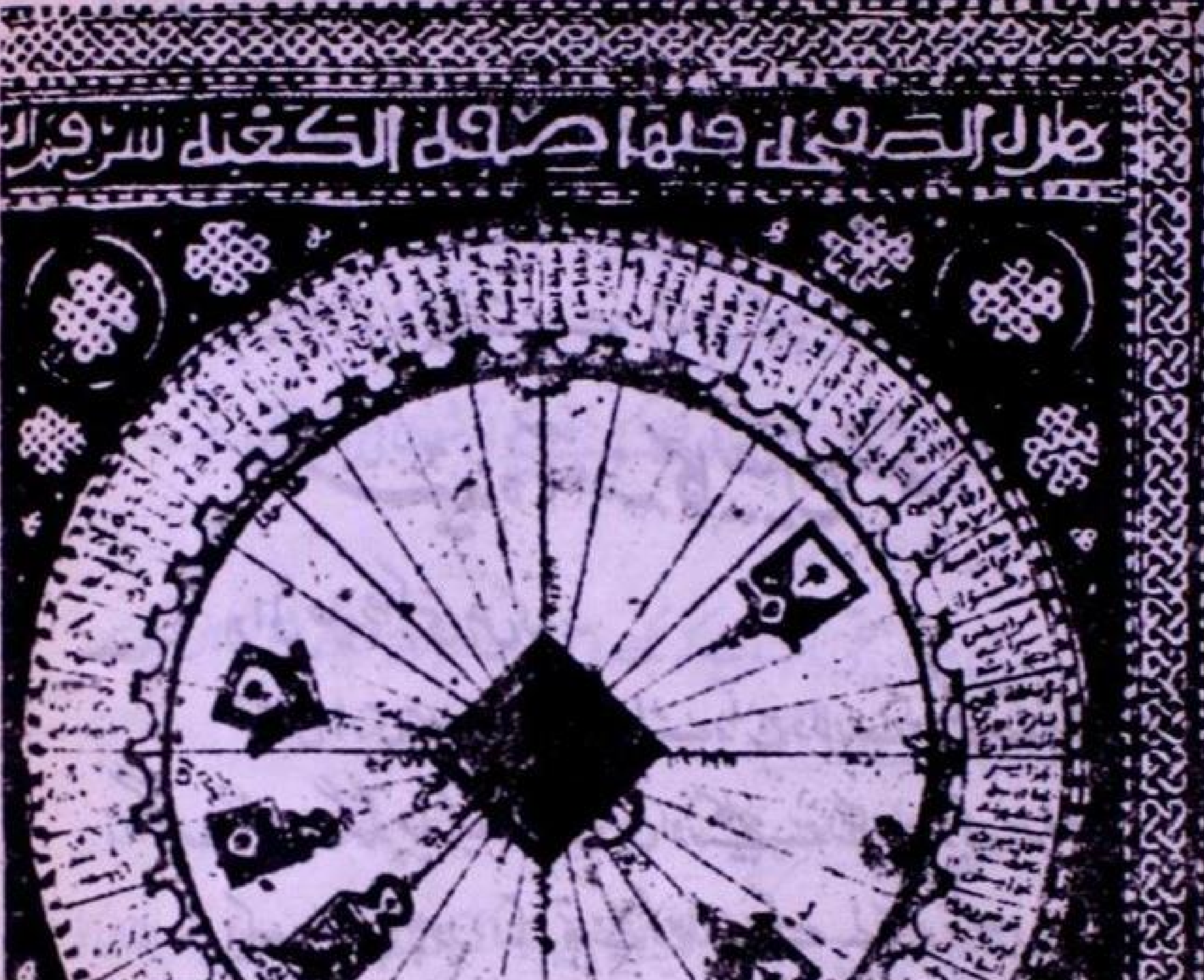
اللہ میرے اچھے اللہ! تو نے اس کا نام محمدؐ رکھا ہے۔ تو نے ہی اس کی تعریف کی ہے اور تو ہی اس کی توصیف کرتا ہے۔ (ابن سعد) لوگوں کا بیان ہے۔ کہ وہ وَرَقَہ بن نَوفَل[1] اور ان کے ایک ساتھی کو مل گئے۔ وہ دونوں انھیں لے کے دادا جان کے پاس لائے اور کہا:۔

آپ کا بچہ ہمیں مل گیا ہے۔

دادا جان کی بے قراری کو قرار آگیا۔ ننھے حضورؐ کو گود میں لے کے پیار کیا اور کندھے پر بٹھا لیا اسی طرح کندھے پہ بٹھائے بٹھائے کعبے شریف کے چاروں

---

[1] وَرَقَہ بن نوفل، امت کی ماں حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ عیسائی ہیں۔ بہت بوڑھے ہیں پہلی مرتبہ حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر غار حرا میں آئے تو وَرَقہ نے حال سُنا اور حضرت رسالت مآبؐ کو رسالت کی خوشخبری دی۔ اور کہا زندگی رہی تو میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ مگر عمر نے وفا نہ کی۔



تمام راستے کعبہ کو جاتے ہیں۔

ایک عرب اطلس ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء کا پہلا صفحہ (ملکوں کے نام دائرے میں تحریر ہیں)

طرف گھومتے جاتے۔ اور دعائیں کرتے جاتے تھے۔

پھر انھیں ان کی اماں جان کے پاس بھیج دیا۔

سیدہ آمنہ نے اپنے لختِ جگر نورِ نظر کو گود میں اٹھا لیا۔ اور گلے لگا کے پیار کیا۔ دائی حلیمہؓ نے بھی محبت سے سرشار ہو کے پیشانی چومی۔

سیّدہ آمنہ کا یقین محکم

دائی حلیمہؓ کہتی ہیں کہ :-

ممتا کی ماری بیوہ ماں اپنے پیارے راج دلارے کو دیکھ کے نہال نہال ہو گئیں۔ لختِ جگر کو پیار کیا۔ بلائیں لیں اور کلیجے سے لگا لیا اور مجھ سے بولیں :-

ایک بات پوچھوں انا! تم بچے کو جلدی کیسے لے آئیں۔ تمھیں تو اسے اپنے پاس رکھنے کی بڑی آرزو تھی۔

میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ دل تو یہی چاہتا ہے۔ مگر اب ماشاء اللہ انھیں سمجھ بوجھ آ گئی ہے۔ اور آپ نے جو فرض سونپا تھا۔ وہ میں نے ادا کر دیا ہے۔ اور بات یہ بھی ہے۔ کہ مجھے ڈر لگا کہ کہیں کوئی اچھی بری ہوئی تو کیا جواب دوں گی۔ اس لیئے اسی میں بہتری جانی۔ کہ انھیں آپ کے پاس پہنچا دوں۔

وہ بولیں۔

نہیں انا کوئی نہ کوئی بھید ضرور ہے۔ تمھاری حالت بتا رہی ہے کہ کوئی

بات چھپا رہی ہو۔ سچ سچ بتاؤ۔ کہ اصل بات کیا ہے۔

دائی حلیمہ رض کہتی ہیں کہ جب تک میں نے شروع سے لے کے آخر تک سارا ماجرا نہ سنایا۔ تب تک ان کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔

سیدہ آمنہ نے فرمایا۔

سچ سچ بتاؤ کیا تمھیں ڈر لگا۔ کہ بچے پہ کوئی شیطانی اثر ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

جی ہاں۔ سچی بات ہے کہ مجھے وہم آیا۔ اور ہول اٹھے کہ کل کلاں کو کچھ ہو ہوا گیا تو کیا جواب دوں گی۔

سیدہ نے فرمایا۔

نہیں نہیں۔ دور پار ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم اس پہ شیطان کا کچھ بس نہیں چلے گا میرے بچے کی شان بہت بڑی ہو گی۔ تم بے فکر رہو۔ اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ (ابن ہشام)

حلیمہ رض کا گھر سونا ہو گیا

اماں حلیمہ رض چلنے لگیں تو ننھے حضور ص کی جدائی سے آنکھیں بھیگ گئیں، رونا آگیا۔ کہنے لگیں :۔

بیوی! تمھارا لال تمھیں نصیب ہو۔ آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ نہیں جانتی کہ

پیارے بچے کی جدائی کا پتھر کس طرح دل پر رکھوں گی۔ جسے برسوں سینے سے لگائے رکھا ہے۔ اس کی جدائی کے خیال سے دل روتا ہے اور آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں میں نے دودھ پلایا ہے۔ کلیجے پر لٹایا ہے، سینے پر سلایا ہے۔ پلنے کی آگ بھی ماں کی محبت ہی کی طرح ہے۔ جب تک زندہ ہوں اور دم میں دم ہے۔ ننھے حضورؐ کی یاد دل سے نہیں جائے گی بھولی بھالی شکل دل پہ نقش رہے گی اور پیاری پیاری باتیں کانوں میں رس گھولیں گی۔

میری بیٹی شیماءؓ نے اپنے ننھے سرکارؐ کی جدائی پر کہرام مچایا ہے۔ آٹھ آٹھ آنسو روئی۔ آنکھیں سُجالیں۔ میں نے کہا بیٹی! جن آنکھوں سے عروس عبداللہ کے چاند کو لائی ہوں۔ ان ہی آنکھوں سے واپس کرنا ہے۔ اللہ کے قربان جاؤں کہ اس نے سرخرو کیا مگر دل کا حال خدا ہی جانتا ہے چھوڑ کے جا تو رہی ہوں مگر آنکھیں ڈھونڈھتی رہیں گی سب بچے ان سے ہلے ہوئے ہیں۔ اب گھر کا کونا کونا ڈھونڈیں گے سچ پوچھو تو ہمارا گھر سونا ہو گیا۔

بیوی! خدا تم کو تمھارا لال مبارک کرے۔ آنکھوں سکھ کلیجہ ٹھنڈا رکھے۔ اس کی بہاریں دیکھنی نصیب ہوں۔ اور اس سے تمھارا نام روشن ہو چلتے چلتے ایک بات بتاتی جاؤں۔ میری یہ بات یاد رکھنا۔ کہ یہ بچہ معمولی بچہ نہیں ہے۔ اس کی شان اتنی بڑی ہے کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ اتنے دنوں میں آنکھوں نے جو دیکھا ہے اور دل نے محسوس کیا ہے۔ اس کو الٹ نہیں سمجھ

اچھا بوی اللہ بیلی۔ اللہ آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ زندگی ہوئی اور دم میں دم رہا تو آتی رہوں گی۔ دیکھ جایا کروں گی۔ مگر تم بھی اس دکھیا کو دل سے بھلا نہ دینا۔

دودھ شریک بھائی ابوسفیانؓ

دائی حلیمہؓ نے ننھے حضورؐ کے تایازاد بھائی ابوسفیان بن حارثؓ کو بھی دودھ پلایا تھا جناب شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم جب نبوت سے سرفراز ہوئے۔ تو ابوسفیان ان کے دشمن بن گئے۔ مگر فتح مکہ کے بعد وہ مسلمان ہوئے۔ اور دل وجان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیدائی ہو گئے۔

بنی سعد کی مدھ بھری بولی

کیسے اچھے بھاگ تھے قبیلہ بنی سعد کے جن کی گودوں میں ہمارے سرکارؐ نے وہ زبان سیکھی جس پر خود بھی فخر فرماتے تھے۔ یحییٰ بن یزید سعدیؒ کہتے ہیں کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لے اس میں اختلاف ہے۔ کہ ننھے حضورؐ حضرت حلیمہؓ کے ہاں کتنے برس رہے مگر ابن اسحاقؒ نے یقین کے ساتھ چھ برس لکھا ہے۔

میں تم میں سب سے زیادہ فصیح ہوں (خوش بیان ہوں، شیریں کلام ہوں) کیوں کہ میں قریشی بھی ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔

(طبقات ابنِ سعد ج ۱)

جنّت کی زبان

غزالی رح کہتے ہیں کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سب سے زیادہ فصیح تھے۔ اور ان کا کلام سب سے زیادہ شیریں تھا۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ میں عرب بھر میں سب سے زیادہ شیریں بیان ہوں جنّت میں رہنے والے جنّتی حضرت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبان میں گفتگو کریں گے۔ (احیاء علوم الدین ج ۲)

یعنی جنّت میں وہ زبان بولی جائے گی جو حضور ختم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زبان ہے۔

قاضی عیاض رح کا بیان ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام خاندان قریش میں پیدا ہوئے اور بنی سعد میں پلے بڑھے یوں ان کی شیریں زبانی اور خوش کلامی میں صحرا نشینی کی قوت بیان اور بہترین لفظی طرز ادا کے ساتھ ساتھ شہری الفاظ کی چمک دمک اور اندازِ گفتگو کی رونق ایک ساتھ جمع ہوگئی تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں تائید الٰہی بھی شامل تھی۔ (کتاب الشفاء)

لغت کے ایک اور ماہر فن کہتے ہیں کہ عرب بھر کے لغت اور ادب کے ماہرین، رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی فصاحت و

بلاغت کا سبب یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزہ طرز بیان اور منجھے ہوئے انداز کلام سے مزین کرنے کے لئے قبیلہ بنی سعد میں ان کی پرورش کا انتظام کیا۔ بنی سعد بن بکر عرب بھر میں سب سے زیادہ شیریں بیان تھے۔ اور قریشیوں کی یہ چاہت تھی۔ کہ ان کے بچوں کو بنی سعد کی عورتیں پالیں اور دودھ پلائیں۔ یوں آپؐ نے حلیمہ سعدیہؓ کی گود میں پرورش پائی۔

حلیمہؓ کے گھرانے سے محبّت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ :-

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ حارثؓ ملنے آئے تو حضور پُرنورؐ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک کا کونا بچھا دیا۔ پھر اماں حلیمہؓ آئیں تو ان کے لئے دوسرا کونا بھی بچھا دیا آخر میں دودھ شریک بھائی عبداللہ آئے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

اماں حلیمہؓ کے لئے تحفے تحائف

ایک دفعہ دائی حلیمہؓ کے گاؤں میں زبردست قحط پڑا۔ برسات گزر گئی مگر آسمان سے ایک بوند نہ ٹپکی۔ لوگ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے۔

حضرت اسامہ بن زید لیثیؓ، بنی سعد کے ایک بزرگ آدمی سے روایت

کرتے ہیں کہ :- اماں حلیمہؓ اپنے پیارے بیٹے کو اپنی دکھ بھری داستان سنانے مکے شریف آئیں۔ یہ وہ زمانہ ہے۔ کہ فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہو چکی تھی۔ دائی حلیمہؓ نے اپنا حالِ زار سُنایا کہ :-

ہمارے ہاں قحط پڑ گیا ہے چوپائے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور مہنگائی نے تباہی مچا دی ہے۔

رحمِ مجسّم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جناب خدیجہؓ سے مشورہ کیا۔ تو انھوں نے دائی حلیمہؓ کو چالیس بکریاں دیں۔ اور سواری کے لیئے مال و اسباب سے لدا پھندا ایک اونٹ بھی عنایت کیا۔

حلیمہؓ کا خاندان اسلام کے آغوش میں

دائی حلیمہؓ کے شوہر جناب حارثؓ ایک دفعہ اس زمانے میں مکے تشریف لائے۔ جب کہ حضرتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کو نبوّت مل چکی تھی۔ اور قریشی ان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ قیامت سے انکار ان کا وطیرہ تھا۔ کہتے تھے۔ جو مر گئے سو مر گئے۔ نہ پھر زندہ ہو کے اٹھیں گے۔ نہ کوئی عذاب ہوگا۔

قریشیوں نے جناب حارثؓ کو بھڑکایا :-

کچھ سُنا بھی ہے تم نے کہ تمھارا بیٹا کیا کہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے۔ کہ لوگ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں گے۔

جناب حارث رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا :۔

کیوں بیٹے یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ہاں جب وہ دن آئے گا۔ تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کے بتادوں گا۔ کہ میں نے جو کچھ کہا تھا (دیکھ لیجیے) وہ سچ ہے۔

ان پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا اتنا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ اور یہ اثر اتنا مضبوط ہوا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ :۔

اگر میرا بیٹا میرا ہاتھ پکڑے گا۔ تو جنت میں پہنچا کے ہی دم لے گا۔

ابنِ حجرؒ نے اِصابہ میں ابن اسحاقؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حارثؓ مکے میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔

بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اسلام

رسول آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی جناب عبداللہؓ کے بارے میں یقین کے ساتھ معلوم ہے۔ کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

مشہور زمانہ سیاح ابنِ جبیرؒ اور سیاح مشرق و مغرب ابن بطوطہؒ نے ان کے مزار کی زیارت کی ہے۔ اور دونوں نے اپنے اپنے سفر ناموں میں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔

اماں حلیمہ رضؓ کا احترام

جناب محمدؒ بن منکدر رضؓ کہتے ہیں کہ :-

ایک خاتون رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں حاضر ہوئیں۔ یہ وہ تھیں جنھوں نے ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دودھ پلایا تھا۔ وہ آئیں تو سرکار رسالت مآبؐ فرمانے لگے :-

میری اماں۔ میری اماں۔

اور اپنی چادر مبارک ان کے لئے بچھادی اور انھیں اس پر بیٹھایا۔ (ابن سعد)

اماں حلیمہ رضؓ نے سو برس سے زیادہ عمر پائی

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرح حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے بھی دائی حلیمہ رضؓ کا احترام کیا ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ دائی حلیمہ رضؓ نے سو برس سے زیادہ عمر پائی۔

لہ یہ محمد رضؓ ہیں۔ منکدر رضؓ کے بیٹے ہیں۔ تیمی ہیں۔ اور جلیل القدر مشہور تابعین میں سے ہیں۔ اور علم، عبادت، دین کی پختگی اور عفت کے جامع ہیں۔ جابر بن عبداللہ رضؓ، انس بن مالک رضؓ، ابن زبیر رضؓ اور اپنے چچا ربیعہ رضؓ سے حدیثیں سُنیں۔ اور خود ان سے بہت سے محدثوں نے جن میں ثوری رضؓ اور مالک رضؓ بھی شامل ہیں حدیثیں روایت کی ہیں (مشکوٰۃ شریف)

اماں حلیمہ رضؓ کا اِسلام

دائی حلیمہ رضؓ کے مسلمان ہونے نہ ہونے کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے۔ کہ دائی حلیمہ رضؓ اسلام کے ظہور سے پہلے ہی وفات پا چکی تھیں۔ مگر دوسرا بیان یہ ہے۔ کہ دائی حلیمہ رضؓ ظہور اسلام کے بہت بعد تک زندہ رہیں اور اسلام لائیں۔

ابن کثیر رحؒ[1] نے لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ رضؓ، تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملنے سے پہلے وفات پا گئیں لیکن شبلی نعمانی رحؒ سیرت النبیؐ میں کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ابنِ[2] ابی خیثمہ رحؒ نے "تاریخ" میں ابنِ[3] جوزی رحؒ نے "حداء" میں منذری[4] رحؒ

---

[1] ابنِ کثیر رحؒ حافظ عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر رحؒ کی کنیت ابنِ کثیر ہے یہ قرشی دمشقی ہیں۔ اور عظیم محدث ہیں۔ ان کی کتابوں کی شہرت ان کی زندگی ہی میں دور دور تک پھیل گئی تھی انھوں نے ۷۷۴ھ میں وفات پائی۔

[2] ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ رحؒ زہیر بن حرب نسائی بغدادی ۲۷۹ھ میں وفات پائی خطیب رحؒ فرماتے ہیں کہ اس فن میں اس کتاب سے زیادہ مفید تالیف مجھے معلوم نہیں (رسالہ المستطرفہ)

[3] یہ قریشی تیمی، بکری اور صدیقی ہیں۔ ان کو جوزی یوں کہتے ہیں کہ ان کے گھر میں جوز (اخروٹ) کا درخت تھا۔ اس کے سوا پورے واسط میں نہ تھا۔ ڈھائی سو سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں اور ۵۷۷ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔ (ایضاً)

[4] حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد منذری شامی مصری۔ ان کی وفات ۶۵۶ھ میں ہوئی۔ فتنۂ تاتار کا سال بھی یہی ہے (ایضاً)

نے "مختصر سُنَن ابی داؤد" میں ابنِ حجرؒ[1] نے "اِصَابہ" میں ان کے اسلام لانے کی تصریح کی ہے حافظ مغلطائیؒ[2] نے اُن کے اسلام سے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اس کا نام "التُحفَۃُ الجَسِیمَہ فی اِثبات اسلام حلیمہؓ" ہے[3]۔

استیعاب میں ابن عبدالبرؒ نے عطاء بن یسارؒ کی روایت بیان کی ہے کہ حلیمہؓ جنگ حُنَین کے موقع پر آئیں تو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم انھیں دیکھ کے کھڑے ہوگئے۔ اور چادر مبارک بچھا کر اس پہ بٹھایا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حلیمہؓ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے روایت نقل کی ہے۔ اور ابو یعلیٰؒ اور ابنِ حبانؒ نے عبداللہ بن جعفرؓ کے حوالے سے حضرت حلیمہؓ کی روایت بیان کی ہے۔

حضرت حلیمہؓ کا مزار مبارک مدینہ شریف میں جنت البقیع میں آج بھی موجود ہے۔

---

[1] ابن حجرؒ، آل حجر کی طرف نسبت ہے جو عرب کے جنوب میں غیر آباد جگہ ہے۔ یہ کنانی اور عسقلانی الاصل ہیں مصر میں پیدا ہوئے۔ بہت سے علماء کا قول ہے کہ حدیث کے لئے سفر اور علم حدیث کی ریاست ان پر آکر تمام دنیا میں ختم ہوگئی۔ (رسالہ المستطرفہ)

[2] علاء الدین مُغلطائی بن قلیج (ترکی میں تلوار) بن عبداللہ حنفی ترکی۔ ایک سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں ۷۶۲ھ میں انتقال ہوا (ایضاً)

[3] زُرقانی۔ شبلی نعمانی :۔ سیرت النبیؐ ج ۱

بنی سعد کا سفیر دربارِ رسالت میں

سیّد کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلوں کی طرف سے ان کے سفیر آتے ہی رہتے تھے۔ مگر فتح مکہ اور واقعہ تبوک کے بعد تو عرب بھر کے وفود[1] شمع رسالتؐ پر پروانوں کی طرح ہجوم در ہجوم آئے۔ ستر اسّی کے نام و نشان تو معلوم ہیں۔ مگر ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہو تو تعجب نہیں۔ ان میں دائی حلیمہؓ کے قبیلے بنی سعد کو یہ فخر حاصل ہے۔ کہ ان کا سفیر سب سے پہلے حاضرِ خدمت ہوا۔ سفیر کا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ یہ اپنے قبیلے کی طرف سے تن تنہا حاضرِ خدمت ہوئے۔ یہ نجد کے رہنے والے تھے۔ سیّدہ حلیمہؓ کے ہم قبیلہ ہونے کی وجہ سے دائی حلیمہؓ کے دور پرے کے رشتے دار تھے۔[2]

---

[1] وَفْد کے معنی ایلچی سفیر اور نمائندے کے ہیں۔ یہ وافد کی جمع ہے۔ اور اس کی جمع الجمع وُفُود ہے۔ (نور اللغات ج ۴)

[2] یہاں یہ وضاحت کر دوں۔ کہ کسی سیرت نگار نے سیّدہ حلیمہؓ اور ضمامؓ کی قرابت داری کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ مگر یہ ضرور لکھا ہے کہ ضمام قبیلہ بنی سعد میں سے تھے۔ اور چوں کہ جناب حلیمہ سعدیہؓ بھی اسی قبیلہ کی نامور خاتون ہیں۔ دونوں ہم قبیلہ ہیں اس لیے میں نے جانا۔ کہ اس رشتے ناتے سے دور پرے کے عزیز بھی ہوئے۔ بنی سعد کی بستیاں بہت دور دور پھیلی ہوئی تھیں۔ اس لیے یہ عین ممکن ہے، کہ ان دونوں نے کبھی ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہ ہو۔ اور ایک دوسرے سے واقف بھی نہ ہوں مگر کنبہ ایک ہے۔ یوں رشتے دار بھی ہوئے۔ مقصد صرف اتنا ہے۔ کہ حلیمہ سعدیہؓ کے قبیلے میں اسلام ضمام کے ذریعے بھی پہنچا۔ (محمد رحیم)

مختلف راویوں نے ان کی شکل صورت اور عادت وخصلت کے بارے میں جو جملے لکھے ہیں۔ ان سب کو میں نے یکجا کیا۔ تو ان کی تصویر ابھر کر سامنے آگئی۔ آپ بھی انھیں دیکھئے :۔

یہ صاحب بہت نڈر اور دلیر تھے۔ پٹھے بال تھے جو سر پر ادھر ادھر کا کلوں کی طرح پڑے ہوئے تھے (ابنِ اسحاق رضؓ و۔ ابن ہشام رضؓ) سُرخ وسفید چہرہ اور لمبے لمبے گیسو تھے۔ (مَدارِجُ النبُوّت) مضبوط جسم تھا اور سر کے بال اتنے زیادہ تھے کہ دو مینڈھیاں گوندھ رکھی تھیں۔ (ابنِ اسحاق رضؓ و ابنِ عباس رضؓ) سر پر گھنے بال تھے۔ دو کاکلیں ادھر ادھر پڑی ہوئی تھیں (طبری) سر کے بال بکھرے ہوئے تھے اور آواز میں ایسی بھنبھناہٹ سی تھی کہ صاف طور پر پتا نہیں چلا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ جب قریب آئے تو معلوم ہوا کہ اسلام کے بارے میں پوچھتے ہیں (مُوطّا امام مالکؒ) وہ جس طرح آنحضرت صلعم کے دربار میں آئے اور جس طرح سفارت ادا کی اس سے عرب کی اصلی سادگی اور آزادروی کا اندازہ ہوتا ہے (شبلی نعمانی: سیرت النبیؐ ج ۲) آتے ہی بدوؤں، دیہاتیوں کی طرح سوال پر سوال کر ڈالے (مُوطّا امام مالکؒ) میں نے سوال کرنے کے انداز اور مختصر بات کہنے میں ضِمام سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا (حضرت عمر رضؓ۔ بحوالہ مُواہب لدُنیہ)

ضِمام جب آئے۔ اس وقت پیغمبر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ضِمام نے اونٹ مسجد کے دروازے پہ بٹھایا۔

اس کے گھٹنے باندھ کر اندر آئے۔ اور پوچھا۔

منقذ
ثعلبہ
ضِمام
(طبری)

س۔ تم میں سے عبد المطلب کا بیٹا (پوتا) کون ہے؟

باعث نظم جہاں رسول اللہ — صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ہوں۔

س۔ کیا آپ محمد ہیں؟

ج۔ ہاں۔

س۔ عبد المطلب کے بیٹے میں نجد کا رہنے والا ہوں۔ مجھے میرے قبیلے نے بھیجا ہے تم سے کچھ باتیں پوچھنے آیا ہوں لیکن سختی سے پوچھوں گا بُرا نہ ماننا۔

ج۔ جو پوچھنا چاہو۔ پوچھو۔

س۔ میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ جو تمھارا بھی اللہ ہے۔ تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں۔ ان کا بھی اللہ ہے۔ اور جو لوگ تمھارے بعد آئیں گے۔ ان کا بھی اللہ ہے۔ کیا اللہ نے تمھیں اپنا پیغامبر بنا کے ہمارے پاس بھیجا ہے؟

ج۔ خدا گواہ ہے یہی بات ہے۔

س۔ میں تمھیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں۔ جو تمھارا بھی اللہ ہے۔ تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں۔ ان کا بھی اللہ ہے اور جو لوگ تمھارے بعد آئیں گے

ان کا بھی اللہ ہے۔ کیا اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے کہ تم ہم لوگوں کو یہ حکم دو کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اور ہمارے باپ دادا اللہ کے ساتھ ساتھ جن خداؤں کو پوجتے چلے آئے ہیں، ان کو پوجنا چھوڑ دیں؟

ج۔ ہاں۔ اللہ گواہ ہے۔

س۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا بھی اللہ ہے۔ آپ سے پہلوں کا بھی اللہ ہے اور بعد میں آنے والوں کا بھی اللہ ہے۔ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ ہم پانچوں وقت نماز پڑھیں۔

ج۔ ہاں اللہ گواہ ہے۔

س۔ آپ کا ایلچی ہمارے پاس آیا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے پاس جو مال متاع ہے، دولت ہے، اسباب ہے، اس پر زکوٰۃ فرض ہے اور کیا یہ سچ ہے۔ کہ آپ ہمارے مال دار لوگوں سے صدقہ لیں اور ہمارے غریب لوگوں میں بانٹ دیں۔

ج۔ ہاں اس نے سچ کہا۔

س۔ اس نے یہ بھی کہا کہ سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہیں۔

ج۔ ہاں سچ کہا ہے۔

س۔ یہ بھی بتایا۔ کہ جس کو مقدور ہو۔ اس پر حج فرض ہے۔

ج۔ ہاں۔

پھر ضمام نے اسی طرح ایک ایک کر کے بہت سے حکم احکام کے بارے میں پوچھا۔ اور ہر سوال پر اسی طرح قسمیں دیں۔

جب سوال جواب ختم ہو گئے۔ تو ضمام بولے :۔

میرا نام ضمام بن ثَعلَبہ ہے میں بنی سعد بن بکر کے قبیلے کا ہوں مجھے میری قوم نے بھیجا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ نے جو کچھ بتا دیا ہے۔ اس میں نہ ایک ذرہ زیادہ کروں گا نہ ایک ذرہ کمی کروں گا۔

پھر وہ اُٹھ کے اپنے اونٹ کے پاس پہنچے اس کے گھٹنے کھولے اور سوار ہو کے مدینہ سے روانہ ہو گئے۔

رب کے رازداں حُضُورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اگر یہ کاکلوں والا اپنے اقرار میں سچا ہے۔ تو بے شک جنت میں جائے گا۔

حضرت ضمام رض جب اپنے قبیلے میں پہنچے تو سب لوگ ان کے پاس آ کے جمع ہو گئے۔ ضمام نے جو پہلی بات کہی۔ وہ یہ تھی کہ :۔

لات و عُزیٰ بہت بُرے ہیں

لوگوں نے کہا۔ کیا بکتے ہو۔ زبان سنبھالو اور برص سے ڈرو۔ تم کو کہیں جنون یا کوڑھ نہ ہو جائے۔

حضرت ضِمام نے کہا :-

تمھارا ناس جائے۔ لات وعُزیٰ کے بُت نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ نے ایک رسول بھیجا ہے۔ اور اس پر (قرآن) کتاب نازل کی ہے۔ اس کے ذریعے تمھیں اس گمراہی سے نکالا ہے۔ جس میں تم ڈوبے ہوئے ہو۔ میں تو خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور میں تمھارے لیئے ان کے پاس سے وہ لایا ہوں جس کا انھوں نے حکم دیا ہے اور وہ لایا ہوں جس سے انھوں نے منع کیا ہے۔

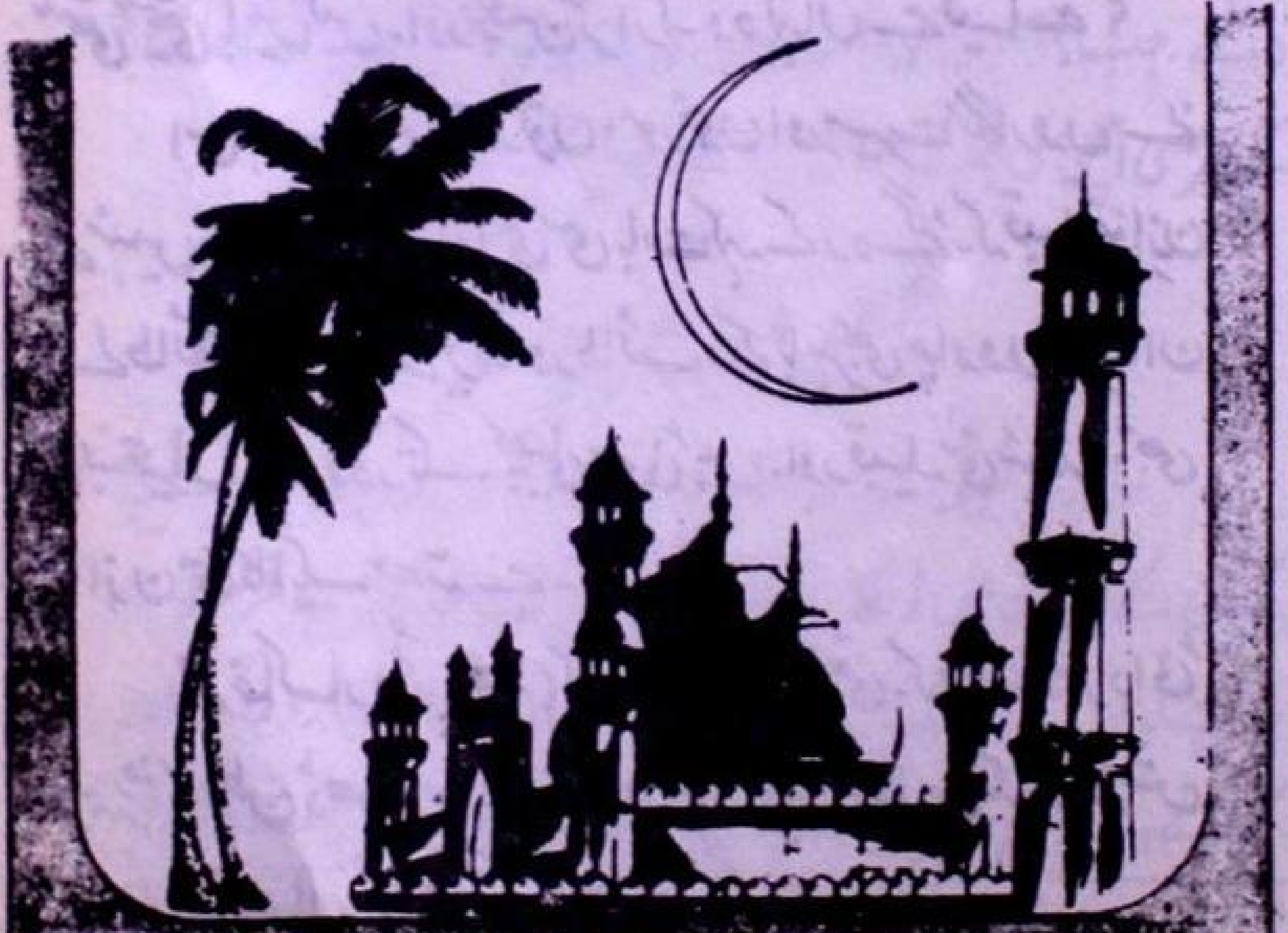
اس تقریر کا یہ اثر ہوا۔ کہ شام نہ ہونے پائی تھی کہ قبیلے بھر کے مرد عورت بچے سب کے سب مُسلمان ہو گئے۔

بنی سعد دُور دُور پھیلے ہوئے تھے

قبیلہ بنی سَعد، قبیلہ ہَوَازِن کی شاخ ہے۔ ہَوَازِن عرب کا سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ اس کی بہت سی شاخیں تھیں۔ اور ان شاخوں میں سے بھی بہت سی شاخیں پھوٹ کر تناور درخت بن گئی تھیں۔ ان کی بستیاں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور ان رَسنی بستی بستیوں کے علاوہ بنی سَعد کے وہ خانہ بدوش بھی تھے۔ جن کا حال یہ تھا کہ جہاں دیکھی پڑات وہیں گنوائی ساری رات یعنی ایک

جگہ چارہ پانی ختم ہوا۔ تو کسی اور شاداب وادی کی طرف چل نکلے۔

حضرت ضِمامؓ اور ان کی بستی کے مُسلمان ہو جانے سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ سارا قبیلہ بنی سعد مُسلمان ہو گیا۔ ان کی کوشش سے تو صرف ان کی ایک چھوٹی سی بستی مُسلمان ہوئی۔ باقی سارا قبیلہ بنی سعد جو میل ہا میل میں پھیلا ہوا تھا۔ کفر کے اندھیرے میں ڈوبا رہا۔ ان میں اسلام کی روشنی پھیلی تو سہی مگر اس کی کرنیں معرکہ حُنَین کے بعد پہنچیں۔ خود حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی صاحب زادی شَیماؓ بھی اپنے پورے قبیلے کے ساتھ حُنَین کے بعد ہی مُسلمان ہوئی تھیں۔



وہ بستی جہاں رحمت برستی ہے

حلیمہ دائیؓ کی نگری

حضرت سیدہ حلیمہ رضؓ کا گاؤں جہاں ننھے حضورؐ گھٹنیوں چلے۔ پلے بڑھے، چلے پھرے۔ ننھے مُنّے ہونٹوں سے پھول جھڑے۔ میٹھی میٹھی باتیں کیں۔ اور بچپن گزارا۔ وہ کہاں ہے کیسا ہے؟

اس بارے میں محدثوں، مورخوں اور سیرت نگاروں نے کچھ نہیں بتایا۔ بس وہ تو اتنی سی بات کہہ کے رہ گئے۔ کہ قبیلہ ہَوازِن والے طائف میں آباد ہیں۔ اور طائف کے باہر بھی چاروں طرف ان کی بستیاں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور قبیلہ بنی سَعد بھی ہَوازِن ہی کا ایک حصّہ ہے۔

مجھ خاکسار (محمد رحیم) کو یہ دُھن سوار تھی۔ کہ حضرت دائی حلیمہ رضؓ کا وطن ڈھونڈھنا چاہیئے، زمین کا وہ مقدس ٹکڑہ تلاش کرنا چاہیئے۔ جہاں ننھے حضورؐ کا بچپن گزرا ہے۔

اور مجھے یہ بھی چیٹک تھی کہ پتا چلانا چاہیئے کہ حضرت حلیمہؓ کے گاؤں کا رہن سہن کیسا تھا۔ کیا تھا تاریخوں میں تو یہ تفصیل ملتی نہیں۔ کہ سیدہ حلیمہؓ اور ان کے ہم وطن بدوؤں کے شب و روز کس طرح گزرتے ہوں گے۔ لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا تصور ہے کہ :۔

سال کے مختلف موسموں میں مختلف مقاموں پر خیمے ڈیرے ڈالنے پڑتے ہوں گے [۱]۔

انھوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے۔ کہ بدوؤں کا خانہ بدوش ماحول تھا مستقل طور پر ایک جگہ ٹکاؤ نہ تھا جہاں پانی چارہ ملا۔ وہیں خیمے ڈال دئیے۔ جب موسموں کی الٹ پھیر نے پانی چارہ ختم کر دیا۔ تو خیمے اکھاڑ کے پھر کسی اچھی سی جگہ کی تلاش میں نکلنا پڑا [۲]۔

مگر میرا دل نہیں مانا

خانہ بدوشوں کے رہن سہن اور عرب کے صحرا میں پانی چارے کی کمیابی کے بارے میں ڈاکٹر صاحب نے جو کچھ لکھا وہ صحیح ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ میرے دل نے کبھی نہ مانا۔ کہ مکّے کے سردار، زردار، رؤسا اور کھاتے پیتے ذی رتبہ لوگ اپنے بچّوں کو مکّے کی گرمی سے بچانے کے لیئے

[۱، ۲] رسول اللہ صلعم کی سیاسی زندگی۔

ایسے جنگلوں، صحراؤں میں بھیج دیتے ہوں گے۔ جہاں سال کے بارہ مہینے پانی چارے کا ملنا بھی یقینی نہ تھا۔ کبھی ہوتا کبھی اجڑ جاتا۔ اور ہولناک بربادی چھا جاتی۔ ایسے اُجاڑ، ویران جنگل بیابانوں میں جیسی شدت کی گرمی پڑتی ہے۔ اور جب قیامت کی لُوں چلتی ہے۔ اس سے ہزار درجے یہ اچھا کہ ان کے بال بچے مکے کی گرمی برداشت کر لیتے۔ وہاں کم از کم گھر کی چار دیواری تو تھی۔ دھوپ کی تپش سے بچاؤ کے لیئے گھروں میں کمرے اور ان پہ چھتیں بھی تھیں۔ اور سب سے بڑھ کے یہ کہ ماں کی گود تھی۔ ممتا تھی، پیار تھا، محبت تھی۔

اور یہ ماحول اس صحرا سے کروڑہا درجے بہتر تھا۔ جہاں کی لُوں میں بارود کی سی تپش ہوتی ہے۔ آگ کی سی لپٹ ہوتی ہے۔ تیز و تند رَو جھکڑ چلتے ہیں۔ اور آندھیاں آتی ہیں۔ اور آندھیاں بھی ایسی ویسی نہیں ہوتیں لی بان لکھتا ہے[1] کہ وہ ظالم ہوا چلا کرتی ہے۔ جسے بادِ سَمُوم کہتے ہیں۔ یہ آگ جیسی تپش بھری ہوا اور پانی کا عنقا ہونا دو چیزیں ہیں۔ جو عربستان میں قافلوں کو برباد کر دیتی ہیں۔ یہ لُوں جب چلتی ہے۔ تو سارا صحرا مہین مہین ریتی سے بھر جاتا ہے۔ اور آندھی اس ریتی کو اس

---

[1] ڈاکٹر گستاؤلی بان فرانسیسی محقق ہے۔ اس کی کتاب تمدن عرب مشہور و معروف ہے کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ اردو میں بھی کئی دفعہ شائع ہوئی۔

طرح پھیلاتی ہے۔ جیسے سمندر میں طوفان سے جھاگ اڑتے ہیں۔ اس آگ بھری آندھی میں گرمی کی وہ شدت ہوتی ہے کہ الامان والحفیظ ہاتھ پاؤں جواب دے جاتے ہیں۔ کوئی قافلہ اس میں پھنس جائے تو قافلے کا قافلہ ریت کے بگولوں میں دھنس جاتا ہے۔ تھوڑی دیر میں ریت کی موجوں کی موجیں ہوا سے اڑ اڑ کے اس کو تہہ خاک کر دیتی ہیں۔

(تمدن عرب)

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ جہاں جنگلوں صحراؤں میں ہوا گرم اور ریت آلود اور ایسی ظالم اور جان لیوا ہو۔ وہاں کون سے ماں باپ ایسے ہوں گے۔ جو جان بوجھ کے اور آگے دے کر اپنے جگر کے ٹکڑے اور آنکھوں کے نور کو بھیجنا پسند کریں۔ نہیں یہ ممکن نہیں ہے۔ کسی طرح نہیں ہے۔ میرا دل نہیں مانتا۔ کس طرح مانے؟

اسی طرح میرا دل یہ ماننے کے لیے بھی تیار نہ ہوا۔ کہ مکے کے رؤسا اپنے بچوں کو موسم کی سختیاں جھیلنے کے لیے گھروں خانہ بدوشوں کے حوالے کر دیتے ہوں گے۔ جن کا کسی ایک جگہ ٹھور ٹھکانہ نہ ہو۔ اٹھاؤ چولھا ہوں۔ آج مشرق میں تو کل مغرب میں پرسوں جنوب میں تو اترسوں شمال میں۔ صبح جہاں ہوتے۔ شام کو وہاں ان کے پڑاؤ کا نام ونشان بھی باقی نہ ملتا۔

یہ خیال مجھے یوں گزرا۔ کہ اتنی بات مجھے معلوم ہے۔ کہ عربستان کے صحراؤں میں کہیں کہیں ایسے سرسبز اور شاداب علاقے بھی ہیں جہاں سال کے بارہ مہینے وافر پانی ملتا ہے۔ باغوں میں درخت ہواؤں سے جھومتے ہیں اور کھیت لہلہاتے ہیں اور بدوؤں میں ایسے قبیلے بھی ہیں جنھوں نے اسلام کے آنے سے بہت پہلے اپنی بستیوں کو مستقل طور پہ آباد کر لیا تھا اور خانہ بدوشی چھوڑے ہوئے مدتیں گزر گئی تھیں۔ اور وہ ایک ہی جگہ ٹکے ہوئے تھے۔ میرا گمان ہی نہیں یقین ہے کہ اماں حلیمہ رض صاحبہ کی بستی بھی سچ مچ ایسی ہی بستی ہوگی۔ جہاں ہر طرف سرسبزی اور شادابی ہوگی۔ اور ان کا قبیلہ مستقل ایک ہی جگہ رہتا ہوگا۔

یقین کو سہارا ملا

حضرت دائی حلیمہ رض کے حالات میں بھی دو ایسی روایتیں ملتی ہیں۔ جو میرے اس خیال کی تائید کرتی ہیں۔ اور یقین کو سہارا دیتی ہیں۔ کہ ان کا گھرانہ خانہ بدوش اور نگھرا نہیں تھا۔ پہلا بیان تو وہ ہے۔ جو مُعارِجُ النّبوّت میں ملتا ہے[1] اور جس کا لب لباب یہ ہے کہ جب وہ پہلی

---

[1] ابن اسحاق رض، ابن راہویہ، ابویعلیٰ رض، طبرانی رض، بیہقی رض اور ابو نعیم کی یہ روایت معارج النبوت میں ہے۔

مرتبہ ننھے حضورؐ کو مکے سے لے گئیں۔ تو اس وقت ان کے وطن میں زبردست قحط پڑا ہوا تھا۔ اور دوسرا بیان وہ ہے۔ جو ابن سعد میں ہے۔ کہ حضرت حلیمہ معظمہ رضؓ ایک دفعہ اس زمانے میں مکے آئیں۔ جب سلطان عالم حضرت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شادی حضرت خدیجہ رضؓ سے ہو چکی تھی۔ انھوں نے عرض کیا۔ کہ ہمارے ہاں قحط پڑ گیا ہے۔ چوپائے ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور مہنگائی نے تباہی مچا دی ہے۔ تو چالیس بکریاں اور مال و اسباب سے لدا پھندا اونٹ لے کر گئیں۔ [1]

اگر وہ خانہ بدوش ہوتے

خدا لگتی بات ہے۔ کہ وہ لوگ خانہ بدوش ہوتے۔ تو قحط سے گھبرا کے مدد معاش کا سہارا لینے مکے نہ آتے۔ خانہ بدوشوں بن باسیوں کے لیئے تو قحط ایک رسمی بات ہے۔ ان کے ہاں تو یہ ہوتی رہتی ہے۔ جس جگہ دانہ پانی ختم ہوا۔ تو گویا ان کے ہاں کال پڑا، قحط ہوا۔ اور انہوں نے اپنے ڈنڈے ڈانڈے سنبھالے۔ اونٹوں پہ سامان لادھا۔ اور ایسی جگہ کی تلاش میں چل نکلے۔ جہاں کوئی اور تالاب، چشمہ یا کنواں مل جائے۔

---

[1] طبقات کبریٰ ج ۱

اماں حلیمہؓ کی بستی کا کھوج

لیکن دائی حلیمہؓ کا گھرانا اور ان کی بستی کے لوگ خانہ بدوش نہ تھے۔ وہ اپنی مستقل بستی میں مستقل آباد تھے۔ پیڑھیوں سے وہیں رہتے تھے، مدتیں گزر گئی تھیں۔ کال پڑے یا بہار آئے۔ انھوں نے اسی ایک جگہ زندگی بسر کی ہے۔ اسی لیئے میں اس بستی کا کھوج لگانا چاہتا تھا۔

اس مبارک بستی کا اتا پتا معلوم کرنے کے لیئے کتابیں چھانیں حدیثیں دیکھیں۔ تاریخ پہ نظریں ڈالیں۔ سیرت کی کتابیں کھنگالیں۔ پھر بھی پتہ نہ ملا۔ ملتا کہاں سے کسی نے بتایا ہو تو سراغ ملے۔ میں اسی لگن میں لگا رہا۔ پھر وہ جو کسی نے کہا ہے۔ کہ ڈھونڈھے سے خدا ملتا ہے۔ تو اللہ کے قربان جائیے۔ کہ آخر اس نے منزلِ مقصود آنکھوں کے سامنے لاکر رکھ دی۔ خدا بھلا کرے چند پاکستانی عاشق زاروں کا جنھوں نے سعودی عربیہ میں رہ کر اماں حلیمہؓ کے گاؤں کا سراغ نکالا۔ اب منزل مل گئی۔ تو اس کامیابی پر دل شاد شاد ہو گیا، دل کی کلی کھل گئی۔ جی کو قرار ملا۔ خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئیں۔

اپنی اس خوشی میں آپ کو بھی شریک کرتا ہوں۔ کہ اماں حلیمہؓ

کے گاؤں کا نام شَحطَہ ہے۔ شہد سے شیریں شحطَہ۔

آئیے اس نگری کو چلیں

میں نے پھر کتابیں کھنگالیں۔ ان راستوں کو ڈھونڈھا۔ اور قافلے جو ان راہوں اور پگڈنڈیوں پہ چلتے ہیں۔ تصوّر کے سائے میں ان قافلوں کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ کہنے کو اسے تصوّر کہہ لیں۔ مگر میں تو اسے تصوّر سے بڑھ کر کوئی عجوبہ سمجھتا ہوں۔ میں نے اس بستی کی ٹھنڈک کو آنکھوں میں سمویا ہے۔ جہاں ننھے حضورؐ کا معصوم ترین بچپن جلوہ گر رہا۔ جی چاہا۔ کہ اب آپ کو بھی وہاں ساتھ لے چلوں تو آئیے شوق اور محبت کے سفر پہ چلیں اور وہ سرزمین دیکھیں جہاں رات دن رحمت برستی ہے۔ وہ جگہ جہاں ننھے حضورؐ نے اماں حلیمہؓ کا دودھ پیا۔ شیماء بہن کی لوریاں سُنیں۔ پلے بڑھے ننھے ننھے قدموں چلے۔ اور جہاں بنی سعد کی فصاحت کے رس کانوں میں پڑے۔

سرزمین قرآن وحدیث

مکّے سے حلیمہ سعدیہ محترمہؓ کے گاؤں چلیں تو سب سے پہلے سرِّر کی بستی ملتی ہے مکّے سے اپنی بستی جاتے ہوئے جناب حلیمہؓ

کا پہلا پڑاؤ یہیں پڑا۔ یہ وہ بستی ہے۔ جہاں حلیمہ حضرتؓ کی سہیلیوں، ہجولیوں نے انھیں طعنے دیئے۔ اور طنز کے تیر چلائے تھے پھر ندامت سے پانی پانی ہوئی تھیں۔

اس پڑاؤ کے بعد جِعرّانہ کی بستی ملتی ہے۔

مکّے سے طائف تک کئی بستیاں ایسی ہیں۔ قرآن مجید میں جن کا ذکر ملتا ہے اس لیئے یہ ارض القرآن ہیں۔ اور کئی بستیاں وہ ہیں۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس تشریف لے گئے۔ حدیثوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ یوں وہ ارض الحدیث ہیں۔ اور ہمارے لیئے مقدس ہیں، معظم ہیں۔ اور ان بستیوں کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اور ان کے ذکر سے دل کی کلی کھلتی ہے۔

جعرانہ

جعرانہ، مکّے اور طائف کے بیچ میں مکّے سے تقریباً چھ میل دور ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ)

جعرانہ ایک عورت کا نام تھا۔ اس کے نام پر اس گاؤں کا نام رکھا گیا۔ یہ اوطاس کے قریب ہے۔ اور مکّے معظمہ سے ایک منزل ہے۔

(مدارج النبوت)

جعرانہ سے دن ڈھلے سوار ہو تو آدمی شب کو مکہ مکرمہ پہنچ جاتے ہیں۔ جعرانہ میں بہت بڑے منہ کا ایک کنواں ہے۔ اس کا پانی بہت ہی شیریں ہے۔ جعرانہ کی پہاڑیوں میں پتھروں کی ایسی بڑی بڑی چٹانیں بہت کثرت سے ہیں۔ جیسے خمیری آٹا گوندھنے کی ناندیں ہوتی ہیں۔ اور وہ یہاں اس طرح اِدھر اُدھر بکھری پڑی ہیں۔ جیسے کسی لشکر نے اپنے پڑاؤ کے وقت ان کو بنا کر ڈال دیا ہے۔ (مدارج النبوت)

جمال جہاں آرا کی دید

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحؒ نے سنایا۔ کہ میں روزوں میں کئی دفعہ پیدل جعرانہ گیا ہوں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا۔ کہ وہاں سو گیا۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال کا دیدار رہا۔ ہر دفعہ جب آنکھیں بند ہوتیں حضورؐ کا جمال جہاں آرا نظر آتا (انھوں نے جو تعداد بتائی۔ وہ مجھے یاد نہیں رہی) راقم الحروف عبدالحق (محدث دہلویؒ) بھی اسی لگن میں جعرانہ پہنچا۔ اور سوتے وقت خواب کی امید کی لیکن میرے نصیب ایسے کہاں تھے۔ کہ یہ سعادت حاصل ہوتی (اللہ ہر چیز پہ قادر ہے) (مدارج النبوت)۔

دودھ شریک بہن سے ملاقات

جعرانہ کو تاریخ اسلام میں اس لیئے بھی شہرت حاصل ہے۔ کہ جنگ حنین کا جو مال غنیمت ملا اور قیدی پکڑے گئے۔ ان کے بارے میں رسول اللہ

لہ شیخ عبدالوہاب متقی رحؒ ہندوستان میں جون پور مالوہ کے رہنے والے تھے۔ اور عرب چلے گئے تھے۔ حدیثیں پڑھنے پڑھانے سے عشق رہا۔ وہاں ان کے حلقے میں صحاح ستہ کا درس ہوتا تھا۔ مکے، مدینے، مصر، شام و یمن کے علماء نے ان کی دینی خدمات کو سراہا ہے۔ عبدالحق محدث دہلوی رحؒ ان کے شاگرد بھی ہیں، مرید بھی ہیں (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحؒ: اخبار الاخیار) شیخ عبدالوہاب متقی رحؒ نے ۱۰۰۱ھ میں وفات پائی۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ کہ انھیں جعرانہ لے جاؤ۔ اور قیدیوں کو کھانا اور کپڑے دو۔ بعد میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کو چھوڑ دیا۔

اس بستی کو اس لیئے بھی شہرت ملی۔ کہ مدتوں بعد اپنی دودھ شریک بہن شیماء سے رحمت عالم حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اسی جگہ ہوئی تھی۔

یہاں سے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام عمرہ کرنے کے لیئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے یہاں حضور اطہرؐ کے نقش پا قدم قدم پہ پڑے ہیں۔

اماں حلیمہؓ کی خاطر مدارات

ابوداؤدؒ میں ایک حدیث ہے۔ جسے مشکوٰۃ نے بابُ البروالصلۃ میں نقل کیا ہے۔ کہ حضرت ابی طفیلؓ کہتے ہیں کہ میں نے جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت بانٹتے ہوئے دیکھا۔ اتنے میں ایک خاتون آئیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیئے اپنے پاس چادر بچھائی۔ اور وہ اس پہ بیٹھ گئیں۔

میں نے لوگوں سے پوچھا۔ یہ خاتون کون ہیں ؟

انھوں نے بتایا کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی وہ ماں ہیں
جنھوں نے ان کو دودھ پلایا تھا۔ (ابوداؤد[1] ومشکوٰۃ ج-۲[2])

---

[1] ابوداؤد سلیمان بن اشعثؒ سجستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اب جس کا کچھ حصّہ افغانستان میں ہے اور کچھ حصّہ ایران میں ہے۔ وہ حدیثوں کی تلاش میں عراق، خراساں، مصر، شام، جزیرہ، بغداد اور بصرے کے عالموں سے ملے۔ اور ان سے حدیثیں سُن کر لکھیں وہ بہت پرہیزگار اور نیک آدمی تھے ۲۷۵ھ میں بصرہ میں انتقال کیا۔

[2] حدیثوں کی چھ مشہور کتابیں ہیں۔ ان کے مجموعہ کو صحاحِ ستّہ کہتے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا ہر ایک کے بس میں نہ تھا۔ اس لیٔے ابو محمد حسین بن فراء بغویؒ نے ان چھ اور دیگر پانچ کتابوں کا نچوڑ اپنی کتاب مصابیح میں جمع کر دیا۔ لیکن شاید اختصار کے لیٔے حدیثوں کی سندوں کو چھوڑ دیا۔ اس پہ بعض تنقید کرنے والوں نے اعتراض کیا تو شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمریؒ نے اس کمی کو پورا کر کے مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے پیش کر دیا۔ گویا چراغ کو چراغ دان پہ رکھ دیا۔ پھر یہ اتنی مقبول ہوئی کہ تمام عالم اسلام نے یہ درس میں داخل کر لی۔ اس میں ان گیارہ کتابوں کا عطر ہے۔
بخاری۔ مسلم۔ سُنَن ابوداؤد۔ سُنَن ابن ماجہ۔ مُسند احمد۔ سُنن بیہقی۔ جامع ترمذی۔ سُنَن نسائی۔ سُنن امام مالک۔ سُنن امام شافعی۔ سُنن دارمی۔

نخلہ

کھجوروں کے جہاں بہت سے جھنڈ ہوں۔ اسے نخلستان اور جہاں کھجوروں کا ایک درخت ہو اسے نخلہ کہتے ہیں۔ ویسے نخلہ ایک بستی کا نام بھی ہے۔ "یہ نخلہ مکے کے شمال میں تقریباً دس میل ہے۔" (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) اس کو بطنِ نخلہ بھی کہتے ہیں۔

نخلہ یمانیہ اور نخلہ شامیہ دو ندیاں ہیں۔ مکے سے دو راتوں کے فاصلے پر یہ دونوں بطن مر کی ندی میں مل جاتی ہیں۔ نخلہ شامیہ، عُمیر کی طرف سے آتی ہے۔ عُمیر، ذات عرق (نجد و تہامہ کی سرحد) اور بستان کے بیچ میں ایک گاؤں ہے۔ نخلہ یمانیہ قرن کی طرف سے آتی ہے۔ اسی وادی میں حنین کے دن ہوازن کا لشکر جمع ہوا تھا (یاقوت: معجم البلدان)۔

معرکہ بدر سے پہلے

نخلہ کو اس لیے شہرت حاصل ہے کہ (۱) معرکہ بدر سے بھی پہلے یہاں مسلمانوں کی قریشیوں سے جھڑپ ہوئی تھی۔ اس میں

دشمنوں میں سے عَمرِو بن حضرمی مارا گیا۔ اور عثمان و نوفل پکڑے گئے۔

جب مسلمان مکّے سے ہجرت کر کے مدینے چلے گئے۔ تو قریشیوں نے انھیں وہاں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیا مکّے سے مدینے تک جو قبیلے بسے ہوئے تھے۔ وہ سب کے سب قریشیوں کے دباؤ میں تھے۔ انھوں نے ان سب قبیلوں کو اسلام کا دشمن بنا دیا تھا (ابن ہشام : واقعات وُفود) ہجرت کے چھ سال بعد تک بھی یہ حال تھا۔ کہ ۶ھ میں بحرین سے سفارت آئی۔ تو انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ مُضَر کے قبیلے والے ہم کو آپ تک نہیں پہنچنے دیتے (صحیح بخاری۔ ذکر وفد عبدالقیس)۔

مدینے پہنچ کے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلا یہ کام کیا۔ کہ حفاظت خود اختیاری کی تدبیر کی (شبلی نعمانی : سیرت النبیؐ ج ۱) اللہ پاک نے ۲ھ میں جہاد کی اجازت دی (زُرقانی : مُواہب لدُنیہ) فرمایا "اور خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں" (۲۔ سورہ بقرہ - ۲۴۔ تفسیر ابن جریر)

مدینہ کی بربادی کے ارادے

اس جرم میں کہ انصاریوں نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے۔

قریشیوں نے مدینے کی بربادی کا فیصلہ کرلیا۔ اور اپنے تمام متحدہ قبیلوں میں یہ آگ بھڑکا دی (شبلی نعمانی: سیرت النبیؐ ج ۱)

امن کے جتن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے توڑ کی یہ ترکیبیں سوچیں۔ کہ قریشیوں کی شام کی تجارت پر جس پہ ان کو بڑا غرور تھا۔ پابندی لگا دی جائے۔ تاکہ وہ صلح پہ مجبور ہو جائیں۔ اور مدینے کے آس پاس جو قبیلے بستے ہیں۔ ان سے امن و امان کے معاہدے کیئے جائیں۔ تاکہ قریشی انھیں اپنے ساتھ ملا کے مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

مدینے سے چھیڑ خانی

اُن ہی دنوں میں کُرز بن جابر فِہری[1] رئیس مکّہ نے مدینے کی چراگاہ پہ حملہ کیا۔ اور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوپائے لوٹ لیئے۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا۔ مگر وہ بچ کے نکل گیا۔

---

[1] بعد میں یہ کُرز مسلمان ہو گئے۔ اور فتح مکّہ میں تنہا راہ چلتے ہوئے، شہید ہو گئے۔ (شبلی نعمانی: سیرت النبیؐ ج ۱)

امن کے معاہدے

مُسلمانوں نے امن کے معاہدوں کے لیئے جو جتن کیئے۔ ان سے قبیلہ جُہینہ، مُزینہ، ضمرہ اور مُدلج والوں سے دوستی اور امن و امان کے معاہدے ہو گئے۔ یہ قبیلے بہت وسیع علاقوں میں آباد تھے۔ اس طرح مسلمانوں کو جو مدینے کی بستی میں محدود تھے۔ اب ان لمبے چوڑے علاقوں میں جو دور دور تک پھیلے ہوئے تھے بااعتماد اور مضبوط دوست مل گئے۔

ایک دفعہ سالار اُمَم رسول اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عبداللہ بن جحش رض کے ساتھ آٹھ یا بارہ آدمیوں کی ٹکڑی کو بطن نخلہ کی طرف بھیجا۔ اور انھیں بند لفافہ دیا۔ اور فرمایا کہ اس کو دو دن بعد کھولنا دو دن بعد جہاں تک پہنچ چکے تھے۔ وہاں پہنچ کے لفافہ کھولا۔ تو اس میں ہدایت تھی، کہ نخلہ پہنچ کے وہیں ٹھیرو اور قریشیوں کے حالات کا کھوج لگاؤ۔ اور ان کی خبریں بھیجو۔

پہلی جھڑپ

ہونی شُدنی ہو کے رہی۔ ہوا یہ کہ قریشیوں کے چند تاجر شام

سے مال و اسباب لیئے ہوئے آرہے تھے۔ آمنا سامنا ہوا۔ تو حضرت عبداللہؓ نے حملہ کر دیا۔ اُن میں سے ایک آدمی عمرو بن حضرمی[1] مارا گیا۔ دو آدمی پکڑے گئے۔ اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔ یہ مسلمانوں اور قریشیوں کی سب سے پہلی جھڑپ تھی۔

مدینے پہنچ کر حضرت عبداللہؓ نے باعث نظم جہاں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غنیمت کی چیزیں پیش کیں۔ اور سارا حال بیان کیا۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میں نے تمھیں (اس کام کی) اجازت نہیں دی تھی۔ اور مال غنیمت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

صحابیوںؓ نے بھی حضرت عبداللہؓ سے برہم ہو کے کہا:۔

تم نے وہ کام کیوں کیا جس کا حکم نہیں تھا (قافلہ کیوں لوٹا) اور مقدس مہینے میں کیوں لڑے حالاں کہ اس مہینے میں لڑنے کا حکم نہ[2]

---

[1] عمرو بن حضرمی کو حضرت واقد بن عبداللہ تمیمی نے قتل کیا۔ یہ صاحب بنی ثعلبہ بن یربوع سے تعلق رکھتے تھے (محمد بن عمر واقدی : مغازی)

[2] عرب میں رجب۔ ذیقعد ذالحجہ اور محرم کے مہینوں کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ اور ان میں لڑائیاں بند ہو جاتی تھیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا۔ دن میں کافروں سے لڑائی ہوئی۔ شام کو رجب کا چاند نظر آیا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ رجب کا پہلا دن تھا یا جمادی الآخر کا آخری دن۔ آخر کار یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الشھر الحرام الخ (۹ توبہ ۳۶) اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ بے شک معظم مہینوں میں جنگ کرنی اسی طرح حرام ہے جیسے پہلے حرام تھی۔ مگر اس سے زیادہ خدا کے نزدیک کافروں کے کرتوت نازیبا ہیں۔
مگر بعد میں مہینوں کی یہ خصوصیت ختم کر دی گئی (دیکھو ۹۔ توبہ۔ ۳۶)

تھا (طبری)

جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے۔ وہ مکے کے بڑے معزز خاندانوں کے آدمی تھے۔ عمرو حضرمی جو مارا گیا حضر موت کے رئیس عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا۔ اور یہ عبداللہ حرب بن امیہ کا دوست اور اتحادی تھا (اصابہ) اور یہ حرب امیر معاویہ کا دادا اور قریشیوں کا رئیس اعظم تھا۔ جناب عبدالمطلب کے مرنے کے بعد مکے کی ریاست اسی کو ملی۔ اور دونوں قیدی یعنی عثمان اور نوفل مغیرہ کے پوتے تھے[1]۔ (طبری) مغیرہ حضرت خالد سیف اللہؓ کا دادا اور ولید کا باپ تھا۔ اور وہ حرب کے بعد مکے کا دوسرے درجے کا رئیس تھا۔ اس واقعہ سے تمام قریشی بھڑک گئے۔ اور خون کا انتقام لینے کی بنیاد پڑ گئی۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ، امت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بھانجے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

معرکۂ بدر اور اس کے بعد جتنی لڑائیاں قریشیوں سے ہوئیں۔ ان سب کی وجہ حضرمی کا یہی قتل ہے۔

طبری نے بھی یہی بتایا ہے کہ:۔

---

[1] واقدی نے قیدیوں کے نام عثمان بن عبداللہ اور حاکم بن کیسان لکھے ہیں۔ (محمد بن عمر واقدی: مغازی)

جس واردات نے بدر کے واقعہ کی بنیاد ڈالی۔ اور وہ تمام لڑائیاں چھڑیں جو نور الہدیٰ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریشیوں میں پیش آئیں۔ اِن سب کا سبب یہی ہے۔ کہ واقدؔ ہی نے حضرمی کو قتل کردیا تھا۔ (طبری)

غنیمت میں پانچواں حصّہ

مالِ غنیمت میں سردار کے لیئے چوتھائی کے بجائے پانچویں حصّے کا رواج بھی سب سے پہلے نخلہ میں پڑا۔

واقدی نے لکھا ہے کہ جاہلیّت کے زمانے میں سردار کو مالِ غنیمت میں سے چوتھائی حصّہ ملتا تھا۔ مگر عبداللہ بن جحش رضؓ نے نخلہ کے مالِ غنیمت کی تقسیم میں اس پُرانے رواج کو بدل دیا۔ اور حضُور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے پانچواں حصّہ نکال کے باقی سب چیزوں کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردیا۔[1] وہ لکھتا ہے کہ اسلام کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ ہی کے دستِ مبارک سے اس طریقہ کی بنیاد رکھی گئی ۔ اس کے بعد قرآن پاک کی آیت نازل ہوئی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے پانچواں حصّہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] پانچویں حصّے کو خمس کہتے ہیں یعنی پانچ میں سے ایک یا پانچواں حصّہ

کے لیۓ مخصوص کردیا۔ (محمد بن عمر واقدی : مغازی)

اللہ پاک نے فرمایا کہ "جو کچھ غنیمت میں ملے۔ اس کا پانچواں حصّہ خاص اللہ اور رسول اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کا ہے۔ (۸ - انفال - ۴۱)[1]

حضرت ابو بُردَہ بن دینار نے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے نخلَہ کی غنیمت کی تقسیم ملتوی کردی۔ اور بَدر کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آکر نخلَہ اور بَدر دونوں کی غنیمتوں کو ساتھ ساتھ تقسیم کیا۔ اور ہر ایک کو اس کا پورا پورا حصّہ عنایت فرمایا (محمد بن عمر واقدی[2] : مغازی)

---

[1] مسئلہ یہ ہے کہ اس پانچویں حصّے کو پھر پانچ حصّوں میں تقسیم کیا جائے گا ان میں سے ایک حصّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہے اور ایک حصّہ ان کے قریبوں عزیزوں کے لیۓ اور تین حصّے یتیموں، مسکینوں، مسافروں کے لیۓ ہیں۔ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے۔ کہ حضور اقدس ؐ کے وصال کے بعد ان کا حصّہ اور ان کے قریبوں عزیزوں کا حصّہ بھی یتیموں مسکینوں مسافروں کو ملے گا (قرآن شریف بتفسیر ابن کثیر رح)

[2] محمد بن عمر واقدی اسلمی رض نے سیرت نبوی ؐ پر کتاب السیرۃ اور کتاب التاریخ والمغازی لکھیں ان دونوں کتابوں نے بہت شہرت پائی۔ اور اب یہ نایابی کی حد تک کمیاب ہیں۔

امیر المومنین کا خطاب

امیر المومنین کا خطاب بھی پہلی مرتبہ نخلہ کے سلسلے میں عطا ہوا۔ حضرت ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ:۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو اس فوجی دستے کی سپہ سالاری کی کارگزاری کے انعام میں امیر المومنین کا خطاب ملا۔ (محمد بن عمر واقدی: مغازی (۴)) نخلہ میں جو معرکہ پیش آیا۔ اس کے بارے میں قرآن شریف کی آیت اتری "اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جس طرح وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں۔ (۹۔ توبہ۔ ۲۶)

ماں کو باپ پر برتری

پروفیسر فلپ حتی[1] کا بیان ہے کہ عرب میں باپ سے بڑھ کر ماں

جحش ۔ شادی ۔ اُمیمہ بنت عبدالمطلب

حضرت عبداللہ | عبیداللہ | عبد | ام حبیب | حمنہ | ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا

لہ پروفیسر فلپ حتی دورِ جدید کا مشہور مستشرق ہے۔ اس کی کتاب "ہسٹری آف عربز" کو بہت شہرت ملی۔ وہ شام کا عیسائی ہے۔ آخر میں امریکہ میں جا بسا تھا۔ عرب ہونے کی وجہ سے وہ عربوں کے عظیم کارناموں پہ فخر کرتا ہے۔ مگر عربیت سے انس رکھنے کے باوجود اسلامیات کے میدان میں کہیں کہیں تعصب کا شکار ہو جاتا ہے اس کی یہ کتاب، مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اور اسے اپنی بات کو خوب صورت الفاظ میں پیش کرنے کا ڈھنگ آتا ہے لیکن جہاں اس نے ڈنک مارے ہیں، وہ صحافت پہ بدنما داغ ہیں۔

کے خون کے رشتہ کو برتری دی گئی تھی اور خاندان کے انتظام کے سلسلے میں ماں کو سردار مانا جاتا تھا۔ اس لیئے عربوں کی قدیم عبادت میں دیوی کو دیوتا پہ فوقیت دی جاتی تھی۔ (تاریخ عرب)

بتوں کی بہتات

عرب میں درخت، چشمے، غار اور پتھر پوجے جاتے تھے۔ غاروں کو زیر زمین دیوتاؤں اور قوتوں کی وجہ سے مقدس مانا جاتا تھا۔ شروع میں نخلہ میں غار غبغب کی نوعیت بھی یہی تھی۔ (تاریخ عرب)

"ذاتِ انواط" ایک درخت تھا۔ جس پر منّت کی چیزیں لٹکائی جاتی تھیں۔ مکّے والے ہر سال وہاں جایا کرتے تھے۔ ممکن ہے یہی وہ درخت ہو۔ جو العزیٰ کے مندر میں تھا۔ (ایضاً)

عزیٰ یعنی صاحب قوت ستارہ صبح، زہرا کا دین نخلہ میں جاری تھا۔ کلبی کا بیان ہے۔ کہ قریشی اس بت کی سب سے بڑھ چڑھ کے تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ اس کے مندر میں صرف تین درخت تھے۔ وہاں آدمی کی قربانی بھی کی جاتی تھی۔ جنوبی عرب کے رہنے والے ایک شخص نے اپنی بیمار بیٹی مسماۃ امتہ عزیٰ کی طرف سے وہاں سونے کا بت چڑھایا تھا۔ ظہور اسلام کے وقت عبدالعزیٰ جیسے نام عام طور

پہ رکھے جاتے تھے۔ (ایضاً)

بتوں پہ بھروسا

عرب میں بہت سے بُت پوجے جاتے تھے۔ ان سب بتوں میں عُزّیٰ سب سے بڑی دیوی کا بت مانا جاتا تھا عزّیٰ کا بُت نخلہ شامیہ کی ایک وادی میں نصب تھا۔ یہ جگہ مکّے سے عراق جاتے ہوئے مُشعِد کے دائیں طرف پڑتی ہے۔ یہاں ذاتِ[1] عِرق[2] سے اوپر نو میل کے فاصلے پہ یہ بُت خانہ تھا۔ اس بُت کو ظالم بن اسعد نے بنایا تھا۔ اور یہاں عمارت بنادی۔ کہتے ہیں کہ اس میں سے آوازیں سُنائی دیتی تھیں۔ قریشی سب بُتوں میں اسے بڑا بُت مانتے تھے۔ اور کعبے کا طواف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ :-

ہمیں لات و عزّیٰ اور مَنات سے سفارش کی امید ہے۔ اور کہتے تھے۔ کہ (نعوذ باللہ) یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور یہ اللہ سے سفارش کریں گی (بلوغ الارب ج ۲)

کعبہ کا سا روپ بہروپ

قریشیوں نے وادی حُراض کی ایک گھاٹی جس کا نام سُقام ہے

---

[2] شور زمین کو عِرق کہتے ہیں۔ یعنی وہ زمین جس میں کھار نمک یا شور ہو۔ ایسی زمین کاشت کے قابل نہیں ہوتی۔

[1] ذات کے معنی والی، صاحب، مالک برتنے کی حقیقت۔ ذاتِ عِرق یعنی شور والی زمین

اس بُت کے لیئے مخصوص کر رکھی تھی۔ اس طرح انھوں نے اسے حرم کعبہ سے مشابہت دی تھی۔ یہاں قربانی کے جانور بھی ذبح کیئے جاتے تھے۔ بنی سُلیم کی شاخ بنی شیبان کے لوگ اس کے مجاور تھے۔ اس کا آخری مجاور دُبَیَّہ تھا۔

حرم سُلیمی
|
دُبَیَّہ

عُزّیٰ کی عزت اُتر گئی

کتاب الاصنام میں ابن عباسؓ کی ایک روایت ہے۔ کہ عُزّیٰ ایک شیطان عورت تھی۔ وہ بطنِ نَخلَہ میں جھاؤ[1] کے تین درختوں کے پاس آیا کرتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدبن ولیدرضؓ کو بھیجا اور فرمایا۔

بطنِ نَخلَہ جاؤ۔ وہاں جھاؤ کے تین درخت ہیں۔ پہلے درخت کو کاٹ ڈالنا۔

خالدبن ولیدرضؓ جب وہ درخت کاٹ کر آئے تو حضورؐ نے پوچھا:۔

کیا تمھیں کچھ دکھائی دیا؟

عرض کیا۔ نہیں

فرمایا۔ دوسرے کو بھی کاٹ دو۔

---

[1] ایک درخت جو دریا کے کنارے ہوتا ہے۔ اس سے ٹوکرے ٹوکریاں بُنی جاتی ہیں۔

خالدؓ اسے بھی کاٹ کر آئے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے پھر پوچھا۔

کچھ دیکھا؟

عرض کیا۔ نہیں۔

حکم ہوا تیسرے کو بھی کاٹ دو۔

خالدؓ پہنچے تو وہاں ایک شیطان عورت نظر آئی بال بکھرے ہوئے اور پستان کندھے پر رکھے ہوئے وہ دانت پیس رہی تھی۔ اور اس کے پیچھے پیچھے دُبیَّہ تھا۔

دُبیَّہ نے حضرت خالدؓ کو دیکھ کے اشعار پڑھے :۔

سُنو عُزّیٰ! اوڑھنی اُتار کے دامن سمیٹ لو اور خالدؓ پر زور و شور سے حملہ کرو اور دیکھو پیچھے نہ ہٹنا۔

اگر آج تم نے خالدؓ کو قتل نہ کیا۔ تو ذلیل و خوار ہو جاؤ گی اور نصرانی بن جاؤ گی۔

حضرت خالدؓ نے تلوار مار کر اس کا سر پھوڑ دیا۔ دیکھا تو وہ کوئلہ ہو گئی تھی پھر درخت کاٹا اور دُبیَّہ کو قتل کر ڈالا۔ اور واپس آ کے حُضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو سارا واقعہ سُنایا۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :۔

یہ (آخری) عُزّیٰ تھی۔ آئندہ عربوں میں کوئی عُزّیٰ نہ ہوگی۔
(ہشام بن محمد بن سائب کلبی: کتاب الاصنام)

نخلہ کا نام اب زَیمہ ہے (ابوالحسن ندوی) لیکن یاقوت کا بیان ہے کہ زیمہ وادی نخلہ کا ایک گاؤں ہے (معجم البلدان) ممکن ہے کہ زمانے کے بدلنے کے ساتھ ساتھ نام بھی بدل گیا ہو۔ پہلے نخلہ کے ایک گاؤں کا نام زَیمہ تھا۔ ہوتے ہوتے اب پورے نخلہ ہی کو زَیمہ کہا جانے لگا۔

قَرن

قَرن، مکّے سے شمال مشرق میں تقریباً چودہ پندرہ میل ہے (دائرہ معارف اسلامیہ) قرن، نجد والوں کی میقات ہے۔ نجدی یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔ یہ بڑا شہر ہے۔ اور یمن کے ایک قبیلے کا نام بھی قَرن ہے (یاقوت: معجم البلدان) نجد والے حج اور عُمرے کے لیئے اسی جگہ احرام باندھتے ہیں۔

قرن کو اس لیئے بھی شہرت حاصل ہے کہ یہ حضرت اُوَیس قَرنی رضؓ کا وطن ہے۔ داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحؒ کشف المحجوب میں کہتے ہیں کہ حضرت اُوَیس قرنی رضؓ طبقہ تابعین کے ائمہ طریقت میں

سے آفتابِ اُمت اور شمعِ دین و ملت ہیں۔

ٹھگنا قد، لمبے بال اور دائیں طرف روپے کے برابر سفید نشان تھا۔ ایسا ہی سفید نشان ہاتھ کی ہتھیلی پہ بھی تھا۔ ہَرِم بن حیان نے ان کے حلیہ کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فربہ اندام، گندم گوں، گھنی داڑھی، منڈا ہوا سر، چہرہ بڑا اور پُرجلال اور بدن پہ بال زیادہ تھے۔ کمبل کا کرتہ کمبل کا تہمد تھا۔ (ہرم بن حیان بحوالہ طبقات ابن سعد ج ۶)

اُویس قرنیؓ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ حیات اور عہد مبارک پایا مگر ماں کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے مکے مدینے نہ پہنچ سکے اس لیئے دیدار جمال جہاں آرا سے محروم رہے۔ شاعر نے اس محرومی کا یوں ذکر کیا ہے ؎

شکن پرور، طالع نارسا — اُویس قرن عاشق مصطفٰےؐ

وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہ کے عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ جب لوگوں کی آرجار زیادہ ہوئی۔ تو قرن کو چھوڑ کے کوفے چلے گئے۔

یمن کے رہنے والے قبیلہ مُراد سے تعلق ہے عشقِ رسولؐ اور پیروی رسولؐ ان کی زندگی کا طُرّہ امتیاز تھا۔ وہ درد و سوز اور

مالک مذحجی
مُراد
ناجیہ
دودمان
قَرن
عصوان
سَعد
عُمَرد
مالک
خیرد
عامر
اُویس رض

صدق داخلاص کا پیکر تھے۔ انھیں بارگاہِ رسالت سے غائبانہ خیرُ التابعین کا خطاب عطا ہوا تھا۔

اسیر بن جابر رض۔ کہتے ہیں۔ کوفے میں ایک محدث تھے۔ ہم ان سے حدیث کا درس لیا کرتے تھے درس ختم ہو جاتا تو ہم چلے آتے۔ مگر تھوڑے سے لوگ وہیں رہ جاتے۔ ان میں ایک آدمی ایسا بھی تھا۔ جو ایسے ایسے اسرار و رُموز اور حکمت و دانش کی باتیں بیان کیا کرتا۔ جن کو ہم بخوبی سمجھ نہیں سکتے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو کہ وہ کون ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے بتایا۔ کہ ہاں میں ان کو جانتا ہوں۔ وہ اُویس قَرنی رض ہیں (ابن سعد ج ۶)

اُویس قَرنی رض کے زُہد (دنیا سے بے رغبتی) کا یہ حال تھا۔ کہ گھر بار، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے سے ہمیشہ لاپروا رہے۔ ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں رہتے اور فرمایا کرتے تھے کہ خدایا! میں تجھ سے بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کی معافی چاہتا ہوں۔ لباس جو میرے جسم پر اور غذا جو میرے پیٹ میں ہے۔ اس کے سوا میرے

پاس کچھ نہیں ہے۔ (ایضاً)

خیرالاولین و آخرین۔ حبیب ربُ العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو حضرت اُویس قرنی رضؓ کی ایک ایک علامت بتلادی تھی کہ خیرالتابعین قبیلہ مراد کا ایک آدمی ہے۔ اس کا نام اُویس رضؓ ہے۔ جب یمن کے لوگ تمھیں مدد دینے کے لیئے آئیں گے۔ تو وہ بھی ان میں ہو گا اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں۔ سب مٹ چکے ہیں۔ صرف درہم برابر ایک نشان باقی رہ گیا ہے اس کی ماں ہے۔ اور وہ اس کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ جب کبھی وہ خدا کی قسم کھاتا ہے۔ تو خدا اس کی قسم کو پورا کرتا ہے۔ اور وصیت فرمائی تھی کہ اے عمر رضؓ اگر تم اس سے دُعائے مغفرت کروا سکو تو یہ کام ضرور کرنا (ابن سعد ج ۲)

اس کے بعد حضرت عمر رضؓ برابر ان کی تلاش میں رہے۔ جب یمن سے فوجی مدد آئی۔ تو وہ تلاش کرتے کرتے ان تک پہنچے۔ اور پوچھا۔ کیوں صاحب کیا آپ ہی اُویس رضؓ بن عامر ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہاں میں وہی ہوں۔ فرمایا سرور ذی شان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے بارے میں خبر دی تھی۔ آپ میرے لیئے دعا کیجیے۔ یہ سُن کر انھوں نے دعا کی۔ پھر پوچھا۔ اب کدھر جانے کا ارادہ ہے۔ کہا کوفے جاؤں گا۔ فرمایا میں وہاں کے عامل (گورنر) کو آپ کے بارے میں خبر بھیج دیتا ہوں۔

وہ بولے۔ نہیں مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو عام لوگوں کے ساتھ رہنا سہنا پسند کرتا ہوں۔ (ایضاً)

مُسلم کی ایک حدیث مشکوٰۃ میں ملتی ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطّابؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ یمن سے تمھارے پاس ایک آدمی آئے گا۔ اس کا نام اُوَیسؓ ہے یمن میں اس کی ماں کے سوا کوئی (رشتہ دار) نہیں ہے۔ اس کے بدن پر سفیدی تھی (برص کے داغ تھے) اس نے خدا تعالیٰ سے دُعا کی تو وہ سفیدی جاتی رہی۔ مگر ایک دینار یا دِرہم جتنی رہ گئی وہ تم میں سے جس آدمی کو مل جائے۔ وہ اس سے اپنے لیئے مغفرت کی دُعا کرائے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت عمر بن خطّابؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا ہے۔ کہ تابِعین میں (یعنی ان لوگوں میں، جنھوں نے حُضُور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے دیدار نہیں کیئے مگر صحابیوںؓ کو دیکھا ہے) ایک بہترین آدمی ہے (خیر التّابِعین ہے) اس کا نام اُوَیسؓ ہے (رشتے داروں میں صرف) اس کی ماں ہے۔ اس کے جسم پہ سفیدی ہے۔ تم اس سے دُعائے مغفرت کی درخواست کرنا۔ (مسلم ، مشکوٰۃ ج ۲)

حُنَین

حنین۔ مکّے اور طائف کے بیچ میں ایک گاؤں ہے۔ اور وہاں ایک چشمہ بھی ہے۔ مکّے شریف سے وہاں کا فاصلہ تین رات دن کا ہے۔

(مدارج النبوت)

حُنَین۔ مکہ اور طائف کے بیچ میں مقام ذُوالمجاز کے پاس ہے۔ جو عُرفہ[1] سے تین میل ہے۔ (زُرقانی)

زہیدابل
|
عَمالِقہ
|
حُنَین

عَمالِقہ[2] کے ایک سردار کا نام حُنَین تھا۔ وہ مدتوں اس وادی پہ قابض رہا اور یہ اسی کے نام سے مشہور ہوگئی۔ یہ وادی مکّے سے اندازاً پندرہ سولہ میل دور ہے

(یاقوت مُعجمُ البُلدان) حُنَین ایک وادی ہے۔ جو مکّے سے تین راتوں کے فاصلے پہ ہے (ابنِ جوزی رح)

---

[1] عُرفہ۔ وہ زمین جہاں بہت زیادہ گھاس ہو (یاقوت)

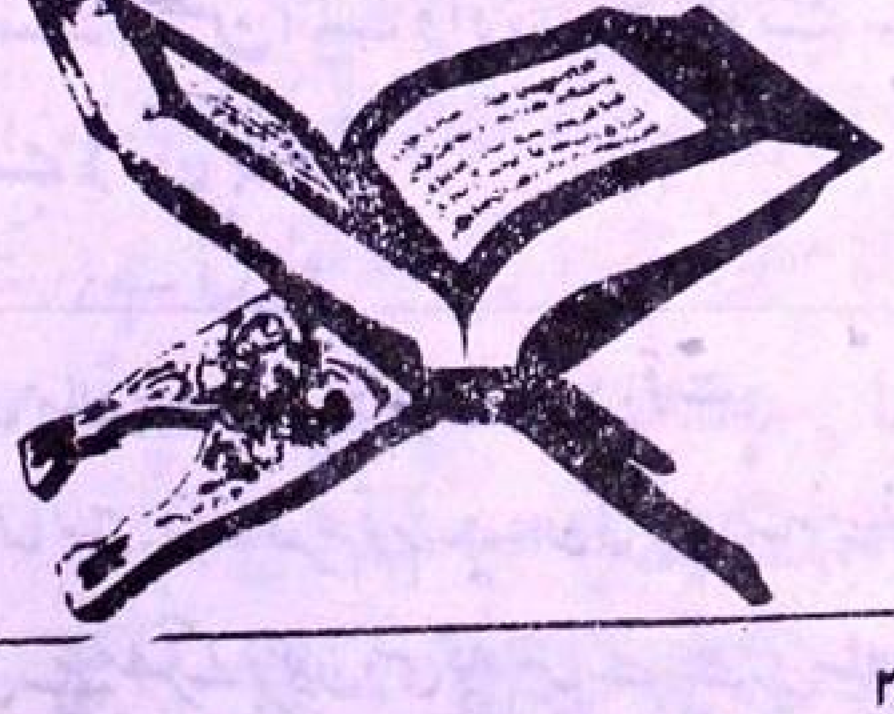
[2] عَمالِقہ۔ عمالیق۔ ایک قدیم قوم ہے۔ ان کی نسل سام بن نوح کے پڑپوتے عملیق کی نسل سے چلی ہے۔ مصر کے فرعون اسی قوم میں سے تھے۔ (بیان اللسان)

حُنَین آج سے نہیں۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں سے لاپتا ہے۔ اندازہ ہے۔ کہ یہ غیر آباد چٹیل مقام تھا۔ جو معرکہ حُنَین کی وجہ سے تاریخ اسلام میں شہرت پا گیا۔ اور بعد میں بھی کبھی آباد نہ ہوا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

معرکہ حُنَین کے وقت بھی حُنَین شاید غیر آباد مقام ہو گا۔ وہاں خلاف توقع دشمن سے مقابلے کی نوبت آ گئی۔ اس لیئے اسے شہرت مل گئی۔ اور قرآن مجید[1] میں اس کا ذکر آ گیا۔ آج بھی حُنَین لاپتا ہے۔ مشہور مورخ محمد حمید اللہ کا اندازہ ہے۔ کہ یہ مکّے سے چالیس پچاس میل یا اس سے بھی کچھ زیادہ دور ہو گا۔

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ)



---

[1] سورہ توبہ ۲۵

اَوطَاس

اَوطَاس وہ میدان ہے، جہاں معرکہ حُنین کے وقت دشمنوں نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ ڈیرے خیمے لگائے تھے۔ وہ اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کو بھی لائے تھے۔ اور انہیں یہیں ٹھیرایا تھا۔ ان ہی میں حلیمہ سعدیہؓ کے خاندان والے بھی شامل تھے۔

اَوطاس گھوڑوں کے لیے اچھی جولان گاہ ہے۔ وہ یہاں بخوبی کود پھاند سکتے اور بھاگ دوڑ سکتے ہیں زمین نہ اتنی سخت ہی ہے۔ کہ پاؤں میں چُبھے۔ نہ بہت نرم ہے کہ پاؤں دھنس دھنس جائیں۔ (دُرَید بن صِمّہ بحوالہ ابن ہشام)

ترکی سلطان عبدالحمید ثانی کے حکم سے جب حجاز ریلوے کی داغ بیل ڈالی گئی تو حجاز کے کئی نقشے تیار ہوئے اور شائع کیے گئے۔ ان میں سے ایک طائف کے شمال مشرق میں کوئی تیس چالیس میل پر "اوتاس" کا مقام بتایا گیا ہے۔ غالباً ترکی انجینیروں نے مقامی آبادی سے نام سُن کر عربی کی صحیح املات

ناواقفیت کی بنا پر اُوطاس کی جگہ اُوتاس لکھ دیا۔ معرکۂ حُنَین اسی وادی میں پیش آیا تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

اُوطاس اب بھی لاپتا ہے۔ چوں کہ دشمنوں نے اپنی عورتوں، بچوں اور ریوڑوں کے ساتھ یہاں پڑاؤ ڈالا تھا اس لیئے یہ یقین ہے کہ یہاں پانی کافی تھا۔ اور اس وجہ سے شاید کچھ سبزی ہو اور کھجوروں کے باغ بھی ہوں گے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ)



معرکۂ حُنین

جس میں فرشتے مدد کو آئے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ (توبہ ۲۵)

خودسر اور مغرور ہَوازِن

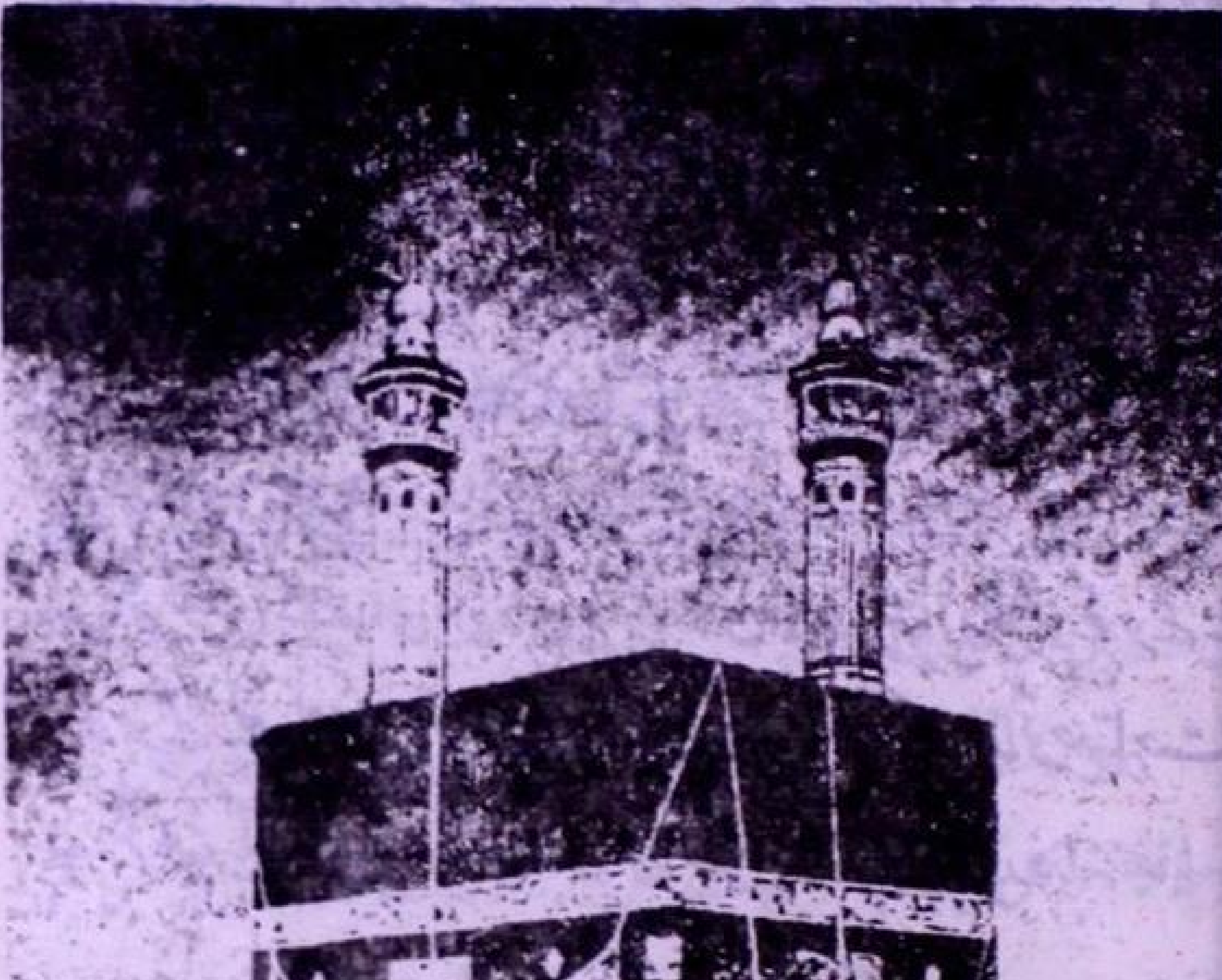
شوال ۸ھ کا ذکر ہے کہ حُنَین کی جنگ پیش آئی۔ اس کو معرکۂ ہوازن بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اس معرکہ کا ذکر آیا ہے۔[1]

باڈلے کہتا ہے کہ طائف کے چاروں طرف ہَوازِن کے مشہور قبیلے کی چراگاہیں تھیں۔ اس قبیلے کے لوگ بڑے خودسر اور مغرور تھے۔ اور اپنی محفوظ پہاڑی پناہ گاہوں کی وجہ سے اپنی خودمختاری پر نازاں تھے۔ مکّے میں جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہوگئے۔ اور مکہ فتح کرلیا تو ہَوازِن والوں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ مُسلمان سارے عرب پر غلبہ پالیں۔ ان پر پوری قوت سے حملہ کردیا جائے۔ اس لیئے انھوں نے اپنے تمام دوستوں اور اتحادی قبیلوں کو جو انہی پہاڑوں میں رہتے تھے۔ اپنے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کی دعوت دی اور ان سب کو جمع کرلیا۔ ان میں بنو سَعد بھی تھے جن میں حُضُورؐ نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ (باڈلے : دی میسنجر)

ہَوازِن اور ان کے ساتھی بڑے لڑاکا اور جنگ جو لوگ تھے۔ انھیں اپنے جنگی داؤں پیچوں پر بڑا غرور تھا۔ اور یہ سچ ہے کہ تیر اندازی میں ان کا جواب

---

[1] اس دن کو عربی میں "یوم حُنَین" کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں بھی اسی نام سے اس کا ذکر ہے۔



نہیں تھا۔ اس لیئے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ انھوں نے سنا کہ سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلّم مکّے میں ہیں۔ تو یہ لوگ خود جنگ کے لیئے بڑھے۔ اور نہایت کروفر سے حُنَین کے پاس اَوطَاس کی وادی میں جمع ہو گئے۔ تاکہ مُسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیں۔

مسلمانوں کو مکّے میں یہ خبریں ملیں۔ تو انھوں نے بھی مقابلے کی تیاریاں کیں۔ فخرِکون و مکاں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم بارہ ہزار ساتھیوں کے ساتھ حُنَین پہنچے۔ ان میں دس ہزار مُسلمان اور دو ہزار وہ غیر مُسلم تھے جو مکّے سے ساتھ ہو گئے تھے۔ بعض مسلمانوں کو اپنی کثرت پہ ناز ہوا کہ پالا تو جیتا جتایا ہے۔ مگر اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ غرور ذرا نہ بھایا۔

لُطف مجسّمؐ کا لُطف و کرم

حضرت عبداللہ[1] بن ابوبکر رضؓ کی روایت ہے کہ ایک صحابی رضؓ نے جو حُنَین میں خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ شریک ہوئے۔ مجھ سے بیان کیا کہ میں

---

[1] یہ حضرت عبداللہ رضؓ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے صاحبزادے ہیں۔ اور قدیم الاسلام صحابی ہیں جنگ حُنَین اور جنگ طائف میں شریک ہوئے۔ ابو محجن ثقفی کے تیر سے زخمی ہوئے۔ اور اسی سے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت کے زمانے میں شوال ۱۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔



اپنی اونٹنی پر سوار صاحبِ عالی مقامؐ کے پہلو میں چلا جا رہا تھا پاؤں میں میرے بھاری وزنی چپلیں تھیں (موٹی اور بوجھل تھیں) میری اونٹنی شہ نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی سے ٹکرائی اور میری چپل (کی نوک) ختم الانبیاء سرور دین صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی میں چبھ گئی۔ ان کو تکلیف ہوئی۔ سرکار والاؐ نے میرے پیروں پر کوڑا مارا اور فرمایا پیچھے ہو جاؤ تم نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ میں نے اپنی اونٹنی روک لی۔

دوسرے دن رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یاد فرمایا میں نے سوچا کہ ضرور کل کی بات پر بلایا ہے میں ڈرتے ڈرتے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔

فرمایا کل تمھاری چپل میرے پاؤں پہ پڑ گئی تھی۔ اس سے مجھے تکلیف ہوئی میں نے تمھارے پاؤں پہ کوڑا مارا۔ اب اس لئے بلایا ہے کہ میں اپنے مارنے کا بدلہ دے دوں۔ چناں چہ آپؐ نے ایک کوڑا مارنے کے بدلے اسّی بھیڑیں عطا فرمائیں۔ (طبری)

کھجور کی رسّی کی لگامیں

حضرت ابو عبد الرحمٰن فہریؓ ایک صحابی ہیں۔ ان کا نام شاید یزید بن

اُسید رض ہے یا یزید بن انیس رض ہے یا کرز رض ہے۔ اپنی کنیت ابو عبدالرحمٰن فہری سے مشہور ہیں۔ وہ کہتے ہیں :-

میں اس معرکے میں امام رُسل صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہا۔ دن میں بڑی سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ دوپہر کو ہم درختوں کی چھاؤں میں پڑے رہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد میں نے ہتھیار لگائے اور گھوڑے پہ سوار ہو کے شہنشاہ دین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیمے میں پہنچا۔ اور سلام کے بعد عرض کیا :-

حُضور عالیؐ ! اب ہوا میں ٹھنڈک ہوگئی ہے۔

فرمایا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ پھر بلال رض کا نام لیا۔

حضرت بلال رض ایک درخت کے سائے میں بیٹھے تھے۔ سرور امم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی پرندے کی طرح اُڑ کر حاضر ہوئے اور عرض کیا :-

میری جان حُضور پہ فدا ہوجائے۔ میں حاضر ہوں۔

فرمایا میری سواری کسو۔

اسی وقت انھوں نے زین نکالی۔ اس کی دونوں لگامیں کھجور کی رسی کی تھیں۔ اور اس میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس میں فخر و غرور کی جھلک بھی ہو۔ جب وہ زین کس چکے۔ تو شہ کونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام سوار ہوئے۔ ہم سب نے صف بندی کرلی۔ شام اور رات اسی طرح گزاری (مُسند احمد)

اَبلَق گھوڑوں پہ سوار فرشتے

ابنِ اسحاقؒ ہوازن کے سپہ سالار کے بارے میں کہتے ہیں کہ :-

مالک بن عوف نے اپنے کئی جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں بھیجے۔ مگر وہ واپس آئے تو حواس باختہ تھے۔ اور خوف سے کانپ رہے تھے مالک نے پوچھا :-

تمہارا ناس جائے۔ آخر بتاؤ تو سہی۔ ہوا کیا ہے۔

لہ سیرت تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بالکل ابتدائی دور میں جو کتابیں مرتب ہوئیں۔ ان میں ابن اسحاقؒ کی کتاب کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔ اور اب تک اس کو بلند درجہ مانا جاتا ہے۔ ابن اسحاقؒ کا نام محمد ہے۔ وہ اسحاقؒ بن یسارؒ کے بیٹے ہیں۔ مدینہ شریف میں ۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ جوانی کا زمانہ مدینے ہی میں گزارا۔ پھر بہت سے ملکوں کی سیاحت کی۔ آخر بغداد میں رہ پڑے۔ یہ تابعی ہیں۔ علم حدیث میں ایسا کمال حاصل کیا۔ کہ امام زہریؒ کے دروازے پر دربان کا پہرہ رہتا تھا۔ کہ بغیر اطلاع کے کوئی نہ آئے۔ مگر ابن اسحاقؒ کو عام اجازت تھی کہ جب چاہیں چلے آئیں۔ ابن اسحاقؒ کی کتاب بہت مقبول ہوئی اور کثرت سے پھیلی۔ مگر اب اصلی کتاب کمیاب ہے۔ لیکن ابن ہشامؒ نے اپنی کتاب میں اس کو تمام و کمال سمیٹ لیا ہے۔ ابنِ اسحاقؒ نے ۱۵۰ھ یا ۱۵۲ھ کے درمیان میں بغداد میں وفات پائی۔ ابن اسحاقؒ کی کتاب کا ایک نامکمل نسخہ مراکش کی ایک مسجد کے کتب خانے میں ملا ہے۔ اس کا عکس کراچی میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی میں موجود ہے۔

بولے ہم نے ابلق گھوڑوں پر نورانی شکلوں کے گورے چٹے آدمی دیکھے ہیں۔ انھیں دیکھ کے ہم پہ ایسی دہشت سوار ہوئی کہ بدحواس ہو گئے وہاں ٹک نہ سکے لیکن مالک ان خبروں کو خاطر میں نہ لایا۔ (ابنِ ہشام ج ۲ و طبری)

تنگ اور پُر پیچ گھاٹی

لشکرِ اسلام ۳۰ رجون ۶۳۱ء کو وادی حُنَین میں رات گزارنے کے لیئے ٹھیرا۔ یہ کوہستانی علاقہ ہے اور مکّے اور طائف کے بیچ میں ہے۔ اس کوہستانی تنگنائے (تنگ کوچے) سے اسلامی لشکر کو گزرنا تھا۔ (گیور گیو)

وادی کی گذرگاہ تنگ تھی۔ (اور اس وادی میں گھاٹیاں اور تنگ درّے بہت تھے) پورا لشکر ایک ساتھ ان میں سے نہیں گزر سکتا تھا۔ اس لیئے اسلامی لشکر ٹولیوں میں بٹ بٹ کر مختلف راستوں (اور الگ الگ مقامات) سے وہاں پہنچا۔ (عبدالحق محدث دہلوی[۱] : مدارج النبوّت)

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح سلیم شاہ سُوری کے عہد میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ دہلی اور فتحپور سیکری میں علماء سے علوم حاصل کیئے۔ پھر حرمین شریف گئے۔ اور شیخ عبدالوہاب مُتقی رح سے فیض یاب ہوئے۔ وہاں سے ہندوستان واپس آئے اور بہت سی دینی کتابیں لکھیں۔ شاہجہاں کے عہد میں ۱۶۴۲ء میں انتقال ہوا۔

اوطاس[1] کے پہاڑوں کے اُس پار سرسبز اور شاداب وادی ہے۔ وہیں دشمن قبیلے اونٹ اور بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ اس وادی تک پہنچنے کے لیئے ایک تنگ گھاٹی کو پار کرنا پڑتا ہے۔ اس گھاٹی کا نام حُنین ہے۔ یہ بہت تنگ اور سنسان گھاٹی ہے۔ اس گھاٹی میں دونوں طرف کی چٹانیں سیدھی دیوار کی طرح کھڑی ہیں۔ اس تنگ (اور پُر پیچ) گھاٹی میں سے ایک بڑی فوج کا گزرنا مشکل ہے۔ کیوں کہ اتنی تنگ جگہ میں فوج کو ایکا ایکی روک کر حملہ کر دیا جائے تو رسالے کے سواروں کے لیئے اس میں نقل و حرکت کرنے اور گھوڑوں کو موڑنے اور پلٹنے کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے۔ اونٹوں کے لیئے تو ایسا کرنا اور بھی مشکل ہے۔

(باڈلے : دی میسنجر)

گھاٹی کی کمین گاہیں

مُسلمان جب اس وادی میں پہنچے۔ تو دشمن ان سے پہلے وہاں پہنچ کے اونچی گھاٹیوں اور تنگ دروں پہ قبضہ جما چکا تھا۔ یہ ایسی چھُپی ہوئی جگہیں ہیں۔ جن کے بارے میں ان کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ مسلمانوں کو نیچی نشیبی زمین پہ اُترنا پڑا۔ صبح سویرے اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہ دیا۔ اور مُسلمان

---

[1] اوطاس ایک میدان کا نام ہے۔ دشمنوں نے اپنی عورتوں بچّوں اور ریوڑوں کے ساتھ یہاں پڑاؤ ڈالا تھا۔

بے خبری کے عالم میں بڑھے چلے گئے۔

مالک بن عوف نصری نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک قابل سپہ سالار ہے۔ اس نے اپنی فوج کو درّے کے دونوں طرف پہاڑوں کے پیچھے اس طرح چھپا دیا کہ اسلام کے اگلے دستے کو پتہ تک نہ چلا۔ کہ دشمن گھات میں ہے۔

جس وقت اسلام کا اگلا دستہ اس تنگنائے کو پار کر رہا تھا۔ بنو ہوازن کے سپہ سالار نے انھیں دیکھا۔ مگر حملہ کا حکم نہ دیا۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ تھوڑی دیر اور صبر کر لو۔ جب پورا کا پورا لشکر اسلام درّے کے بیچ میں آ جائے تو حملہ کیا جائے گا۔

وہ اتنے ٹھنڈے مزاج کا آدمی تھا۔ کہ جب لشکر اسلام کا اصلی حصّہ درّے سے گزرنے لگا تب بھی اس نے حملے کا حکم نہ دیا۔ جب پورا لشکر درّے کے بیچ میں آ گیا تو حملے کا حکم دے دیا۔ اس کے جانباز گھات میں سے نکلے اور انھوں نے پتھروں اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔ (گیورگیو)

دشمن گھات لگائے بیٹھا تھا

حضرت جابر رضؓ کہتے ہیں۔ کہ جب ہم حُنین کی وادی کے سامنے پہنچے۔ تو تہامہ[1] کی وادیوں میں سے ایک نہایت گہری وادی میں اُترے۔ یہ اُتار اتنا

---

[1] تہامہ، مکّہ معظمہ کے قریب جنوبی حجاز کا علاقہ ہے۔

سیدھا تھا کہ ہم آپ ہی آپ بے اختیار اس میں اُترتے چلے گئے۔ یہ تڑکے کا وقت تھا۔ صبح سویرے بہت اندھیرا تھا دشمن ہم سے پہلے ہی اس وادی میں آچکا تھا اور اس کے پیچ و خم نشیبوں اور موڑوں میں ہماری تاک میں گھات لگائے بیٹھا تھا اور جنگ کے لئے پوری طرح لیس اور تیار تھا۔ ہم بے خبری میں اُترتے چلے جا رہے تھے۔ کہ ایکایکی دشمن کے دستوں نے گھات میں سے نکل کر اور ایک جان ہو کر ہم پہ حملہ کر دیا۔ (تاریخ طبری ج ۱ و ابن اثیر ج ۲)

دشمن کا بے پناہ حملہ

باڈلے کہتا ہے کہ یہ قبائلی حملہ آور مارتے کاٹتے چلے آ رہے تھے۔ اور ان کی تعداد چٹانوں کے پیچھے سے نکل نکل کے ہر دم بڑھتی چلی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔ بھاگتے ہوئے لوگوں کو اس وقت روکنا ایسا ہی ناممکن تھا۔ جیسے سمندر کے طوفان کے آگے بند باندھا جائے۔

ہوازن والوں نے اس گھاٹی میں چٹانوں کی آڑ لے کر دونوں طرف سے مسلمانوں پر چٹانیں لڑھکائیں۔ پھر تیروں کی بارش کی اور نعرے لگاتے ہوئے تلواروں سے حملہ کر دیا۔ اس طرح اس تنگ اور اندھیری گھاٹی میں افراتفری مچ گئی۔ (باڈلے : دی میسنجر)

غیر مسلم ساتھیوں کی بزدلی

مکّے شریف سے جو غیر مسلم سپاہی مسلمانوں کے ساتھ آئے تھے۔ آگے آگے وہی تھے ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ اور وہ سر پر پیر رکھ کے ایسے بھاگے۔ کہ پیچھے مڑ کے بھی نہ دیکھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں شاید ان کی ملی بھگت بھی ہو۔ کیوں کہ حُنَین والوں سے ان کا گہرا میل جول تھا۔ اور کاروباری لین دین تھے۔ اور وہ آپس میں ہم مذہب بھی تھے۔ وہ بھاگے تو ان کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے قدم بھی اکھڑ گئے۔ اور گنتی کے چند مُسلمان تھے۔ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے[1]۔

---

[1] ان ساتھیوں میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور ان کے بیٹے فضلؓ اور ابوسفیان بن حارثؓ اور ان کے بیٹے ربیعہ بن حارثؓ اور ایمنؓ ابن ام ایمنؓ اور اسامہ بن زیدؓ تھے (ابنِ ہشامؒ و ابن اثیرؒ: الکامل ج ۲) ان بہادروں، جاں نثاروں میں شیر دل خاتون اُم سُلیم بنت مِلحان زوجہ ابو طلحہؓ کا نام بھی شامل ہے۔ وہ آخر تک اپنی جگہ جمی رہیں (طبری) ابو الکلام آزاد نے یہ نام لکھے ہیں ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، عباسؓ، فضل بن عباس، قثم بن عباسؓ، اسامہؓ بن زید، ایمنؓ، مغیرہؓ بن حارث بن عبد المُطّلِب ان کے فرزند جعفر اور ربیعہ (رسول رحمتؐ مرتبہ غلام رسول مہر) ابوسفیان بن حارث کا نام مغیرہ بن حارث ہے (ابن ہشام ج ۲)

افراتفری

حضرت جابرؓ[1] کہتے ہیں۔ کہ ہم مقابلہ نہ کر سکے۔ ایسے بھاگے کہ کوئی کسی کو مڑ کر نہ دیکھتا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے للکارا:-

کہاں جاتے ہو۔ میرے پاس آؤ۔ میں رسول اللہ ہوں اور محمدؐ بن عبداللہ ہوں۔ اور یہاں موجود ہوں۔

بھاگنے والوں کا حال یہ تھا کہ اونٹ پہ اونٹ چڑھا جاتا تھا۔ عجیب افراتفری تھی۔ سب لوگ بھاگ گئے۔ مگر ہاں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس مہاجرین اور انصار میں سے چند لوگ اور اہل بیت ٹھیرے رہے۔

(تاریخ طبری ج ۱)

---

[1] حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ مشہور صحابی ہیں۔ یہ انصاری ہیں معرکہ بدر میں اور اس کے بعد ہونے والی تمام لڑائیوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے یہ ان صحابیوں میں شامل ہیں جنھوں نے بہت کثرت سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور محدثین کی بہت بڑی جماعت نے ان سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ آخر عمر میں ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ ایک قول ہے کہ مدینے میں یہ سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ہیں ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

صنم آشنا دل

بیہقی رحؒ نے روایت کی ہے۔ کہ شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے سرور امم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کا لشکر ہارنے کے بعد بھاگ نکلا ہے اور وہ تنہا رہ گئے ہیں۔ مجھے بدر کا دن یاد آ گیا۔ کہ میرے باپ اور چچا (حضرت) علی رضؓ اور (حضرت) حمزہ رضؓ کے ہاتھوں مارے گئے تھے میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کا بدلہ لینے کا اس سے اچھا موقعہ نہیں آئے گا۔ کیوں نا پیغمبرؐ کو قتل کر دوں۔ اس ارادے سے میں ان کی طرف بڑھا لیکن ان کے پاس (حضرت) عباس رضؓ بن مُطّلب کو دیکھا۔ وہ سفید چاندی جیسی زرہ پہنے چوکنا کھڑے ہیں میں نے سوچا کہ چچا ہیں۔ بھتیجے کی پوری پوری مدد کریں گے۔ چلو بائیں طرف چل کر اپنا کام کر جاؤں۔ ادھر دیکھا تو (حضرت) ابو سُفیان بن حارث رضؓ بن عبدالمُطّلب کھڑے ہیں میں نے کہا یہ بھی چچا زاد بھائی ہیں۔ بھائی کی ضرور طرف داری کریں گے۔ پھر میں کاوا کاٹ کے پچھلی طرف گیا۔ اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا۔ اب اتنا ہی کام باقی رہ گیا تھا۔ کہ تلوار سونت کر وار کر ڈالوں۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہوں کہ بجلی کی طرح چمکتا ہوا ایک کوڑا مجھ پہ پڑنے ہی والا ہے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور پچھلے پاؤں ہٹا۔ اسی وقت حبیب خالق اکبر علیہ الصلٰوۃ والسلام نے میری طرف توجہ کی۔

فرمایا شَیبہ آؤ میرے پاس آجاؤ۔ الہٰی اس کے شیطان کو دور کر دے۔

اب جو میں نے آنکھیں کھولیں تو سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

تو اللہ کی قسم شہرِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسّلام مجھے اپنے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب لگے۔

فرمایا شَیبہ جاؤ۔ کافروں سے لڑو۔

شُیبہ کہتے ہیں۔ کہ میں اس جنگ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو ضرور تھا مگر میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی محبت کی وجہ سے نہیں گیا بلکہ میں نے سوچا تھا۔ کہ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ ہَوازن قریشیوں پر چھا جائیں اور غالب آجائیں۔

میں رب کے راز داں علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاس ہی کھڑا تھا کہ میں نے ابلق گھوڑے دیکھے اور عرض کیا۔

میں ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔

فرمایا شَیبہ! وہ تو کافروں کے سوا کسی کو نظر نہیں آتے۔

پھر شہِ دو جہاں ﷺ نے میرے سینے پہ ہاتھ مار کے دُعا کی۔

خدایا! شَیبہ کو ہدایت دے، شَیبہ کو ہدایت دے، شیبہ کو ہدایت دے۔ (تین دفعہ فرمایا)۔

اللہ کی قسم آپ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی میرے دل میں ساری دنیا سے زیادہ آپ کی محبت پیدا ہو گئی۔

ابن سعد کے ایک بیان سے معلوم ہوا کہ شَیبہ جب حُنَین گئے تو اس وقت تک مشرک تھے اور مکے کے مشرکوں کے ساتھ مُسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو کر حُنَین گئے تھے اور جنگ کے دوران ہی میں مُسلمان ہوئے۔ چناں چہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ شَیبہ قریشیوں کے ساتھ حُنَین گئے۔ اور وہیں اسلام لائے اور یزید بن مُعَاوِیَہ کے زمانے تک زندہ رہے (ابن سعد ج ۵)[۱]

شَیبہ کے والد عثمان بن طلحہ کعبے شریف کے کلید بردار تھے فتح مکّہ کے دن انھوں نے وہ کنجی تاج دار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو پیش کی تھی۔ حُضُور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے از راہ لطف وکرم پھر وہ ان ہی کو دے دی۔

شَیبہ کو شَیبۃ الحاجِب کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ پھر یہ کعبے شریف کے دربان ہوئے۔ کنجی ان ہی کے پاس رہتی تھی۔ اور آج تک ان ہی کے خاندان کے پاس ہے۔ کعبے شریف کو کھولتے ہیں تو یہی کھولتے ہیں۔

---

[۱] شَیبہ رضؓ اور ان کے والد عثمان رضؓ ان صحابیوں میں سے ہیں جنھوں نے ہجرت نہیں کی اور مکّے میں ہی رہے شَیبہ رضؓ کی بیٹی صفیہ رضؓ مشہور محدث ہیں۔ انکے بارے میں مشکوٰۃ میں ہے کہ یہ صفیہ رضؓ، شَیبہ حاجب رضؓ (دربان کعبہ) کی بیٹی ہیں۔ ان سے مَیمُون رضؓ بن مہران وغیرہ حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ انھیں اُم حُجَیر رضؓ بھی کہتے ہیں۔ ان کی شادی عبداللہ بن خالد بن اُسید بن عصیص سے ہوئی۔ اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔ صفیہ رضؓ نے امت کی ماؤں رضؓ، امہات المومنین رضؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور بہت سے محدثین حضرت صفیہ رضؓ سے بہت بڑی تعداد میں حدیثیں روایت کرتے ہیں (ج ۸)

[illegible] - [illegible] - [illegible] - [illegible] - [illegible] - عبدالدار - قصی - [illegible]

[illegible] - [illegible] - [illegible] - [illegible] - [illegible] - عبدالدار - قصی - [illegible]

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اپنی جگہ جمے رہے۔ ہمت و شجاعت کا یہ نظارہ ایسا نہ تھا کہ بے اثر رہتا۔ انھوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کو آوازیں دلوائیں۔ تو صحابی رض فوراً ہی حضور ص کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے۔

تاج دارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے چچا حضرت عباس رض کہتے ہیں۔ کہ میری آواز بہت بلند ہے۔ حضور نے مجھے حکم دیا۔ عباس رض ان کو آواز دو۔

(بخاری و طبری و ابنِ اسحاق و ابن ہشّام و ابنِ سعد)

جوش و جذبہ اُبھر آیا

(حضرت) عباس رض نے پوری قوت سے مسلمانوں کو للکارا ان کی آواز اس قدر بلند تھی جیسے بگل بجا دیئے ہوں۔ اونچی چٹانوں سے گھری ہوئی وادی میں یہ آواز بڑے زور سے گونجی اور باز گشت کی وجہ سے گونجتی چلی گئی۔ بھاگتے ہوئے مسلمانوں نے یہ آواز سنی تو وہ رک گئے۔ اور پلیٹ کر دوبارہ گھاٹی کی طرف رُخ کیا۔ جن بہادروں نے خیبر اور مُوتہ کی جنگیں لڑی تھیں۔ وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ اور جس طرح وہ جانیں بچانے کے لئے بھاگے تھے۔ اسی جوش اور جذبے کے ساتھ اب وہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ وہ لوگ لبیک لبیک (ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں) کے نعرے لگاتے ہوئے پلٹے۔ اور اب گھاٹی میں گھسے چلے جا رہے تھے۔ (باڈلے: دی میسنجر)

اونٹوں سے اُتر پڑے، زرہائیں اُتار پھینکیں

حضرت عباس رضؓ کہتے ہیں کہ :-

میں نے جو آوازیں دیں تو انھوں نے جواب دیا ہم آئے۔ ہم آئے۔ پھر بھی حال یہ تھا۔ کہ جو بھی اپنے اونٹ کو پلٹنا چاہتا تھا۔ تو اونٹ پلٹ نہ سکتا تھا۔ تب انھوں نے یہ کیا۔ کہ زرہائیں اُتار کر اونٹوں کی گردنوں پر پھینکیں اور صرف تلواریں اور ڈھالیں لے کر اونٹوں سے کود پڑے۔ اور افضل المرسلین فخر الرسل حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ پہنچے۔

(بخاری رحؒ باب المغازی و ابن اسحاق رحؒ و ابن ہشام رحؒ و ابن سعد و طبری و عبد الحق محدث دہلوی رحؒ)

اللہ آپ کو اونچا رکھے

حضرت ابن مسعود رضؓ[1] فرماتے ہیں۔ میں بھی اس لشکر میں تھا۔ سرورِ کونین

---

[1] یہ عبد اللہ رضؓ ہیں۔ عبد اللہ ابن مسعود رضؓ کہتے ہیں کہ یہ چھٹے مسلمان ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے پاس ہی رکھ لیا تھا۔ یہ ان کے خاص خدام میں شامل ہیں اور ان کے گھر کے رازداں ہیں۔ حضور صلعم کی مسواک اور نعلین مبارک (چپلیں) ان ہی کے پاس رہتی تھیں۔ حضور صلعم نے انھیں جنت کی بشارت دی ہے۔ معرکہ بدر اور ہر جنگ میں شریک ہوئے۔ آخر میں کوفے کے قاضی رہے اور خزانے کے گورنر بنے۔ پھر مدینے آگئے اور وہیں ۳۲ھ میں وفات پائی۔ ان سے حضرت ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ و عثمان رضؓ و علی رضؓ اور بہت سے صحابیوں نے اور تابعین نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف اسّی مہاجر اور انصاری رہ گئے۔ ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی کہ اللہ پاک نے ہمارے دلوں کو اطمینان اور سکون عنایت فرمایا۔ رحمت یزداں علیہ الصلوٰۃ والسّلام اپنے سفید خچر پہ سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جانور نے ٹھوکر کھائی۔ آپ زین پر نیچے کی طرف جھک گئے۔ میں نے آواز دی:۔

سرکار عالی! اونچے ہو جائیے۔ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ اونچا رکھے۔

فرمایا ایک مٹھی میں مٹی تو بھر کے دو۔

میں نے مٹی بھر کے دے دی۔ شاہ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کافروں کی طرف پھینکی۔ اور وہ ان کی آنکھوں میں جا کے بھر گئی۔

پھر فرمایا مہاجرین اور انصاری کہاں ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ یہیں ہیں۔

فرمایا انھیں آواز دو۔

میں نے آواز دی۔ آواز دینی تھی کہ وہ تلواریں تولے ہوئے لپک لپک کے آگئے۔ پھر تو مشرکین کی ایک نہ چلی اور وہ بھاگے۔

مٹھی بھر مٹی

شمع ہدایت آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو آوازیں دیں:۔

لوگوں میرے پاس آجاؤ۔ میں اللہ کا پیغمبر ہوں، میں محمد ابن عبداللہ

ہوں (ابن اثیر: الکامل)

اس طرح آپ کے پاس سّو آدمی جمع ہو گئے۔ تو دشمن نے آگے بڑھ کے ان پہ حملہ کر دیا اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی۔

محبوب یزداں شہ عالی وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :۔
میں نبی ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں ہے ——— اور میں عبد المُطّلِب کا بیٹا ہوں۔

اور فرمایا :۔ اب لڑائی کے شعلے بھڑک گئے۔

ہادئ ہر دو سرا صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے خچر دُلدُل پر سوار تھے۔ اس سے فرمایا :۔

دُلدُل (ذرا کی ذرا) بیٹھ جا۔

دُلدُل نے اپنا پیٹ زمین پہ ٹکا دیا۔ تو آپ نے مٹھی بھر مٹی اُٹھائی اور دشمنوں کے منہ پہ مار دی۔ (ابن اثیر : الکامل)[1]

---

[1] ابن اثیرؒ جزیرہ ابن عمر میں پیدا ہوئے۔ موصل میں تعلیم حاصل کی۔ حاکم موصل کے سفیر کی حیثیت سے کئی دفعہ بغداد جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ اور علم کے حصول کے لیئے شام بھی گئے آخر میں موصل میں رہ پڑے تھے۔ ابن اثیرؒ حدیث اور تاریخ کے بہت بڑے عالم ہیں ۶۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ ان کی دو کتابیں ہیں۔ الکامل اور اُسد الغابہ اور دونوں شہرہ آفاق ہیں۔ ڈاکٹر معین الحق صاحب کے دائرہ معین المعارف نے الکامل کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔

کنکریاں چھرّوں کی طرح لگیں

طبری رح نے لکھا ہے کہ مسلمان آوازیں سن کے لوٹ آئے اور جی جان سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ پھر سرورِ کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنکریاں اٹھا کے دشمنوں کے چہروں پہ ماریں تو وہ چھرّوں کی طرح جا کے لگیں۔

صحیح مسلم رح کی روایت ہے کہ آپ نے خاک کی مٹھی پھینکنے کے بعد فرمایا:۔
قسم ہے ربّ محمد ص کی انھوں نے شکست کھائی۔

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ :۔

خاک کی وہ مٹھی آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی تاکہ مسلمانوں کو ان کی محنت کا اپنی طرف سے اچھا بدل دے۔

کنکریوں سے جنگ جیت لی

جب مسلمان بھاگ نکلے تو صاحبِ سیف و کتاب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آواز دی کہ :۔

اے اللہ کے بندو! میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں۔ اے مہاجرو! میں بندہ خدا اور رسول خدا ہوں۔

پھر دستِ گیرامت صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے اتر پڑے۔ مٹی کی

کی ایک مٹھی بھری۔ اور یہ فرماکر کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں۔ کافروں کی طرف پھینک دی۔ اسی سے اللہ پاک نے انھیں شکست دے دی۔ ان مشرکوں کا کہنا ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں اور منہ پہ یہ مٹی نہ پڑی ہو۔ اس وقت ہمیں ایسا لگا۔ جیسے زمین و آسمان کے بیچ میں کسی لوہے کے طشت میں لوہا بج رہا ہے۔ (مُسند احمد)

قرآن کا فرمان

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ :- بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت جگہ تمھاری مدد کی۔ اور جنگ حُنَین کا دن یاد کرو (کہ) تم اپنی کثرت پہ اترا گئے تھے (مگر) دیکھو وہ کثرت تمھارے کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہونے پر بھی تم پر تنگ ہو گئی آخر کار تم پیٹھ پھیر کے بھاگ نکلے پھر اللہ نے تمھیں اور تمھارے رسول م کو تسکین دی اور وہ لشکر اُتارے جو تمھیں دکھائی نہیں دیئے اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے (۹۔ توبہ۔ ۲۵۔ ۲۶)

اللہ نے فرشتوں کی مدد بھیجی

جُبَیر بن مُطعم رض کہتے ہیں کہ :-

جس وقت معرکہ جنگ گرم تھا۔ اور دشمنوں کو شکست نہیں ہوئی تھی

تو میں نے دیکھا کہ کالی چادروں کی طرح کی کچھ چیزیں آسمان سے اتر کر ہمارے اور دشمن کے بیچ میں گر گئیں۔ پھر جو نظر ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ کالی پوشاکیں متفرق طور پر آسمان سے نازل ہوئیں اور انھوں نے تمام وادی کو بھر دیا۔ مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ کہ وہ فرشتے تھے۔ پھر جب تک دشمنوں کو ہار نہ ہوئی۔ وہ برابر موجود رہے۔ (ابن اسحاق رح وابن ہشام ج ۲)

فتح الباری میں جبیر بن مطعمؓ کی روایت ہے کہ:۔

چادروں میں سے ایکا ایکی کالی چیونٹیاں نکلیں اور ساری وادی میں پھیل گئیں مجھ کو ان کے فرشتے ہونے میں ذرہ برابر شک نہیں۔ ان کا اثر تھا کہ دشمنوں کو ہار ہوئی (فتح الباری ج ۸)

دشمن جان بچا کر بھاگا

باڈلے کہتا ہے کہ حملہ آور مسلمانوں کا خاص طور پر جب وہ اسلام پر کٹ مرنے کے لیئے یلغار کرتے ہیں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پہاڑی قبائلیوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن جوشیلے مسلمانوں کے سامنے نہ ٹھیر سکے اس لیئے ہوازن والے جلد ہی میدان ہار گئے۔ اور بڑی تیزی سے جانیں بچا کر بھاگے۔

(باڈلے : دی میسنجر)

دشمن نے پوچھا وہ کون تھے

جس طرح غزوہ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لیئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اسی طرح غزوۂ حُنین میں بھی فرشتوں کا نزول ہوا۔[ل]

(محمد ادریس کاندھلوی: سیرۃ المصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲)

سعید بن جبیر رضؓ کہتے ہیں کہ جنگ ختم ہونے کے بعد ہوازن کے لوگ پوچھتے تھے کہ وہ سوار کہاں ہیں جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ہم لوگ ان ہی کے ہاتھوں مارے گئے۔

(عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوت)

ہوازن کے ہارنے میں بس اتنا ہی وقت لگا۔ جتنا اونٹنی کے دودھ دوہنے میں لگتا ہے۔[ل] (ایضاً)

کافروں نے گواہی دی

وہ لوگ جن کے باپ جنگ ہوازن میں کافروں کے لشکر میں شریک

ل حُنین کی جنگ میں ہوازن کے ساتھ بنی ثقیف، بنو سعد بنی مالک، بنی قیس عیلان، بنی جشم، بنی ہلال بھی شامل تھے (ابن اثیر: الکامل ج ۲)

ل معرکۂ بدر میں فرشتوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ دشمنوں کا صفایا کیا تھا حُنین میں فرشتے آئے ضرور مگر صرف اس لیئے کہ دشمن ان کے رعب سے بھاگ جائے۔

ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ :۔

ہمارے والد نے ہم کو بتایا کہ جب سنگ ریزے ہمارے منہ پر مارے گئے تو ہمارے لشکر میں کوئی آدمی نہیں بچا جس کی آنکھوں میں وہ سنگ ریزے نہ آ گھسے ہوں۔ خوف سے ہمارے دل دھڑکنے لگے۔ اور ایک عجیب طرح کی گھبراہٹ اور بے قراری نے گھیر لیا۔ اور زبردست ہیبت طاری ہو گئی۔ اور ان کنکریوں کے پڑنے سے ایسی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں جیسے طشت کو لوہے سے بجایا جا رہا ہو۔ اُس وقت آسمان سے کالی چادر ہمارے لشکر پر آ گری۔ جب غور سے دیکھا تو وہ کالے چیونٹے تھے۔ جو سارے میدان میں پھیل گئے۔ اس میدان میں جو درخت یا پہاڑیوں کے ابھار تھے وہ ہماری نظر میں سوار معلوم ہوتے تھے۔ آسمان و زمین کے درمیان میں ہم نے سفید پوش سواروں کو دیکھا۔ وہ سفید و سیاہ رنگ کے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کے دونوں شانوں پر کوئی چیز لٹکی ہوئی تھی۔ مگر ہماری اتنی مجال کہاں تھی کہ ہم انھیں زیادہ غور سے دیکھ سکتے۔

(عبد الحق محدث دہلویؒ : مدارج النبوت)

سرور کائنات کی دلیری

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت براءؓ بن عازبؓ سے کسی نے پوچھا :۔

اے ابو عمارہ! کیا تم حنین کے دن سرورِ دین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاس سے بھاگ گئے تھے۔

بولے لیکن سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کا قدم پیچھے نہ ہٹا۔ بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوَازِن کے لوگ تیر اندازی کے فن کے استاد ہیں۔ پھر بھی اللہ کے فضل سے ہم نے انھیں پہلے ہی حملے میں شکست دے دی۔ مگر جب لوگ مالِ غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے تو انھوں نے موقعہ پایا۔ اور نشانہ تاک تاک کے تیر چلائے اور تیروں کی بارش برسادی تو یہاں بھاگڑ مچ گئی۔ تعریف ہے اللہ کی کہ اس نے مرسل خاتم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو انتہائی شجاعت اور زبردست بہادری کا موقع عنایت فرمایا۔ کہ لشکر بھاگ نکلا ہے اور حضور حبیب خالق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کسی تیز رفتار سواری پر بھی سوار نہیں۔ جو بھاگنے کا کام دے جائے۔ بلکہ خچر پہ سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو چھپاتے نہیں۔ بلکہ پکار پکار کے اپنا نام بتاتے ہیں۔ کہ نہ پہچاننے والے بھی جان جائیں۔ سوچیئے کہ محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ذاتِ واحد پہ کتنا بھروسہ ہے۔ اور اللہ کی مدد پہ کیسا کامل یقین ہے۔ جانتے ہیں کہ اللہ پاک نے رسالت عطا فرمائی ہے تو اس کام کو پورا کر کے ہی رہے گا۔ اور اپنے دین کو اور دینوں پہ غالب کردے گا۔

صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ اَبَدًا اَبَدًا۔ (تفسیر ابنِ کثیرؒ)

سیّد ابرارؐ کی دھاک

ایک مشرک کا بیان ہے کہ حُنَین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے۔ تو انھیں اتنی دیر بھی اپنے سامنے جمنے نہ دیا۔ جتنی دیر میں ایک بکری کا دودھ دوہا جائے۔ مُسلمان فوراً ہی بھاگ نکلے۔ اور ہم ان کے پیچھے دوڑے۔ اتنے میں ہمیں ایک صاحب سفید خچر پہ سوار نظر آئے ان کے چاروں طرف خوب صورت، سفید، نورانی چہروں کے کچھ لوگ تھے۔

ان کی زبان سے نکلا تمھارے چہرے بگڑ جائیں جاؤ لوٹ جاؤ۔

بس ان کا اتنا کہنا تھا کہ ہمیں ہار ہوگئی۔ حد یہ ہے کہ مُسلمان ہمارے کندھوں پہ سوار ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

رعب نے کافروں کا دل دہلا دیا

یزید بن عامر سُوائی[1] معرکۂ حُنَین میں کافر تھے اور کافروں کے ساتھ جنگ میں شریک تھے بعد میں مُسلمان ہو گئے۔ جب لوگ ان سے پوچھتے۔ کہ اس موقعے

---

[1] یہ یزید بن عامرؓ ہیں۔ اور سُوائی و حجازی ہیں حُنَین میں مشرکوں کی طرف سے شریک ہوئے اس کے بعد مُسلمان ہو گئے۔ ان سے سائب بن یزیدؓ وغیرہ نے حدیثیں روایت کی ہیں (مشکوٰۃ) سُواء، حجاز کی ایک وادی ہے۔ (یاقوت)

پر رعب وخوف کی وجہ سے تمہارے دلوں کا کیا حال تھا۔ تو وہ طشت میں کنکریاں ڈالتے اور انھیں بجا کر کہتے:۔

بس یہی آوازیں ہمارے دلوں میں سے آرہی تھیں۔ اور کلیجے برطرح اچھل رہے تھے اور دل دہل رہے تھے۔ (تفسیر سورہ توبہ: ابن کثیرؒ)

دشمنی چھوڑی جاں نثار بن گئے

مالک بن عوف نصری جو حنین میں کافروں کے لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اور اپنی قوم کا سردار تھا۔ آخر کار مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اُسے سو اونٹ دیئے۔ اور اس کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا۔ جیسا کہ وہ پہلے بھی تھا۔ اس نے حامل قرآن دشمشیر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں قصیدے میں کہا ہے۔

میں نے تو سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کسی کو دیکھا نہ سُنا۔ بخشش وعطا کرنے میں ان کا ثانی نہیں۔

کل قیامت کے دن جو کچھ ہو گا۔ ان باتوں سے وہ خبردار کرتے رہتے ہیں۔

شجاعت اور بہادری میں وہ بے مثال ہیں۔

اور میدانِ جنگ میں وہ گرجتے ہوئے شیر کی طرح دشمنوں کی طرف بڑھتے ہیں۔

دودھ شریک بہن شَیماء

حُنَین کے قیدیوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ شریک بہن شَیماء بھی شامل تھیں۔ جب شہ کونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام بہت چھوٹے ننھے مُنّے سے تھے اور دودھ پیتے تھے تو شَیماء ان کو گودیوں میں کھِلایا کرتیں اور لوریاں سُنایا کرتی تھیں۔

طَبَری نے لکھا کہ لوگ شَیماء کو گرفتار کر کے گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور انھیں تیز قدم چلنے پر مجبور کیا۔

انھوں نے کہا۔ ہائے اللہ کچھ خبر بھی ہے۔ میں تمھارے صاحب کی دودھ شریک بہن ہوں۔

مگر اس وقت کون خاطر میں لاتا کسی نے ان کی بات کو سچ نہ جانا۔ اور اسی طرح گھسیٹتے ہوئے سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس لے گئے۔ (طَبَری ج ۱)

مُسلمان انھیں نہیں پہچانے۔ اور پہچانتے بھی کیسے کبھی دیکھا ہوتا تو پہچانتے۔ وہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔

بھائی بہن کی ملاقات

باڈلے کہتا ہے قیدیوں میں ایک کمزور بوڑھی عورت ایسی بھی تھی جس نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش ہونے کی اجازت مانگی۔ جب اس نے حضرت محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو دیکھا۔ تو بڑے جانے پہچانے انداز میں انھیں محمدؐ کہہ کے مخاطب کیا۔ حضرت محمد (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) اسے نہ پہچان سکے۔ آخر بوڑھی عورت نے عرض کیا۔

میں شَیماء ہوں۔ اور آپ کی دودھ شریک بہن ہوں۔ یاد کیجئے۔ آپ نے ہمارے گھر میں اپنا بچپن گزارا ہے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بلا تامل شَیماء کو اپنے پاس اسی طرح چٹائی پر بٹھایا۔ جیسے وہ دونوں بچپن میں صحرانشینوں کے خیموں میں بیٹھا کرتے تھے۔ (دی میسنجر)

کچھ یادیں کچھ باتیں

ایک اور روایت ہے کہ شَیماء نے لوگوں سے کہا:۔

میری بات سنو۔ اللہ کی قسم میں تمھارے سردارؐ کی دودھ شریک بہن ہوں۔

پھر مال غنیمت بٹنے کے وقت وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:-

اے حضور! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی دودھ شریک بہن ہوں۔

سرورِ کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا -

تمہارے پاس اس کا ثبوت ہے؟

جناب شیماء نے اس زمانے کی کچھ باتیں یاد دلائیں اور عرض کیا:

ایک دن میں آپ کو گود میں لیئے ہوئے تھی۔ تو آپ نے میری پیٹھ پر کاٹ کے چکتا ڈال دیا تھا۔ ابھی تک دندان مبارک کا وہ نشان باقی ہے۔

خدا کی شان ہے کہ اس نے اس نشان کو شیما کے حق میں رحمت بنا دیا اور یوں وہ قسمت کی دھنی نکلیں۔

خیر مجسم شہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی گزری ہوئی باتیں یاد آ گئیں اور وہ نشان دیکھا تو پہچان لیا۔ اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

حضورِ انور کا لطف و کرم

رحم مجسم، خیر الوریٰ حبیب صمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بہن سے عزت و محبت اور لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ اور انہیں آزاد کر دیا۔ ان کے لیئے

اپنی چادر مبارک بچھائی اس پہ بٹھایا محبت کی باتیں کیں اور ارشاد فرمایا۔

تم میرے پاس رہنا چاہو تو عزت و احترام سے میرے گھر چلو اور خوشی سے رہو میں تمھارا بھائی ہوں اور اپنے قبیلے میں جانا چاہتی ہو تو وہاں بھیج دوں۔

بولیں۔ بھائی جان! آپ جو دینا چاہیں۔ دے دیں اور مجھے گھر بھیج دیں۔

انھوں نے خاندان کی محبت کی وجہ سے اپنی بستی میں جانے کی اجازت چاہی۔ (مَدارِجُ النُّبُوّت)

اِصابہ میں ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ شیماءؓ مُسلمان ہوگئیں (اِصابہ)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے شیماءؓ کو ایک غلام اور ایک لونڈی اور بھیڑیں عطا فرمائیں اور عزت و احترام سے رُخصت کیا۔

(مَدارِجُ النُّبُوّت)

غلام کا نام مَکحُول ہے۔ حضرت شیماءؓ نے مَکحُول کی شادی اسی لونڈی سے کردی۔ تاریخ طَبَری میں ہے۔ کہ بنی سَعد کے قبیلے میں مَکحُول کی نسل اب تک موجود ہے۔ (تاریخ طَبَری ج ۱)

مُسلمانوں کی سفیر شیماءؓ

فخرِ اُمَم، حبیب پاک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو

لونڈی غلام بکریاں اور نقد رقم عنایت فرمائی۔ اور عزت و احترام سے جانے کی اجازت دی۔

کہتے ہیں کہ بہن کو شاید قبیلہ ہوازن کے لیے کچھ پیام بھی دیا۔ اس طرح حضرت شیماءؓ مسلمانوں کی سفیر بھی ہیں۔

حضرت حلیمہؓ کی عزت و تکریم

ممکن ہے سیدہ حلیمہؓ نے بیٹی کی گرفتاری کی خبر سنی ہو تو خود بھی نبوت مآب پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی ہوں۔ کیوں کہ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ جعرانہ میں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ سے لوگوں کو گوشت بانٹ رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک خاتون آگئیں۔ سرکار عالیؐ نے انھیں دیکھا تو ان کی تعظیم کی۔ اور ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھادی۔

راوی کہتا ہے میں نے پوچھا:

یہ خاتون کون ہیں؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ پلائی ماں ہیں۔

حُنین کا مال غنیمت اور قیدی

مال غنیمت اور قیدیوں کے بارے میں ابو الکلام آزادؒ نے لکھا ہے کہ۔

عورتیں اور بچے	چھ ہزار
اونٹ	چوبیس ہزار
بھیڑ بکریاں	چالیس ہزار
چاندی	چار ہزار اوقیہ[۱] (الہلال کلکتہ)

ایک روایت ہے کہ بھیڑیں اتنی زیادہ تھیں کہ ان کو گنا نہیں جا سکا۔

(عبد الحق محدث دہلویؒ: مدارج النبوت)

رحم مجسم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم دلی سے قیدیوں کو غازیوں میں بانٹنے میں دیر لگائی اور انھیں میدانِ جنگ سے دور جعرانہ کے مقام پر بھیج دیا۔ کہ شاید انھیں چھڑانے کے لیئے ان کے قبیلے کا کوئی وفد آجائے۔

سید سلیمان ندویؒ نے لکھا ہے کہ قیدیوں کو لے کر آپ یہاں انتظار کرتے رہے کہ ان کے عزیز آئیں اور ان کو چھڑا کر لے جائیں لیکن کئی دن گزر گئے۔ اور کوئی نہیں آیا۔ تب مال غنیمت بانٹا گیا۔ (رحمت عالمؐ)

---

[۱] اوقیہ ایک باٹ ہے۔ رطل کا دسواں حصہ یعنی تین تولے، اونس جو پونڈ کا سولہواں حصہ ہے

ایک روایت ہے کہ دس دن تک ان کے عزیزوں کی راہ دیکھی۔ جب
ی نے خبر نہ لی تو مال غنیمت تقسیم کرنا پڑا۔

قبیلہ بنی سعد مسلمان ہوتا ہے

زہری[۱] رح، عبداللہ بن جعفر[۲] رح اور ابن ابی سبرہ رح وغیرہم کہتے ہیں کہ:۔
جنگ حُنین کے قیدی اور مال غنیمت غازیوں میں بانٹا جا چکا،
ارا ہو گیا اس کے بعد قبیلۂ ہوازن کا وفد حاضر خدمت ہوا۔ اور یہ

---

۱ یہ محمد ہیں۔ عبداللہ بن شہاب رح کے بیٹے ہیں۔ یہ زُہرہ بن کلاب سے منسوب ہیں۔ جو ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ اس لیئے زُہری کہلاتے ہیں۔ مدینہ کے زبردست عالم ہیں۔ اور جلیل القدر تابعی ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رض کہتے ہیں کہ اس زمانے میں جو گزر رہا ہے میں ان سے زیادہ کسی کو عالم نہیں پاتا۔ جناب مکحولی رض سے پوچھا جن علماء کو آپ نے دیکھا ہے۔ ان میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ کہا زہری۔ پوچھا ان کے بعد۔ کہا زُہری۔ پوچھا ان کے بعد۔ کہا زُہری۔ پوچھا ان کے بعد۔ کہا زہری ہی ہیں رمضان ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

۲ یہ عبداللہ بن جعفر رض ہیں۔ ابو طالب کے بیٹے ہیں۔ یہ پہلے بچے ہیں۔ جو حبشہ کے مہاجروں کے ہاں پیدا ہوئے یہ بڑے بردبار، پاکباز اور فیاض تھے۔ لوگ ان کو سخاوت کا دریا کہتے تھے ۸۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ بہت سے محدثوں نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

لوگ مسلمان ہوگئے۔ ان میں جناب ابو ثروان بھی تھے۔ انھوں نے بتایا کہ میں دودھ کے رشتے سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں انھوں نے لطفِ مکمل، خُلق مجسم سردار اُمم علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے عرض کیا:۔

ہم پہ جو مصیبت ٹوٹی ہے۔ وہ آپ سے چھُپی ہوئی نہیں ہے۔ آپ ہمارے ساتھ اسی طرح مہربانی کا برتاؤ کیجئے۔ جس طرح اللہ پاک نے آپ پر رحم وکرم کیا ہے۔ یہ بزرگ اور عالی مرتبت ہستیاں وہ ہیں۔ جنھوں نے آپ کی پرورش کی ہے، پالا پوسا ہے۔ ان میں آپ کی چچیاں ہیں، خالائیں ہیں، انھوں نے آپ کو گودیوں میں کھلایا ہے۔ اور اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے۔

میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا ہے اور کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔ دودھ بڑھلنے کے بعد آپ کو دیکھا ہے اور کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ آپ سے بہتر نہیں دیکھا پھر آپ کو جوان دیکھا۔ اور کوئی جوان آپ سے اچھا نہیں دیکھا۔ نیک خصلتیں آپ میں درجہ کمال پر پہنچی ہوئی ہیں۔ اور آپ کی جڑ بنیاد ہم ہیں۔ آپ کے خاندان کے لوگ ہم ہیں۔ ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔

ہم نے آپ کی جو خدمت اور نوکری چاکری کی ہے اگر ہم وہی

خدمت غسّان کے بادشاہ یا حیرہ کے بادشاہ کی کرتے۔ اور جو رتبہ آپ کو حاصل ہے۔ وہی مقام ان کو ملا ہوتا۔ تو ہم کو ان سے بھی مہربانی اور رحمدلی کی آس ہوتی۔ اور وہ مصیبت کے وقت ضرور ہمارے کام آتے۔ اور آپ کی شان تو ان سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ (ابن سعد و طبری)

رحم و کرم کی درخواست

عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کہتے ہیں۔ کہ ہوازن کا وفد آیا اور اسلام لے آیا۔ پھر کہا یا رسول اللہ! جڑ بھی ہم ہیں۔ اور شاخیں بھی ہمیں ہیں۔ (یعنی قبیلوں کے اصل بھی ہم سے ہے۔ اور شاخیں پھوٹ کر جو گروہ اور خاندان بنے ہیں۔ وہ بھی ہمیں سے ہیں) اور یہ جو مصیبت ٹوٹی ہے۔ وہ آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے آپ ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ (ابن اسحاق و ابن ہشام)

ایک روایت یہ ہے کہ ہوازن کے چودہ آدمی مسلمان ہو کے آئے۔ اور جو لوگ نہ آسکے تھے۔ ان کے بارے میں بتایا کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ ان لوگوں کے سردار ابو مرو زہیر بن صرد تھے۔ انھوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! ہم آپ کی جڑ بنیاد ہیں اور آپ ہی کے خاندان والے ہیں۔ ہم پر جو مصیبت ٹوٹی ہے۔ وہ آپ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

ان خواتین میں آپ کی پھوپیاں ہیں۔ خالائیں ہیں۔ دائیاں ہیں اور کھلا
ہیں۔ انھوں نے آپ کی پرورش میں حصہ لیا ہے۔ اگر ہم نے حارث بن ا
شمر (بادشاہ غسّان) یا نعمان بن منذر (بادشاہ حیرہ) کی پرورش
ہوتی تو ہم ان سے بھی اچھے سلوک کی امید کرتے۔ اور سچی بات تو یہ ہے
آپ کا درجہ ان سے کہیں بلند و بالا ہے۔ (ابن سعد)

عبداللہ بن عمروؓ نے بیان کیا ہے۔ کہ قبیلہ ہوازن کی شاخ
سعد بن بکر کا ایک آدمی کھڑا ہوا۔ اس کا نام زُہیر اور کُنیت ابو صرد
اس نے عرض کیا :-

یارسول اللہ! یہ وہ عالی مرتبہ خواتین ہیں۔ جن میں آپ کی بہن
ہیں، پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں، چچا زاد اور خالہ زاد بہنیں ہیں
ان میں جو دور کی رشتہ دار ہیں۔ وہ بھی آپ سے قریبی تعلق رکھتی ہ
میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ انھوں نے آپ کو گودیوں میں کھلا
ہے۔ اور اپنی چھاتیوں سے دودھ پلایا ہے۔ اور زانوؤں پر لٹایا
اور اب آپ ہی ان کے بہترین سرپرست ہیں۔ (ابن سعد)

امیدیں، آرزوئیں اور تمنّائیں

پھر زُہیر نے چند شعر بھی پڑھے۔ طبری نے دو شعر نقل کئے ہیں :-

یارسول اللہ! ہم پر کرم فرمائیں، احسان کریں کیوں کہ ہماری ساری امیدیں آرزوئیں اور تمنائیں آپ ہی سے وابستہ ہیں۔

آپ ایسے خاندان کے لوگوں پر احسان کریں جن کی آزادی آپ کے دست قدرت میں ہے اور جو اس وقت بدبختی میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور انھیں زمانے کی سختیوں نے گھیر لیا ہے۔

آنے میں دیر کر دی

بحرِ نورِ بیکراں، رونقِ بزمِ جہاں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

عاص
عمرو
عبداللہ
شعیب
عمرو

میں نے ان کو بانٹنے میں دیر کی۔ تمہارے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ کہ شاید تم آؤ۔ مگر تم نے آنے میں بڑی دیر لگادی۔ میں نے جانا کہ اب تم نہیں آؤ گے۔ تم لوگ پہلے آجاتے تو عورتیں بچے، مال واسباب، سب کچھ واپس کردیتا۔ مگر تم دیکھ رہے ہو۔ کہ مال غنیمت لشکر میں تقسیم ہوچکا اور لشکر میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے۔ ان کی رضامندی کے بغیر میں کیسے وعدہ کرلوں۔ مجھے وہی بات پسند ہے جو لشکر والوں کو پسند ہو۔ اس لیئے مال اور قیدیوں میں سے ایک چیز پسند کرلو۔ کیوں کہ فتح پلٹے ہوئے

لشکر سے دونوں چیزیں لینی مشکل ہیں۔ اس لئے یہ بتاؤ کہ تمھیں بال بچے زیادہ عزیز ہیں۔ یا مال و اسباب سے محبت زیادہ ہے۔

عبداللہ بن عمروؓ کی روایت ہے کہ وفد نے عرض کیا :۔

یا رسول اللہؐ آپ نے دونوں چیزوں میں سے ایک کو چن لینے کا اختیار دیا ہے۔ تو عرض ہے کہ ہمیں اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہے۔ آپ ہمارے بال بچے ہمیں دلوا دیں۔[1]

رحم و کرم کی بارش

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

جو عورت مرد میرے حصے میں آئے ہیں یا عبدالمطلب کی اولاد کو حصے میں ملے ہیں۔ وہ تو تمھیں دے دیئے اور وہ تمھارے ہو گئے۔ ہاں

---

[1] یہ عمروؓ بن عاص ہیں۔ سہمی قریشی ہیں حضرت خالد بن ولیدؓ اور عثمان بن طلحہؓ کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سب ساتھ اسلام لائے۔ انھیں عمان کا گورنر بنا دیا تھا حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانۂ خلافت میں انھوں نے مصر فتح کیا۔ نوے سال کی عمر میں ۴۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے ان کے بیٹے عبداللہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور قیس بن ابی حازمؒ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

جو اور مسلمانوں کے حصے میں چلے گئے ہیں۔ ان کے لیئے میں ان سے سفارش کروں گا جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ چکوں۔ تو تم کہنا۔ کہ ہم لوگ رسول اللہ کو مسلمانوں کا اور مسلمانوں کو رسول خدا کا واسطہ دیتے ہیں۔ کہ آپ ہمارے بال بچے ہمیں دے دیں۔ یہ سن کر میں تم سے کہوں گا۔ کہ میرے حصے میں اور عبدالمطلبؓ کی اولاد کے حصے میں جو لونڈی غلام آئے ہیں۔ وہ تمھیں دے دیئے۔ اور وہ تمھارے ہو چکے اس کے بعد مسلمانوں سے تمھاری سفارش بھی کروں گا۔

ظہر کی نماز کے بعد ان لوگوں نے وہی باتیں دہرائیں جو شہ امم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں۔

پھر شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے فرمایا:-

تمھارے یہ بھائی بند توبہ کر کے تمھارے پاس آئے ہیں میں نے مناسب جانا ہے۔ کہ ان کے قیدی انھیں واپس دے دوں۔ تم میں سے جو آدمی بلامعاوضہ اپنا حصہ واپس دینا چاہے۔ وہ مفت دے دے۔ اور جو یوں دینا پسند نہ کرے۔ تو وہ اس وعدے پہ اپنا حصہ دے دے کہ اللہ پاک اب کے بعد جو پہلا مال غنیمت ہمیں دے گا۔ اس میں سے ہم اس کا بدل دے دیں گے۔

سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے اور اپنے خاندان کے

حصّوں میں آئے ہوئے لونڈی غلام ان کو واپس دے دیئے۔ یہ سُن کے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنے اور اپنے خاندان کے حصّوں کے قیدی چھوڑ دیئے۔ اسی طرح مہاجروں اور انصاریوں نے بھی اپنے اپنے حصّے واپس کر دیئے۔

شہ ابرار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اور قبیلوں سے بھی اسی خواہش کا اظہار کیا۔

روایت ہے کہ مہاجرین اور انصاریوں نے کہا کہ ہمارے حصّے میں جو قیدی آئے ہیں۔ وہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیتے ہیں مگر اقرع بن حابس نے اور عُیینہ بن حِصن[1] نے اور عباس بن مرداس نے اپنا حق

---

[1] جن لوگوں نے اپنے حصّے کے قیدی چھوڑنے سے انکار کیا۔ ان کے بارے میں عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے۔ کہ یہ لوگ عرب بھر میں ظلم اور جفاکاری میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ اور تازہ تازہ ایمان لائے تھے جاہلیت کی شدت کی وجہ سے ابھی تک ان کے سینوں میں اندھیرا تھا۔ اور خاص کر عُیینہ بن حصین تو بہت ہی سنگ دل تھا۔ لیکن مُسلمان ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد یہ لوگ اسلام کی خوبیوں میں رنگ گئے (مَدارِج النّبوّت) مشکوٰۃ میں ہے کہ اقرع بن حابسؓ ان لوگوں میں ہیں جن کی دل داری کے لئے حُضُور انورؐ نے انعام واکرام دیئے۔ ان کو عبداللہ بن عامر نے لشکر کا سپہ سالار بنا کر خراسان اور گورگان بھیجا تھا۔ ان سے جابرؓ اور ابوہریرہؓ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

چھوڑنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ جو شخص ان قیدیوں میں اپنا حصہ لینا ہی چاہتا ہے۔ اسے ہر انسان کے بدلے مال میں سے چھ حصے دیئے جائیں گے۔ چناں چہ سب لوگوں نے اپنے اپنے قیدی واپس دے دیئے۔ (طبریؒ و ابن ہشامؒ)

اس طرح شہنشاہِ دین صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سعد کی لاج رکھلی اور حلیمہؓ کے خاندان نے ڈھیروں دُعائیں دیں۔

سیرت ابن ہشامؒ میں ایک روایت ہے کہ فخر آدمؑ امین محکم، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اب جو مال غنیمت پہلے ہاتھ آئے گا۔ اس میں سے قیدی رہا کرنے والے ہر آدمی کو فی کس چھ اونٹ ملیں گے۔ (ج ۲)

خاندان حلیمہؓ سے حُسنِ سلوک

اس طرح چھ ہزار قیدی آزاد ہوئے۔ اور جو مال ان کو واپس دیا گیا۔ اس کی قیمت پچاس کروڑ درہم تھی۔ حضورؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اس خاندان کا خاص لحاظ رکھتے تھے اور اس سے حُسنِ سلوک اور تکریم کے ساتھ پیش آتے رہے۔

(سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ : سیرت سرورِ عالمؐ)

دل موہ لیئے

تاریخ طبری میں واقدی کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ میں مال غنیمت کو مسلمانوں میں تقسیم کیا۔ تو ہر شخص کے حصے میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں آئیں۔ جو سوار تھے انھوں نے اپنے گھوڑے کا بھی حصہ لیا۔ (طبری)

عبدالحق محدث دہلوی رح نے سوار کے حصے کی زیادہ وضاحت کی ہے لکھا ہے کہ دس اونٹ اور ایک سو بیس بھیڑیں عطا کیں اور لکھا ہے کہ سرور کون و مکاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام نقدی، اونٹ، بھیڑیں مکے والوں کو اور دوسرے قبیلوں کو عطا فرمادیں اور لوگوں کے دل موہ لیئے۔ جو ایمان نہیں لائے تھے وہ ایمان لے آئے۔ اور جن کے ایمان کمزور تھے۔ شمع ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت سے ان کے دل مضبوط ہو گئے (مدارج النبوت)

دودھ شریک بھائی کا مزار

حلیمہ رض دائی کے صاحب زادے حضرت عبداللہ رض کا مزار قاہرہ میں قرافہ کے قبرستان میں موجود ہے۔ مشہور زمانہ سیاح ابن جُبیر رح[1] نے اس کی

---

[1] ابن جُبیر نے اپنا یہ سفر ۵۷۸ھ/۱۱۸۳ء میں شروع کیا اور ۵۸۱ھ/۱۱۸۶ء میں ختم ہوا۔

نشان دہی کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ :-

آج رات ہم نے قَرافہ کے قبرستان میں گزاری۔ یہ قبرستان بھی دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ اس میں چاروں طرف انبیاء علیہ السّلام، اہل بیت کرام، صحابہ، تابعین، عالموں، زاہدوں اور صاحب کرامت ولیوں کے مزار ہیں۔ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے چودہ مردوں اور پانچ عورتوں کے مزار بھی یہیں ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت معاذ بن جبل رضؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عَلَم بردار حضرت عُقبہ بن عامر جُہنی، اور صاحب بُردہ رسول اور حضرت ابن زُبَیر بن عوام رضؓ اور حضرت عبداللہ بن حُرافہ سہمی اور حلیمہ سعدیہ رضؓ کے صاحبزادے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے دودھ شریک بھائی ہیں یہیں مدفون ہیں۔

لیکن سیاحِ مشرق و مغرب ابن بَطُوطہؒ نے ان کا مزار بَصرہ میں

ؒ ابن بطُوطہ نے اپنا یہ عظیم الشان سفر ۷۰۳ھ میں شروع کیا۔ اور چھبیس برس تک سفر میں رہا۔ سفر پہ نکلا تو جوان تھا۔ واپس پہنچا تو بوڑھا ہو چکا تھا۔ اپنے وطن طَنجہ میں۔ جو اندلس کے زیر تحت تھا پہنچنے کے بعد اپنی یادداشت کی مدد سے سفرنامہ لکھا اس لیئے یہ ممکن ہے۔ کہ کہیں کہیں اس سے بھول چوک ہوئی ہو۔ اس نے حضرت حلیمہ رضؓ دائی کا مزار بھی بصرے میں بتایا ہے حالانکہ وہ مدینہ میں ہے۔ اس سفرنامہ کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ دنیا کی شاید ہی کوئی زبان ایسی ہو جس میں اس کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔

بتایا ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں کے مشاہد مقدسہ میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا مزار بھی ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دودھ پلائی یعنی رضاعی ماں ہیں۔ اس مزار کے پہلو میں ان کے صاحب زادے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے رضاعی بھائی رضؓ کا مزار ہے۔

اس نے حضرت زُبیر بن عوامؓ، حضرت ابو بکرہؓ، اور خادم رسولؐ حضرت اَنس کی قبروں کی بھی یہیں زیارت کی ہے۔

کونسٹن ورژریل گیورگیو، ۱۹۱۴ء میں مشرقی یورپ کے ملک رومانیہ میں پیدا ہوا یہ ملک ساڑھے چار سو برس مُسلمانوں کے زیر حکومت رہا ہے مصنف وہاں وزارت خارجہ میں ملازم ہوا۔ اور عہدہ وزارت تک پہنچا۔ دوسری جنگِ عظیم میں جب رومانیہ کا طرزِ حکومت بدل گیا۔ تو وہ فرانس چلا گیا۔ وہ مُسلمان نہیں ہے۔ مگر مسلمانوں کے مذہب کا دل دادہ ہے۔

لیفٹیننٹ آر وی سی باڈلے ۱۸۹۲ء میں فرانس میں پیدا ہوا۔ پہلی جنگِ عظیم میں اس نے ہندوستان میں فوجی خدمات انجام دیں۔ پھر کشمیر میں شکار کھیلتا رہا۔ اور خود اسلام کا شکار ہو گیا وہ مُسلمان تو نہیں ہوا۔ مگر اسلام اس کی رگ رگ میں رچ گیا۔ پھر وہ عرب گیا۔ اور وہاں سات سال تک بدوؤں کے ساتھ صحرا نشینی کی جفاکش زندگی گزاری۔ دی میسنجر میں اس نے رسالت مآب کی زندگی کی جو تصویر اتاری۔ اس سے اس کی محبت اور عقیدت نمایاں ہے۔

مال غنیمت بانٹتے وقت سراپا رحمت شہنشاہ اُمم صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے نئے مُسلمان ہونے والوں کا دل رکھنے اور اسلام سے رغبت دلانے کے لیئے انھیں اوروں پہ فوقیت دی۔ فیاضانہ سلوک کیا۔ اور اپنے خاص حصّے خُمیں میں سے انھیں اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ عطا فرما دیئے۔ اور خوب خوب انعام واکرام سے نوازا۔ قرآن شریف میں انھیں مُؤلّفۃُ القلوب کہا گیا ہے (دیکھیئے فتح الباری اور زُرقانی)

مدینہ کے انصاریوں میں سے کچھ نوجوانوں کو گلہ ہوا وہ اس نکتہ کو نہ سمجھے کہ جو لوگ نئے نئے مُسلمان ہوئے ہیں۔ وہ ابھی تک ڈھلمل یقین ہیں۔ انھیں اسلام سے مانوس کرنے کے لیئے انعام واکرام سے نوازا گیا ہے۔ وہ بولے کہ انھیں تو اَلغاروں دھن دولت مل گئی مالا مال ہو گئے۔ حالاں کہ جانیں تو ہم نے کھپائیں۔ دُکھ ہم نے بھرے۔ ہماری تلواریں ابھی تک ان کے خون سے رنگین ہیں۔

بحرِ سخاوت کانِ مروت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو حُضُور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے انصاریوں کو جمع کر کے فرمایا۔ یہ میں کیا سُن رہا ہوں۔ اور یاد دلایا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اللہ پاک نے میری وجہ سے تم کو اسلام سے نوازا۔ تم گمراہ تھے۔ رب العزّت نے میرے واسطے سے تمھیں سیدھے راستے پہ ڈالا۔ تم فقیر اور کنگال تھے۔ پروردگار عالم نے میرے

وسیلے سے تم کو مالا مال کیا۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ربِّ کائنات نے میرے ذریعے سے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پیدا کی۔ انصاریوں نے عرض کیا۔ آپ کا فرمان بجا اور درست ہے۔

نبیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ اے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) جب لوگوں نے تم کو جھٹلایا تو ہم نے تمہاری سچائی کو مانا۔ جب تم بے یار و مددگار تھے۔ اس وقت ہم نے تمہاری مدد کی۔ جب تم بے سہارا اور بے ٹھکانے تھے۔ تو ہم نے تم کو ٹھکانا دیا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ سرورِ دو جہاںؐ نے فرمایا۔ کہ جنھیں مال مویشی دیئے ہیں۔ معرکوں میں ان لوگوں کے بھائی بند قید ہوئے قتل ہوئے، طرح طرح کی ذلتیں جھیلیں اور مصیبتیں سہیں۔ جن سے ربِّ دو جہاں نے تم کو بچائے رکھا۔ ان کا دل رکھنا تھا۔ سو وہ ڈھور ڈانگر لے کے خوش ہو گئے۔ تم اہلِ ایمان ہو۔ ایمان اور یقین کی بے مثال اور لازوال دولت سے مالا مال ہو۔ بولو کیا تمھیں یہ پسند نہیں۔ کہ وہ لوگ تو اونٹ بکریاں لے جائیں۔ اور تم اللہ کے رسولؐ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔

یہ سنا تو رو ٹھے من گئے رونے لگے اور اتنا روئے اتنا روئے کہ گھگی بندھ گئی۔ آنسوؤں کی لڑیوں سے ڈاڑھیاں بھیگ گئیں۔ اور چیخیں نکل گئیں انھوں نے عرض کیا کہ ہم اس بٹوارے پہ دل و جان سے راضی ہیں۔ ہمارے بھاگ کھل گئے کہ اللہ پاک کا محبوب ہمارے حصے میں آیا ہے۔ (تاریخ ابن اثیر جزری ج ۲ - فتح الباری ج ۸ - زرقانی ج ۳)

طائف

طائف مکے سے مشرق و جنوب مشرق میں کوئی پچاس میل ہے۔ اور اگر میرے رہنما کا بیان صحیح ہے۔ تو قبیلہ ہوازن اب بھی باقی ہے۔ اور طائف کے شمال مشرق میں تقریباً پچیس تیس میل دور بسا ہوا ہے۔ شاید عہد نبوی ؐ میں بھی وہیں بستا ہوگا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ پلائی حلیمہ رضؓ اسی قبیلے ہوازن کی تھیں۔

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ: دائرہ معارف اسلامیہ)

باغوں کا شہر

طائف یوں تو مکہ معظمہ سے دو یا تین منزل ہے۔ لیکن عرفات اور وادیٔ نعمان کے پہاڑی راستے سے یہ فاصلہ ایک رات میں طے ہو جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا شہر ہے یہاں ہر طرح کے پھل اور خاص طور پر انگور کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ آب و ہوا بہت خوشگوار ہے اور میوے نہایت خوش ذائقہ ہیں۔

(عبدالحق محدث دہلویؒ: مدارج النبوت)

طائف مکے کے جنوب میں ہے اونٹ پر جائیں تو دو دن میں اور گھوڑے پر جائیں تو ایک دن میں مکے سے طائف پہنچتے ہیں طائف سطح سمندر سے ایک ہزار آٹھ سو میٹر بلند ہے۔ اور وہاں پانی بہت کثرت سے ہے۔ اس لیئے یہ شہر صاف ستھرا اور سرسبز و شاداب ہے۔ مکے کے مال دار لوگ گرمیوں کا موسم گزارنے کے لیئے وہاں باغ لگاتے تھے آج بھی اگر کوئی شخص عربستان کے بیابان سے گزر کر طائف پہنچتا ہے۔ اور گھنے درختوں کے باغ دیکھتا ہے۔ اور وہاں کی شمیم جاں فزا سونگھتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے دوسری دنیا میں آگیا ہے۔ (گیوگیو)



اسی راستے میں منیٰ اور عرفات ملتے ہیں اور اسی راستے سے تاج دار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لیے طائف گئے تھے۔

(محمد رابع ندوی[1] : جزیرۃ العرب)

۱؎ مولوی سید محمد رابع حسنی ندوی، دار العلوم ندوۃ العلماء ہندوستان میں ادب عربی کے استاد ہیں۔ اور حجاز میں ایک سال سے زیادہ رہ چکے ہیں۔

طائف کوہ سَرَاۃ[1] کے سلسلے پہ آباد ہے۔ اور حجاز کا پہاڑی شہر ہے۔ جس پہاڑی پہ یہ شہر آباد ہے وہ غزوان کہلاتی ہے۔ یہ شہر قدرتی حالات اور پیداوار کے لحاظ سے حجاز کے مقابلے میں یمن سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔ (ایضاً)

یہاں کے باغات اپنے لذیذ پھلوں کی وجہ سے مشہور ہیں۔ سردی کی شدّت کی وجہ سے یہاں کھجور نہیں پیدا ہوتی۔ طائف کو مکّہ کا باغ بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ مکّہ مکرمہ میں سارے پھل طائف ہی سے لائے جاتے ہیں (ایضاً)

دو باغوں میں دو چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ ان دونوں مسجدوں میں سے ایک مسجد اس جگہ ہے۔ جہاں عُتبہ اور شیبہ کے نصرانی غلام حضرت عدّاس[2] رضؓ نے آپؐ کی خدمت میں انگور لاکر پیش کیئے تھے۔ ان دونوں مسجدوں کے درمیان ایک وادی ہے جو وادی وَرج کہلاتی ہے۔ (ایضاً)

شہر پناہ کا شہر

طائف کا پہلا نام وَجّ ہے۔ شہریوں نے جب شہر کی

---

[1] یاقوت نے اس کی املا سَرَاۃ لکھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ نجد اور تہامہ کے درمیان ایک پہاڑ ہے (مُعجم البلدان)

[2] بعد میں یہ صاحب مسلمان ہو گئے تھے۔

شہر پناہ بنالی تو اس کا نام طائف پڑ گیا۔ (فتوح البلدان)

طائف نہایت محفوظ مقام تھا طائف اس کو اسی لیئے کہتے ہیں کہ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی یہاں ثقیف کا جو قبیلہ آباد تھا۔ نہایت شجاع، تمام عرب میں ممتاز اور قریشیوں کا گویا ہمسر تھا۔ عُروہ بن مسعود جو یہاں کا رئیس تھا۔ ابو سُفیان (حضرت امیر معاویہؓ کے باپ) کی لڑکی اس سے بیاہی ہوئی تھی۔ کفار مکہ کہتے تھے۔ کہ قرآن اگر اترتا تو مکہ یا طائف کے رئیسوں پر اترتا۔ یہاں کے لوگ فن جنگ سے بھی واقف تھے۔ (شبلی نعمانیؒ: سیرۃ النبیؐ ج-۱)

پتھر برسانے والی مشین

طبریؒ نے ابن اسحاقؒ کا بیان لکھا ہے۔ کہ عُروہؓ[1] بن مسعود اور

---

[1] عُروہ بن مسعود وہ ہیں۔ جو صلح حدیبیہ کے موقع پہ مکے والوں کی طرف سے بات چیت طے کرنے کے لیئے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ انھوں نے وہاں صحابیوں کی انتہائی عقیدت کا جو بے مثال نظارہ دیکھا۔ اس نے ان پر عجیب اثر کیا۔ قریشیوں سے جا کر بولے۔ میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے ہیں۔ یہ عقیدت کہیں نہیں دیکھی۔ وہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ ایسے والہ و شیفتہ ہیں کہ وہ جب بولتے ہیں تو ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے۔ کوئی ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ ان کے وضو کا جو پانی گرتا ہے۔ اس پہ لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں بلغم یا تھوک دیتے ہیں۔ تو ان کو ملنے والے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔ اور چہروں اور ہاتھوں پہ مل لیتے ہیں (بخاری کتاب الشروط) حضرت عُروہ بن مسعودؓ ۹ھ میں ایمان لائے تھے۔ ان کی بہت سی بیویاں تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان میں سے چار رکھ سکتے ہو۔ چار کے سوا انھوں نے اوروں کو طلاق دے دی اور اپنی برادری کو اسلام کی دعوت دی۔ وہ لوگ نہ مانے۔ تو انھوں نے نماز فجر کے وقت اپنے کوٹھے پہ جا کے اذان دی! اس جرم پر ایک بت پرست نے تیر مار کر انہیں شہید کر دیا

غَیلان بن سَلَمہ نے جُرَش جا کر قلعہ شکن ہتھیار بنانے اور استعمال کرنے کا فن سیکھا تھا۔ اور ضَبّور[2] اور منجنیقیں[3] بنالی تھیں (طَبَری ج ۲) اور ان ہتھیاروں کو انھوں نے جنگ طائف میں مسلمانوں کے خلاف زور و شور سے استعمال کیا۔

برف باری

اِصطخری[4] نے تو حجاز میں طائف کے قریب ایک ایسے مقام کا

---

[1] جُرَش، یمن میں ایک آبادی ہے۔ [2] ضَبُور، جُھلسا دینے والا ہتھیار۔

[3] مَنجَنِیق، بڑے بڑے پتھروں کو مار کر قلعے کی دیواروں کو توڑنے کی کل تھی۔ اور قلعے میں پھنسے ہوئے لوگ اس سے محاصرہ کرنے والی فوج پر پتھر برسایا کرتے تھے۔ بعد میں یہی کام ساری دنیا میں توپ سے لیا جانے لگا۔

[4] محمد اِصطخری مشہور جغرافیہ نگار ہیں انھوں نے یاقوت کی مُعجَمُ البلدان سے بھی پہلے جغرافیہ پہ کتاب لکھی۔ (ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ) اِصطخر، شیراز سے بارہ فرسخ دور ایک اہم شہر ہے (یاقوت) کہتے ہیں کہ اس کا بانی فارس کا بادشاہ اِصطخر بن طہمورث ہے (الفہرست) اِصطخر میں فارسی نظم و نثر کا اتنا بڑا ذخیرہ تھا کہ اسے خزانہ کہا گیا ہے۔ فارسی میں اسے گنجِ کہا جاتا تھا۔ سکندر شاہ یونان نے جب فارس پہ حملہ کیا۔ تو علم نجوم، طب اور [illegible]
[illegible]

بھی ذکر کیا ہے[1] جہاں سردی میں پانی جم جاتا ہے (المسالک والممالک[2])

یورپ والے طائف پہ فدا ہیں

طائف سایۂ دار درختوں کے جھنڈ میں چھپا ہوا، سمندر سے کوئی چھ ہزار فیٹ بلند، سرزمین شام کا ٹکڑا کہلاتا ہے۔ اور آج کی طرح اُس زمانے میں بھی مکے کے رئیسوں کا گرمائی مقام تھا۔ مارک ہارٹ نے ۱۸۱۴ء میں طائف دیکھا۔ تو راستے کے مناظر ایسے خوب صورت اور نشاط انگیز پائے کہ لبنان سے چلنے کے بعد کہیں نہ دیکھے تھے۔ (ٹریولز۔ لندن، ۱۸۲۷ء) وہاں کی پیداوار میں شہد، خربوزہ، کیلے، انجیر انگور، زیتون، شفتالو اور ناشپاتی شامل ہیں (ابن بطوطہ)

خوشبو کا شہر

اس کے گلاب مشہور ہیں۔ وہاں کا عطر مکے والوں کی عطر سازی

---

[1] ایک دفعہ جدہ میں سفیر پاکستان متعینہ سعودی عرب نے اپنے بنگلہ میں ہم چند پاکستانیوں کو عشائیہ پہ مدعو کیا وہاں انھوں نے ایک فلم بھی دکھلائی۔ اس میں الخبرا داس کا رہن سہن دکھایا گیا تھا۔ یہ عرب بستی پہاڑی پہ آباد ہے اور طائف کی طرح سرسبز و شاداب ہے۔ فلم میں میں نے خود وہاں کے مناظر میں برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ دیکھے۔ (محمد رحیم دہلوی)

[2] المسالک والممالک (لے ڈن ۱۸۷۰ء ص ۱۱

کا سرمایہ تھا۔ یہاں رس بھرے شفتالو، بڑے بڑے خوشوں والے انگور، سیاہی مائل چمکتے ہوئے زیتون، سُرخ موتیوں سے بھرے ہوئے انار اور میٹھے شہد انجیر پیدا ہوتے ہیں۔

زرخیز شہر

طائِف والوں نے اسلام سے پہلے ہی بَدوِی زندگی چھوڑ چھاڑ کے اچھی خاصی شہریت اختیار کر لی تھی انھوں نے وادِی وَج میں سے نہ صرف لِیَہ میں (ہمدانی، ۱۲۱) بلکہ وَہط[1] وغیرہ میں بھی (بکری ۸۴۸) باغبانی اور تاکستانوں کو بہت ترقی دی تھی۔ اور آب رسانی کا اچھا خاصا انتظام کر رکھا تھا۔ اور اپنی حفاظت کے لیئے شہر کے چاروں طرف فصیل بھی بنالی تھی۔ (دائرہ معارفِ اسلامیہ)

طائِف کی زرخیزی اور تجارتی اہمیت کی وجہ سے وہاں بہت سے یہودی بھی نامعلوم زمانے میں آبسے تھے۔ اور عہد اسلام کے شروع میں وہاں موجود تھے (بَلاذُری: فُتوحُ البُلدان)۔

---

[1] وَہط، طائِف کے قریب ایک گاؤں ہے (یاقوت)

طائف کے طعنے

طائف والے مکّے والوں پر طعن توڑتے تھے۔ کہ ہم روٹی کھاتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مکّے والوں کو دونوں وقت روٹی نہیں ملتی تھی۔ وجہ یہ ہے کہ انھیں اناج باہر سے منگوانا پڑتا تھا۔ اس لیئے وہ زیادہ سے زیادہ ایک وقت روٹی کھاتے تھے۔ ان کی غذا کھجوریں، اونٹنی کا دودھ اور سوکھی مچھلی تھی۔ مچھلی یوں میسر تھی۔ کہ سمندر مکّے سے زیادہ دور نہیں ہے۔ (دگیورگیو)

ہاتھی کے ساتھی

ہاتھی والوں نے جب مکّے پر حملہ کرکے اس کے نام و نشان کو مٹانا چاہا۔ تو طائف والوں نے ابرہہ حبشی کی مدد کی۔ اور طائف کے ابورغال نے اُس کی فوجوں کی رہبری کرکے اُسے مکّے تک پہنچایا۔ ابورغال کی قبر مکّے کے قریب مُغَمّس میں ہے۔ سینکڑوں برس تک لوگ اس کی قبر پر پتھراؤ کرتے رہے۔ (محمد رحیم دہلوی : سوانح عبدالمطّلب)

چاہ زم زم کے چھپنے کے بعد

چاہ زم زم کے دوبارہ[1] برآمد ہونے سے پہلے جناب عبدالمطّلب کے پاس طائف کے قریب غالباً جبل کرا میں ایک قدرتی چشمہ تھا۔ جس کا نام الہزم تھا۔ اور حوض بھی تھے۔ جن میں بارش کا پانی جمع ہوتا تھا۔ مکّے والوں نے بہت قدیم زمانے میں اپنی ذہانت سے پہاڑوں پر مناسب جگہوں میں حوض بنا لیئے تھے۔ تاکہ بارش کا پانی بہہ نہ جائے۔ بلکہ ان میں جمع ہو۔ جسے وہ بیچ سکیں۔ یہ حوض عبدالمطّلب کو وراثت میں ملے تھے۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ[2]) لوگوں نے زبردستی ان پہ قبضہ جما لیا۔ اور عبدالمطّلب کی ایک نہ سُنی تو انھوں نے مدد کے لیئے مدینے سے اپنے (ننھیالی) رشتہ داروں کو مکّے بلایا۔ تب وہ چشمہ اور حوض انھیں ملے۔

(انساب بلاذری ج ۱ و سوانح عبدالمطّلب مولفہ محمد رحیم دہلوی)

---

[1] چاہ زم زم اَٹ گیا اور کھو گیا۔ صدیوں تک کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ تھا بھی یا نہیں اور تھا تو کہاں تھا جناب عبدالمطّلب کے زمانے میں وہ دوبارہ نکلا۔ تفصیل کے لیئے دیکھیے میری کتاب: سوانح عبدالمطّلب)

[2] ڈاکٹر محمد حمید اللہ: مجموعہ مقالات علمیہ حیدر آباد اکاڈیمی ص ۱۹۴۳ء عہد نبوی میں نظام حکمرانی مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی۔

لات کے پجاری

طائف والے لات نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔ اور مکے کی طرح انھوں نے بھی طائف میں ایک کعبہ بنا لیا تھا۔ (ہشام و ابن کلبی: کتاب الاصنام، یاقوت: معجم) اور اپنے شہر کو ایک حرم قرار دے لیا تھا۔ جہاں چرندوں پرندوں کو شکار کرنا اور جنگلی درختوں کو کاٹنا جرم تھا۔ (دائرہ معارف اسلامیہ)

مکہ اور طائف کا بہناپا

ابن ہشام کے قول کے مطابق مکہ اور طائف کی دونوں بستیوں کا آپس میں رشتہ یہ تھا۔ کہ وہ دونوں بہنیں تھیں مکتین[1] (دو مکے) کی اصطلاح قریتین[2] (دو شہر) کے معنوں میں ابن ہشام نے استعمال کی ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

لات طائف کی اور عزیٰ نخلہ والوں کی دیویاں تھیں اور کعبے میں بھی ان کے مثنیٰ بت یعنی نقل مطابق اصل رکھے ہوئے تھے اور مکے والے بھی ان دیویوں کا بہت احترام کرتے تھے (سیرت ابن ہشام)

لہ سیرۃ ابن ہشام. ٹہ قرآن شریف ۴۳/۳۱

مکہ ایک حرم تھا اور ہے۔ طائف کے حرم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے معاہدۂ طائف میں بھی تسلیم کیا اور برقرار رکھا۔

(کتاب الاموال لابی عُبَید)

لات کا خاتمہ

لات مربع شکل کی ایک چٹان تھی بنی ثقیف اس کے مُجاوِر تھے۔ انھوں نے وہاں ایک عمارت بنائی۔ قریشی اور عرب کے سب ہی قبیلے اس کی تعظیم کرتے تھے۔ یہ بُت وہاں نصب تھا جہاں آج طائف کی مسجد کا دایاں منارہ ہے۔ عرب اپنے بچوں کے نام اس کے اوپر زید الاّت اور تیم الاّت رکھتے تھے۔ پھر جب قبیلہ ثقیف نے اسلام قبول کر لیا۔ تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت مُغیرہ بن شُعبہ رضؓ کو وہاں بھیجا۔ انھوں نے اسے توڑ پھوڑ کر آگ میں جلا دیا۔



مکتوب نبویؐ میں طائف کا ذکر

اُمّی نکتہ داں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکتوب آج بھی موجود ہے جس میں انہوں نے طائف والوں کو ہدایت کی ہے کہ مکئی کی شراب حرام ہے۔

طائف نے سدا عداوت کی تھی

مکے اور مدینے کی جنگوں میں طائف ہمیشہ مکے والوں کی حمایت کرتا رہا۔ اُحد میں بھی طائف کے کچھ لوگ دشمنوں کے فوجی عملے میں شریک تھے اور غزوۂ خندق کے بارے میں تو بلاذری نے واضح لکھا ہے کہ ثقفیوں کا ایک پورا دستہ مدینے کے محاصرے میں شریک تھا۔ (کتاب الانساب)

صلح نامہ حدیبیہ میں طائف کا ذکر

طائف والوں کی تجارت یمن اور مکے کے ساتھ ساتھ غالباً عرب کے شمالی حصے میں بھی اچھی خاصی تھی یہی وجہ ہے کہ

ابو عُبَیدہ نے صلح نامہ حُدَیبِیَہ کا جو مَتن دیا ہے۔ اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ جو مسلمان تجارت کے لیئے طائف یا یمن جاتے ہوئے مکے سے گزریں گے انہیں امن و امان حاصل رہے گا۔

شہیدوں کا قبرستان

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں محاصرہ طائف کے شہیدوں کا قبرستان شہر کی موجودہ فصیل کے باہر موجود ہے۔ کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضؓ بھی اسی میں دفن ہیں۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲)

۱ے ابو عُبَیدہ معمر نحوی بن مُثنیٰ اتیمی قریشی یہ بنو عبید اللہ بن معمر تیمی کا غلام تھا۔ فارس کا باشندہ اور ایرانی نژاد تھا اس کا باپ باجروان کا یہودی تھا یہ گاؤں جزیرہ ابن عُمر میں دیار مُضر میں ہے۔ ابو عُبیدہ دورِ جاہلیت اور زمانہ اسلام کے علوم سے باخبر تھا۔ اسے صرف و نحو میں کمال حاصل تھا۔ سَو سے زیادہ کتابیں لکھیں، اس کا گھر دیوان عرب کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ یہ اپنے رفیقوں کو علمی فائدہ پہنچانے میں دریا دل تھا۔

۱۱۴ھ میں پیدا ہوا اور تقریباً سَو سال کی عمر پائی۔ (محمد بن اسحاق وَرّاق: الفہرست۔ یاقوت: معجم البُلدان)

طائف کی نہر زُبَیدَہ

روایت ہے کہ عباسی دور میں نہر زُبَیدہ کی تعمیر کے بعد اس کی دیکھ بھال کے لیئے ملکہ زُبَیدہ نے طائف کے بعض رقبے وقف کر دیئے تھے۔ مکے سے جَبَل کرَاہ ہو کر طائف کو جو راستہ جاتا ہے۔ وہ مسلسل غفلت اور بارشوں کی وجہ سے خراب ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود اب بھی گدھوں کے قافلوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور میرے رہنمانے بتایا کہ وہ عہد عباسی میں تعمیر ہوا تھا (ڈاکٹر محمد حمید اللہ

اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲)

بَدّوؤں کی دلچسپ کہانی

بَدّوؤں کے ہاں ایک دلچسپ کہانی مشہور ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہؑ کے ساتھ شام سے صحرائے عرب کی طرف روانہ ہوئے تو اللہ ربّ العزت نے شام کے باغوں میں سے ایک باغ ان کے ساتھ کر دیا اور یہی طائف ہے۔

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲)

پھلوں پہ عُشر نہیں ہے

سُفیان بن عبداللہؓ حضرتِ عمر فاروقؓ کی طرف سے طائف کے گورنر تھے۔ انھوں نے دربار خلافت میں درخواست بھیجی کہ آج کل میرے سامنے چند باغوں کا مسئلہ درپیش ہے۔ ان میں انگور، شفتالو اور انار پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور پھل بھی ہوتے ہیں۔ اور ان کی پیداوار انگوروں کی پیداوار سے بہت زیادہ ہے۔ دربار خلافت سے جواب آیا۔ کہ ان چیزوں پر عُشر نہیں ہے۔ (شبلی نُعمانی: الفاروق)

طائف میں انگور، انجیر، انار، شفتالو وغیرہ کے بکثرت باغ ہیں۔ ۱۳۵۰ھ میں طائف میں میں نے انجیر کا ایک پُرانا درخت دیکھا جو یقین نہ آئے گا کہ ہمارے ہاں کے کسی پورے تناور پیپل یا بڑ کے درخت کے برابر پھیلا ہوا تھا، چشموں کے پاس ترکاری، تربوز، ککڑی وغیرہ کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ کہیں کہیں غلہ جو وغیرہ بھی بویا جاتا ہے اور مرغیاں پالی جاتی ہیں۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ[1])

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعہ مقالات علمیہ حیدرآباد اکاڈمی ۱۹۴۳ء عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی۔

ہائے سفر کے لیئے سواری بھی نہ تھی

سید پیمبراں، قبلہ گاہ مُرسلاں، نبیوں کے سردار اُمت کے غمخوار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف والوں کو اللہ ربُ العزت کا پیغام پہنچانے تشریف لے گئے تو سفر کے لیئے سوار کو سواری کی سہولت بھی میسر نہ تھی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ لکھتے ہیں کہ :-

ان کی بیوی حضرت خدیجہؓ حجاز کی سب سے زیادہ مالدار خاتون تھیں اور وہ ان کے مال سے تجارت کرتے تھے۔ جب اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو ان کا سارا تجارتی کاروبار بیٹھ گیا، کیوں کہ ہمہ تن اپنی دعوت میں مصروف ہو جانے اور تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لینے کے بعد یہ کام نہ چل سکتا تھا۔ جو کچھ پچھلا اندوختہ تھا اس کو میاں بیوی دونوں نے اس تحریک کو پھیلانے میں چند سال کے اندر لٹا دیا۔ آخرکار نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب سنہ۱۰ بعد نبوّت میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ کے سلسلہ میں طائف تشریف لے گئے تو وہ شخص جو کبھی حجاز کا ملک التجار تھا۔ اس کو سواری کے لیئے ایک گدھا تک میسر نہ ہوا

(ماخوذ از رسالہ "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" و سیرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲)

ابن قتیبہؒ اور بلاذریؒ کا بیان ہے اور ابن سعدؒ نے جبیر بن مُطعم کے حوالے سے تصدیق کی ہے کہ طائف کے سفر میں حضرت زید بن حارثہؓ بھی حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے مگر موسٰی بن عُقبہ اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حبیب رب یگانہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے تھے۔

دل آزاری ایذا رسانی

حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسّلام تبلیغ دین کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ اور وہاں بنی ثقیف کے سرداروں سے ملے۔ یہ تین بھائی تھے۔ (۱) عبد یا لیل (۲) مسعود (۳) حبیب انھیں اسلام کی دعوت دی۔ ان میں سے ایک بولا۔ اگر اللہ نے تمھیں رسول بنا کے بھیجا ہے۔ تو میں کعبہ کے غلاف کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ دوسرا بولا رسول بنا کر بھیجنے کے لئے کیا اللہ کو تمھارے سوا کوئی اور نہ ملا۔ تیسرے نے کہا۔ اللہ کی قسم میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ اگر واقعی تم اللہ کے رسول ہو تو تم بڑے خطرناک آدمی ہو۔ تم سے بات کرنے اور جواب دینے میں خطرہ ہے۔ اور اگر تم اللہ پہ بہتان لگا رہے ہو تو بھی میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ (ابن اسحاق و ابن ہشام)

عبد یا لیل سے رشتہ داری تھی؟

ہاشمی خاندان کی طائف میں رشتہ داریاں تھیں۔ عبد یا لیل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ماموؤں کا خاندان کہا جاتا ہے۔ ابولہب کی بیٹیوں کی طائف میں شادیاں ہوئی تھیں اور حضرت عباسؓ کا بھی طائف میں تجارتی کاروبار تھا۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲) یہ تینوں عمرو بن عمیر بن عوف کے لڑکے تھے۔ ایک قریشی عورت صفیہ بنت معمرؓ ان تینوں میں سے ایک کی بیوی تھی۔ (ابن اسحاقؒ اور واقدیؒ)

طائف میں قاتلانہ حملے

طائف کے ان جلاتن، منہ پھٹ، گستاخ اور اکل کھرے سرداروں نے جلی کٹی باتیں کیں۔ غصے کے مارے وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ ان بے ادبوں، خانہ خرابوں نے شہر کے بدمعاشوں، کمینوں، لچوں اور شہدوں کو اکسا دیا ان آوارہ گردوں، ذلیلوں نے حضورِ شفیع روزِ جزا، حبیب رب علیٰ سے چھیڑ خانیاں کیں۔ آوازے تو آوازے کسے، ہنسی اڑائی گالیاں دیں۔ بھیڑ جمع کر لی۔ موسیٰ بن عقبہؒ نے بتایا ہے۔ کہ ان بدذاتوں

پاجیوں اور فسادیوں) نے تاک تاک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹخنوں اور ایڑیوں پر پتھروں کا دھما دھم مینہ برسا دیا۔ وہ (خبیث، شریر) سڑک کے دونوں طرف صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے تھے اور زینت کون و مکاں علیہ الصلوۃ والسلام کے ہر ہر قدم پر پتھروں سے کھٹا کھٹ نشانے لگائے جاتے تھے۔ حد یہ ہے کہ فخر جہاں عرش مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں خون سے تر بتر ہو گئیں۔

سُلیمان تیمیؒ بربری مدنی ہیں۔ مدینہ شریف کے مشہور مُفتی ہیں اور خاندان ابوبکر صدّیق سے نسبت ولاء کی بنا پر تیمی کہلاتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ چوٹوں کے درد اور ٹیسوں سے جب ترجمان حق، نورِ ربِ جہاں کھڑے نہ رہ سکتے اور بیٹھ جاتے تو وہ سنگ دل پاپی حضورِ شفیع عاصیاں کو پکڑ کے کھڑا کر دیتے اور جب رحمتِ یزداں صاحبِ قرآن مجبوراً چلنے لگتے تو وہ سرکش دنگئی ہنستے ٹھٹے لگاتے اور پتھروں کی کھٹا کھٹ بارش کر دیتے اس طرح انہوں نے راحت دل وجان صلی اللہ علیہ وسلم کو عُتبہ اور شیبہ کے باغ کی دیوار تک پہنچا کر دم لیا۔

سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر، ہوا مجروح جو بازار طائف میں

(ماہر القادری مرحوم)

عُتبہ نے بہت للچایا

عبد مناف
عبدِ شمس
رَبیعہ
عُتبہ — شیبہ

عُتبہ بن رَبیعہ مکے کے بڑے بوڑھے قریشی سرداروں میں سے ایک نامور سردار تھا۔ اس کی بیٹی ہند ابوسُفیان کی بیوی اور امیر مُعاویہؓ کی ماں تھی۔ عُتبہ نے خاتمُ المرسلین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نبوّت کا انکار کر دیا تھا اور یہ وہی ہے جو مکے میں صاحب القرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تھا۔ کہ آپ ہمارے بُتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں تو ہم قریش آپ کی بڑی سے بڑی خواہش پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔ پھر جب اس نے قرآن مجید کی سورۃ حٰمٓ سجدہ کی چند آیتیں سنیں تو اثر پڑتا تھا پڑا پھر بھی رہا کافر کا کافر۔ پھر بھی جنگ بدر میں اس نے دشمنوں کو لڑائی سے روکنے کی کوشش کی، مگر ضدی ابوجہل نے طعنے دیئے۔ لعنت ملامت کی ذلیل و خوار کیا اور اس کی ایک نہ چلنے دی۔

واقدی نے مغازی میں لکھا ہے کہ میدان بدر میں پہنچنے کے بعد حکیم بن حزام نے عُتبہ کو ٹوکا اور سمجھایا کہ تم قریشیوں کے بڑے آدمیوں

میں سے ہو اور ان کے سردار ہو اور ان میں تمہاری بات بھی چلتی ہے تو پھر ایسا کارنامہ کیوں انجام نہیں دیتے جس سے ہمیشہ ہمیشہ تمہارا نام باقی رہے۔ جنگ عکاظ میں بھی تم نے ان کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ مگر اب اس سے بھی زیادہ نازک وقت آپڑا ہے۔ اس لیئے ان کو بے موت مرنے سے بچادو۔

راوی کہتا ہے کہ عتبہؓ ہی اس وقت سردار تھا اور سب سے اچھا مقرر تھا اور سب سے زیادہ خوب صورت تھا۔ اس نے قریشیوں کے لشکر میں گھوم پھر کر جگہ جگہ تقریریں کیں۔ انہیں سمجھایا بجھایا کہ جیسے تم لڑاکا ہو ویسے ہی وہ بھی بہادر ہیں۔ وہ قتل بھی ہوئے تو تمہارے اتنے ہی آدمیوں کو مار کر مریں گے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کہ تم اپنے ان چراغوں جیسے چمکتے دمکتے چہروں کو ان سانپوں جیسے چہروں کے سامنے مت کرو۔ (ایضاً)

خود سر اور مغرور ابوجہل نے فوراً اس کی کاٹ کی اور بھڑکتی ہوئی آگ اور بھڑکائی اور کہا تمہیں اس بھید کی خبر بھی ہے کہ عتبہؓ کس بارے بودا پن دکھا رہا ہے۔ اس لیئے کہ محمد اس کا چچازاد بھائی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ عتبہؓ کا ایک بیٹا بھی باپ کے مقابلے پر آیا ہے یہ اپنے بیٹے اور بھائی کو قتل ہوتے اور کٹتے مرتے کیسے دیکھے گا۔

اس نے یہ جلی کٹی باتیں بھی کہیں کہ عتبہ کا تو لڑائی سے پہلے ہی مارے ڈر کے دم نکلا جا رہا ہے اس کی خیر خبر لو اور تھوڑے سے ستو ہوں تو پلا دو۔ پھر کیا تھا سارے کے سارے عتبہ کا مذاق اُڑانے لگے اور پھبتیاں کسنے لگے (واقدی؛ مغازی)

عتبہ اس ذلت کو برداشت نہ کر سکا۔ اس کی ایسی مت ماری گئی کہ جھلا کر مسلمانوں کے مقابلے پر آیا اور مارا گیا۔ اس کے بیٹے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور بدر میں کافر باپ کے خلاف مسلمانوں کے ساتھ تھے۔

عتبہ کے بھائی شیبہ نے بھی اسلام دشمنی میں اپنے بھائی کا ساتھ دیا اور اسی کے ساتھ قتل ہوا، ابو جہل کی سفا کی ان کو لے ڈوبی اور وہ خود بھی جہنم داصل ہوا۔

پتھروں کی بارش میں

واقدیؒ کی روایت ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، رسول حق آشنا محبوب ذات کبریا کو بچانے کے لیئے پتھروں کی کو اپنے اوپر لیتے رہے۔ اس سے ان کا سر پھٹ گیا۔ (ابن سعدؒ)

خاکسار محمد رحیم دہلوی عرض کرتا ہے کہ موسیٰ بن عقبہؒ اور ابن

اسحاقؒ کی یہ روایت درست معلوم ہوتی ہے کہ حضورؐ رسید کائناتؐ اس سفر میں تن تنہا تشریف لے گئے تھے اور کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ کیوں کہ عُتبہؓ کے باغ کے حالات، عدّاس سے بات چیت اور واپسی میں حضورؐ ظلِ الٰہی، فخرِ رسولاںؐ کی درد بھری دعا اور پہاڑوں کے فرشتے کی حاضری کے واقعات میں کہیں بھی کسی ساتھی کا ذکر نہیں ملتا۔

اللہ کے محبوب نے اللہ سے دعا مانگی

طائف والوں کے ناروا سلوک سے دُرِ یتیم، عہدِ مُعظم، نورِ مُقدم رحمتِ عالمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا۔ اور حضورؐ نے گڑگڑا کر اللہ سے دعا مانگی:۔

اے اللہ! میں تجھ سے اپنی بے بسی اور بے چارگی اور لوگوں کی نگاہوں میں بے قدری کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو سارے بے کسوں کا رب اور عاجزوں کا مددگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے۔ کیا کسی بد دماغ کے حوالے جو مجھ سے بُرائی کے ساتھ پیش آئے یا کسی دشمن کے حوالے جس کو تو نے مجھ پر قابو پانے کا یارا

دے دیا ہے اگر تو مجھ سے خفا نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں ہے اگر تو مجھے امن اور سلامتی میں رکھے تو چین سے تیری خدمت میں جُتے رہنے میں آسانی ہوگی۔ میں تیری ذات کے اُس نور کی پناہ میں رہنا چاہتا ہوں جو اندھیرے میں اُجالا کرتی ہے اور دنیا و آخرت کے کے معاملوں کو سُدھارتی ہے۔ مجھے اپنے غضب کے نازل ہونے سے بچالے۔ میں تجھے مَنانا چاہتا ہوں اور راضی رکھنا چاہتا ہوں۔ میں راضی برضا ہوں۔ تیرے سوا کسی میں کوئی زور اور طاقت نہیں ہے۔ مگر ہاں تیری بارگاہ سے جسے جو عطا ہو جائے (محمد بن اسحاقؒ۔ ابن ہشام۔ طَبری: تاریخ۔ طَبرانی: کتاب الدعا اور مُعجم کبیر۔ ابن قیّم: زاد المعاد۔ ابن کثیر: البدایہ)

دعا منظور ہوئی مقبول ہوئی

نبیوں کی دعائیں فوراً قبول ہوتی ہیں۔ ویسے حدیث شریف میں ہے کہ مظلوم اور مسافر کی دعا بھی یقیناً قبول ہوتی ہے۔ پھر ایسی ذات اقدس کی دعا کا کیا کہنا جو نبی اور رسول بھی ہو مضطر بھی ہو مظلوم بھی ہو غریب اور مسافر بھی ہو۔ دعا کا مانگنا تھا، التجا کرنی تھی کہ منظوری اور قبولیت کے دروازے کھل گئے دعا منظور ہوئی مقبول ہوئی حضورؐ۔

مقصودِ حق مطلوبِ حق مرغوبِ حق محبوبِ حق صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے چل کر قَرنُ الثَّعالِب کے مقام پر پہنچے تھے کہ اللہ پاک نے جبرئیل کے ساتھ پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا وہ بولا آپ فرمائیں تو دونوں پہاڑوں کو ملادوں تاکہ تمام لوگ پس جائیں۔

طائف والوں کی دی ہوئی تکلیفیں، ایذائیں تازہ تھیں زخم ہرے تھے بھرے نہ تھے پھر بھی رحمت دوسراشہ بحر و بر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیئے بد دعا نہ کی۔ (بخاری: ذکر ملائیکہ۔ مسلم: مَغازی۔ انسائی، بُعُوث۔ طبرانی)

زخم کھا کر پھول برسائے

طائف ہی وہ شہر ہے جہاں صاحب قرآن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ پتھروں کا مینہ برسا کر انھیں لہو لہان کیا یہ ذات اقدس محبوب رب العالمین کی زندگی کا سب سے اجیرن دن تھا عرض کیا گیا کہ آپ ان جفاکاروں کے لیئے بد دعا کریں۔ رحم مجسم حضرت محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ہاتھ اُٹھائے۔ اور خدا پاک سے دُعا کی یا الٰہی! انہیں سمجھ دے۔

؎ سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دُعائیں دیں

(ماہر القادری)

خون کے پیاسوں کو دعائیں دیں

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دفعہ پوچھا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ پہ (جنگ) اُحد سے بھی زیادہ کوئی مشکل دن گزرا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تمھاری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں سو پہنچیں۔ مگر سب سے زیادہ سختی اس دن جھیلی جب میں نے عبد یالیل کے بیٹے کو اسلام کی دعوت دی اس نے میری بات نہیں مانی۔ میں وہاں سے بہت غمگین اور رنجیدہ واپس ہوا۔ مقام قرنُ الثّعالبؔ[1] میں پہنچنے کے بعد تکلیف میں کچھ کمی محسوس ہوئی۔ ایکا ایکی سر اُٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ ایک ابر مجھ پہ سایہ کیئے ہوئے ہے اور اس میں جبرئیل امینؑ موجود ہیں۔ انھوں نے آواز دی۔ کہ آپ کی قوم نے آپ کو جو جواب دیا ہے۔ وہ اللہ نے سُن لیا ہے۔ اور اس وقت اللہ نے آپ کے پاس پہاڑوں کے فرشتے مَلکُ الجبال کو بھیجا ہے۔ تاکہ آپ اس کو جو چاہیں حکم صادر کریں۔

---

[1] قرنُ المنازل کا دوسرا نام قرنِ الثّعالب ہے۔ یہ مکّے سے ایک رات دن کے فاصلے پہ واقع ہے۔ اور نجد والوں کی میقات ہے۔ (یاقوت)

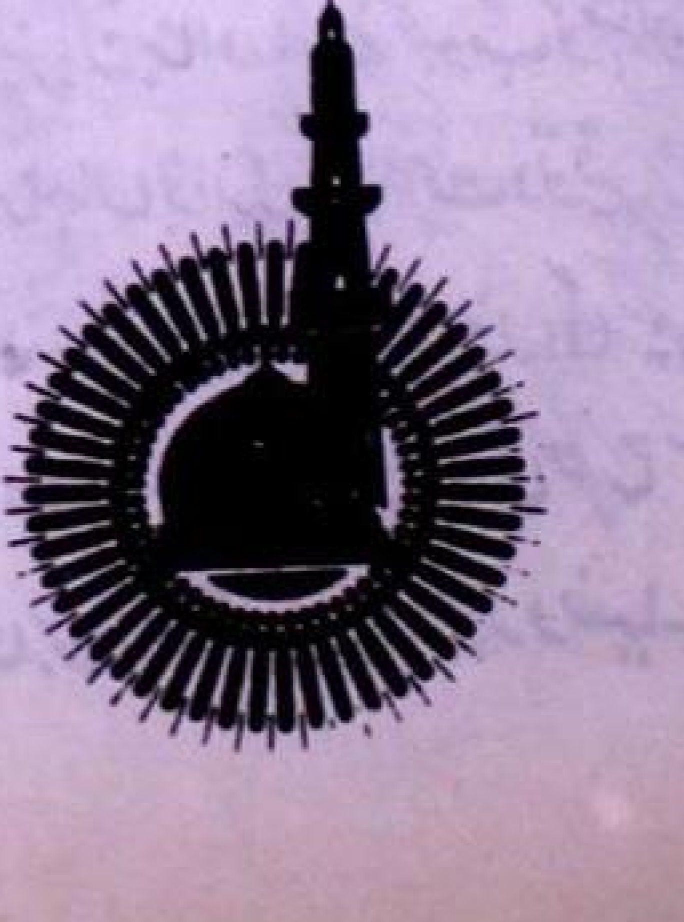
اتنے میں اُس فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا اور کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم! اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ تمام پہاڑ میرے قبضے اور اختیار میں ہیں۔ آپ حکم دیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو جن کے بیچ میں مکہ اور طائف والے رہتے ہیں۔ اس طرح ملا دوں کہ سب لوگ پس کے رہ جائیں۔

فرمایا۔ نہیں۔ میں اللہ پاک سے امید کرتا ہوں۔ کہ وہ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اس وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

(صحیح بخاری باب ذکر الملائکہ و معجم طبرانی و فتح الباری ج ۶)

سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اُس پر بُروں کو جس نے فرمایا کہ "میرے ہیں"

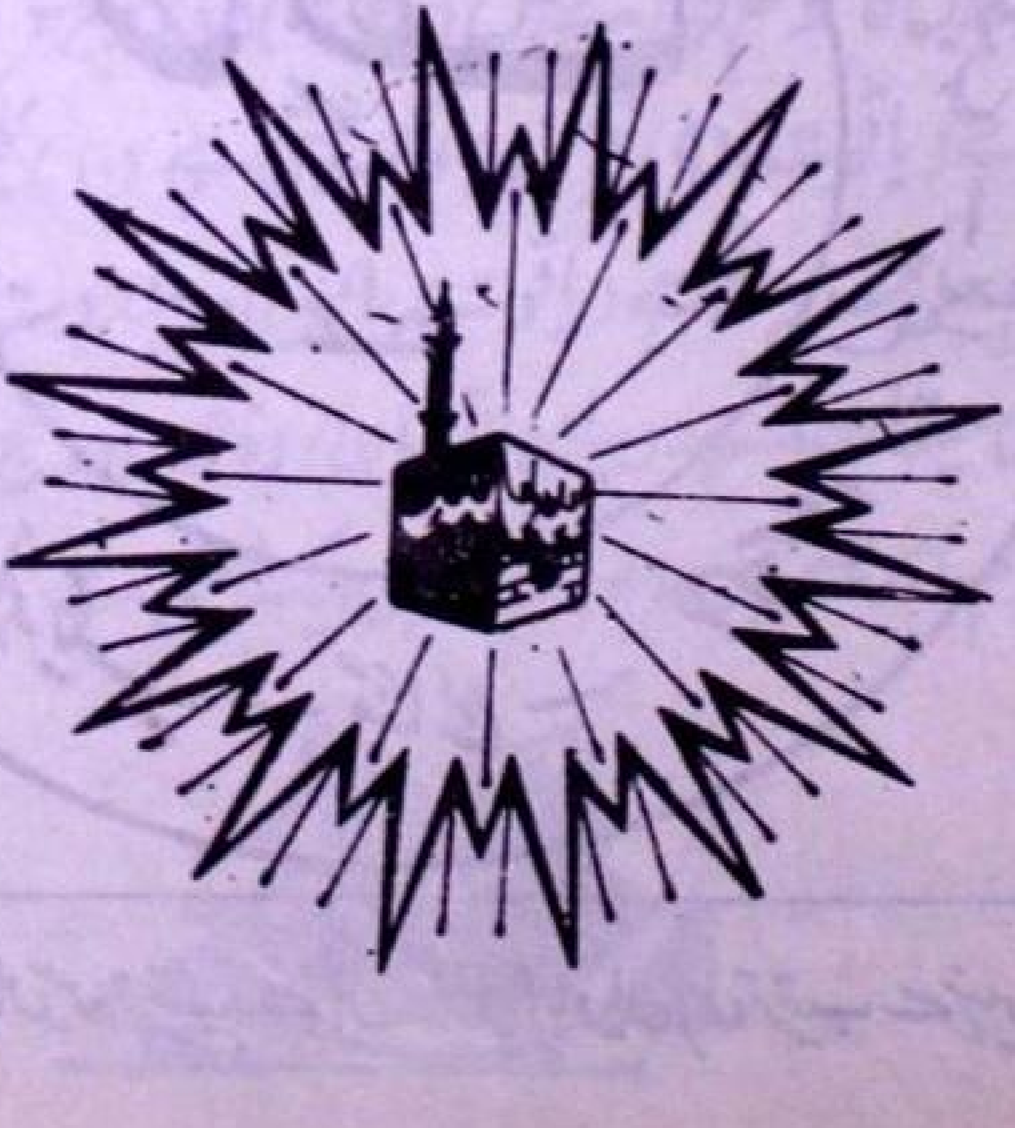
(ماہر القادری رح)



حضورؐ نخلہ پہنچے تو رات کی نماز میں نصیبین کے سات جنوں نے آپؐ کا قرآن سنا اور مسلمان ہو گئے۔ (از حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ، زر بن حبیشؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، ابن اسحاقؒ، ابو نعیمؒ اصفہانیؒ، واقدیؒ) جنوں نے واپس جاکر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خوش خبری سنائی کہ انسان چاہے آپ کی بات نہ مان رہے ہوں مگر بہت سے جن مسلمان ہو گئے ہیں اور اپنی قوم میں اسلام پھیلا رہے ہیں (سورہ احقاف آیات ۲۹ سے ۳۲ تک) نصیبین، عراق اور ترکی کی سرحد پر ایک شہر ہے (یاقوت) ابن قیمؒ کا بیان ہے کہ طائف سے واپسی کے بعد اللہ رب العزت نے حضورؐ آفتاب زماں ماہتاب مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج سے سرفراز فرمایا اور اپنے پاس آسمانوں پر بلاکر وجہ کون و مکاں باعث دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عزت دی (زاد المعاد) اللہ میزبان بنا اور اپنے محبوبؐ کو مہمان بنایا فرش زمین سے عرش بریں پر بلاکر مہماں نوازی کی۔ عزت و توقیر بڑھائی۔

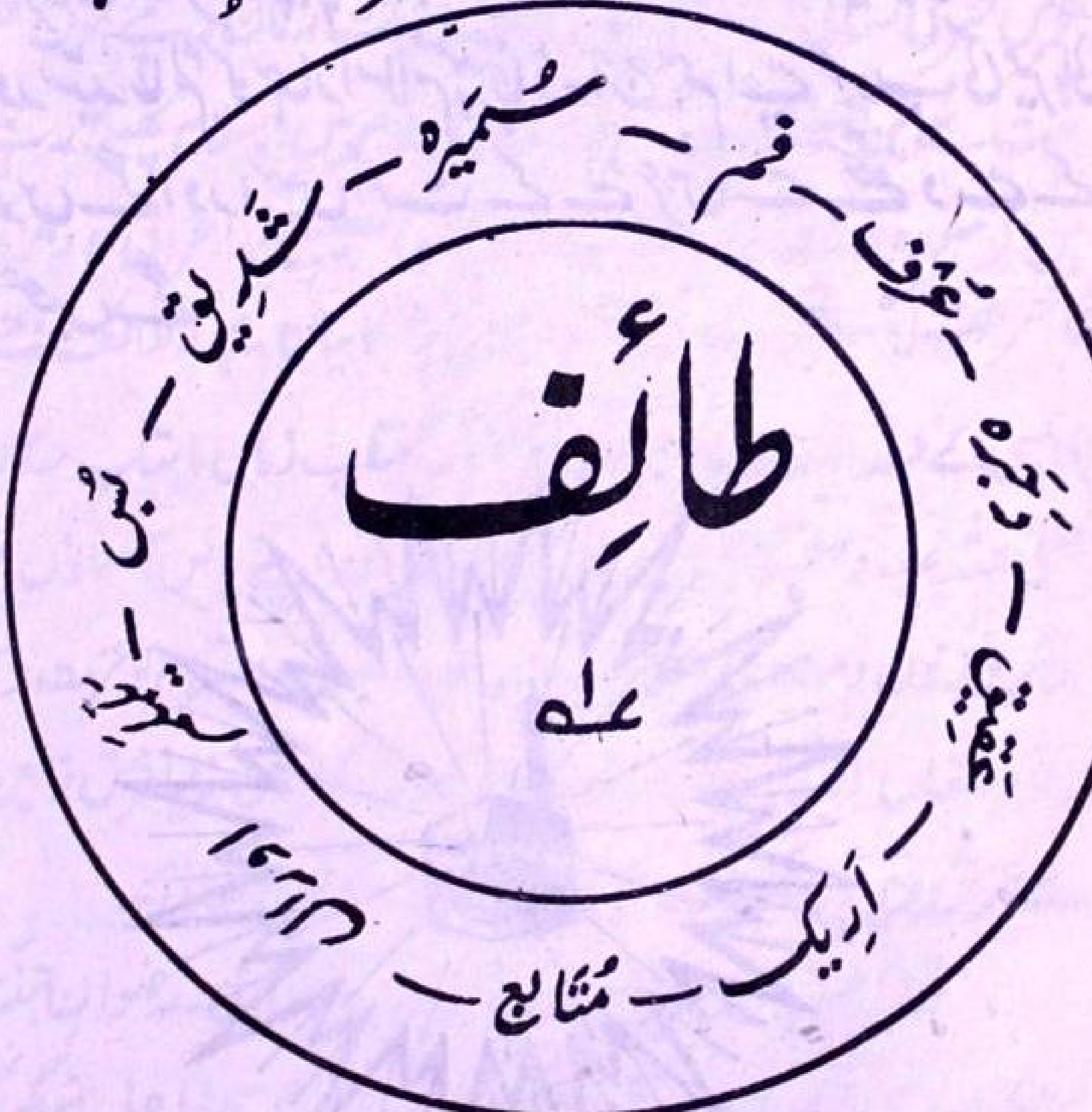
حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں کی سیر کی۔ رضوانِ جنت کو حکم ہوا۔ کہ آج رات بہشت کو دلہن کی طرح سجایا جائے کہ آج ہمارا محبوب مہمان بن کے آ رہا ہے۔ نور و ضیا کے فرشتوں کو

پیغام پہنچا کہ آسمانوں کو نور کے جھاڑ فانوسوں سے جگمگا دیں۔ خلد بریں کی حوروں سے ارشاد ہوا۔ کہ بہشتوں میں رَت جگے منائے جائیں۔ فرشتوں کو حکم ملا کہ عرش تا فرش صلّ علیٰ محمدؐ کی دھوم ہو اور تمام انبیا خیر مقدم کے لئے موجود رہیں۔ حضرت جبرئیلؑ کو فرمان پہنچا۔ کہ براق کو ساتھ لے کے کعبے میں حاضر ہو اور سیّد عالمؐ کو ہمارا اسلام پہنچاؤ۔ آج ہم اپنے محبوب کی میزبانی کریں گے اور انہیں اُمت کے لئے عرش سے تحفے دے کے بھیجیں گے۔



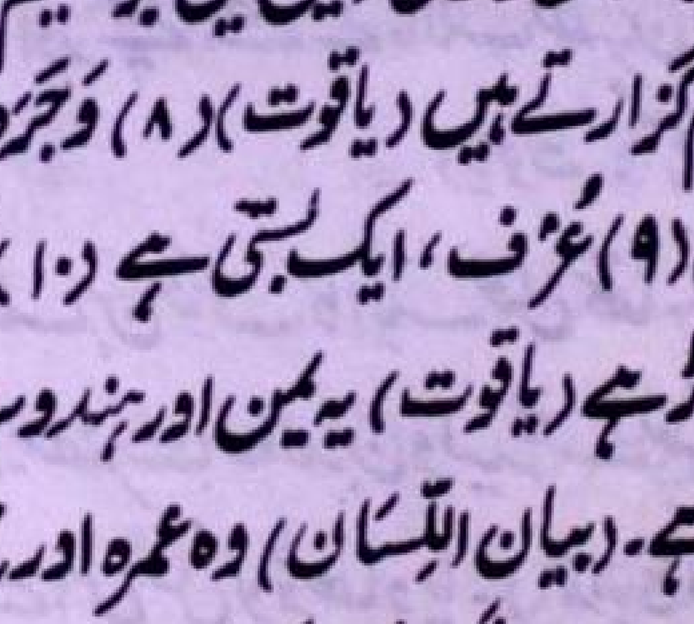
طائف کے پاس پڑوس کی بستیاں

طائف کے چاروں طرف جو بہت سی سبزہ زار چراگاہیں اور بستیاں ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں (١) سُمَیرہ، حُنَین کے قریب ایک وادی ہے (یاقوت)



له دائرہ میں یہ بستیاں جس ترتیب سے ہیں۔ اصل آبادیاں اس ترتیب سے نہیں ہیں۔

(۲) شَدیق یہ بھی طائف کی ایک وادی ہے (یاقوت) (۳) لُبس، یہ ایک گاؤں ہے۔ یہاں بنو جُشم اور بنو نصر والے رہتے ہیں (یاقوت) یہ دونوں قبیلے بھی اسی درخت کی شاخیں ہیں جس کی ایک شاخ بنو سعد بھی ہے (۴) اَوَرال، یہ تین کالے کالے پہاڑ ہیں۔ ان کے پاس ہی بنی عبد اللہ بن دارم کا چشمہ ہے (یاقوت) (۵) مُتتابِع، یہ ایک پہاڑ ہے (یاقوت) (۶) اَرِیک، یہ بھی ایک پہاڑی مقام ہے۔ اور یہ بنو محارب اور سُلَیم کی شاخ بنو صَادِرہ کا مشترکہ علاقہ ہے (یاقوت) (۷) عُقیق، ایسی وادی یا زمین کو کہتے ہیں۔ جہاں سیلاب کی وجہ سے پانی کی کئی گزرگاہیں بن گئی ہوں۔ اس وادی عُقیق میں بنو سُلَیم کی شاخ بنو خفّاف والے گرمیوں کا موسم گزارتے ہیں (یاقوت) (۸) وَجرَہ، یہ بنو سُلَیم کا گاؤں ہے (یاقوت) (۹) غُرف، ایک بستی ہے (۱۰) یَلَملَم، طائف کے قریب ایک پہاڑ ہے (یاقوت) یہ یمن اور ہندوستان، پاکستان والوں کی میقات ہے۔ (بیان اللسان) وہ عمرہ اور حج کے لیے یہاں سے احرام باندھتے ہیں۔ (۱۱) قَم۔ یہ بھی ایک بستی ہے (یاقوت)



طائف سے اماں حلیمہ سعدیہؓ کے گاؤں چلیں تو یمن جانے والی سڑک پہ مڑنا پڑتا ہے۔ اور پہلی بستی لِیَّہ ملتی ہے۔

لِیَّہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ۱۹۳۹ء میں لِیَّہ کو شہر طائف کے مشرق و جنوب مشرق میں تقریباً چھ میل پر ایک زرخیز اور آباد گاؤں دیکھا۔

(دائرہ معارف اسلامیہ)

لِیَّہ، طائف کے قریب ایک وادی ہے۔ اس کے بلند حصے کے مالک بنو ثقیف اور نچلے حصے کے مالک نصر بن مُعاوِیہ تھے۔

(یاقوت : مُعجمُ البُلدان)

لِیَّہ میں مالک بن عوف کا ایک محل تھا۔ اس میں بُت بھی رکھے ہوئے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم سے اس محل کو ڈھا دیا۔ (مدارجُ النبوّت)

تاریخی معاہدہ

لِیَّہ کی ایک اہمیت یہ بھی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اور ثقیف میں جو معاہدہ ہوا۔ تاریخوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

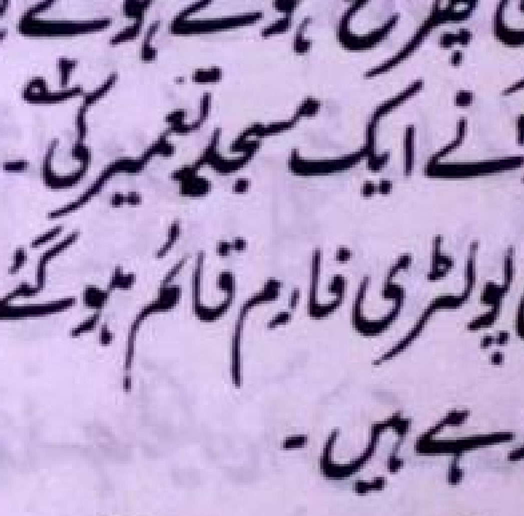
اس تاریخی معاہدے میں لیّہ کا ذکر بھی موجود ہے کہ :-

اگر ثقیف کے کچھ لوگ یا سامان اس وقت یہاں وج (طائف) میں موجود نہیں ہیں۔ تو ان کو بھی وہی امن حاصل ہوگا جو اس وقت یہاں موجود مال اور لوگوں کو دیا جا رہا ہے۔ اور ان کا جو مال لیّہ میں ہوگا۔ تو اس کو بھی وہی امن حاصل ہوگا جو وج (طائف) میں موجود مال کو حاصل ہے۔[1]

حضور اکرمؐ لیّہ میں

ابن اسحاقؒ کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نخلہ یمانیہ پھر قرن پھر ملیح ہوتے ہوئے لیّہ کے مقام بحرۃ الرغاء پہنچ گئے۔ یہاں حضورؐ نے ایک مسجد تعمیر کی۔[2]

اب لیّہ میں کئی پولٹری فارم قائم ہو گئے ہیں۔ اور سبزیوں کے کھیت بہار دے رہے ہیں۔



---

[1] ابو عبید: کتاب الاحوال - ۲- لسان العرب - ۳- ابن عبدالبر - ۴- ڈاکٹر محمد حمید اللہ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی۔ [2] حاشیہ ابن ہشام

عُکاظ

عُکاظ، طائف سے اندازاً پندرہ میل اور مکّے سے تین دن کی مسافت پر تھا۔ وہاں کھجوروں کے بہت سے باغ تھے۔ حسب و نسب پر اترانے اور فخر کرنے کو عُکاظ کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیّت میں عربوں کا دستور رہا کہ وہاں جمع ہو کر فخریہ قصیدے پڑھتے۔ اور جو قصیدہ بہترین مانا جاتا۔ اسے کعبے کی دیوار پر لٹکا دیتے تھے۔ یہ مقام سُوقِ عُکاظ کہلاتا تھا۔ (یاقوت : مُعجمُ البلدان)

جاہلیت کے شاعروں کو اپنے زمانے کا اخبار نویس سمجھنا چاہیئے۔

(پروفیسر فلپ حتّی)

عُکاظ اب لاپتا ہے لیکن اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یقیناً ہَوازِن کی بستی سے زیادہ دور نہ تھا۔ (دائرہ معارف اسلامیہ اردو)

عربی ادبی کانگریس

بازارِ عُکاظ میں جو ادبی چرچے ہوتے تھے۔ ان کی وجہ سے

اسے عربی ادبی کانگریس کہنا غلط نہیں ہے۔ عُکاظ نے مورخوں اور مؤلفوں کو ہمیشہ سے اُبھار رکھا ہے۔ (ڈاکٹر حمید اللہ: [1])

عرب کا سب سے بڑا میلہ

عُکاظ میں ہر سال نہایت شاندار میلہ لگتا تھا۔ یہ پندرہ ذیقعد سے شروع ہو کر ذی الحجہ کا چاند دیکھ کے ختم ہوتا تھا۔ عُکاظ کا یہ میلہ عرب کا سب سے بڑا میلہ تھا۔ یہاں بہت سے قبیلے جمع ہوتے تھے۔ شاعر اپنے قصیدے سُناتے، مقرر تقریریں کرتے منصف فیصلے سُناتے اور قبیلوں کے شیخ شیوخ معاہدوں کی شرطیں طے کرتے تھے۔ (محمد رحیم دہلوی: ہاشم کے تجارتی کارواں مع ارض القرآن)

عرب کا اولمپیا

سید امیر علی کا بیان ہے کہ عُکاظ مکّہ سے تین چھوٹی چھوٹی منزلوں سے آگے طائف اور نخلہ کے بیچ میں ہے یہ جگہ تاریخ عرب میں بہت مشہور رہے۔ ذیقعد کے محترم مہینے میں سالانہ ایک بہت بڑا میلہ لگتا تھا۔ اس مہینے میں جنگ کرنی یا کسی طرح سے بھی انسانی خون

---

[1] عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی

بہانا منع تھا۔ میلے تو عرب میں اور بھی لگتے تھے۔ مگر عکاظ کا میلہ قومی میلہ سمجھا جاتا تھا۔ وہاں بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔ اس مقدس مہینے میں تمام قبیلوں کی دشمنیاں اور جھگڑے دفن سمجھ لیئے جاتے تھے۔ عرب کے تمام حصّوں سے اور دوسرے ملکوں سے دنیا بھر کی تجارت کا ایک دریا بہتا تھا۔ نجد و حجاز کے سوداگر، صحراؤں کے شاعر اور نامور واعظ وہاں پہنچتے اور اس جمِ غفیر سے جو دور دور سے آ کے وہاں جمع ہوتا تھا، داد حاصل کرنے کے لیئے اپنی نظمیں اور قصیدے سُناتے تھے۔ عکاظ عرب کا اولمپیا تھا۔ وہاں لوگ محض مال بیچنے اور خریدنے ہی کے لیئے نہیں آتے تھے بلکہ شجاعت اور شوکت کے نغمے سنانے اور ادبی اور شعری قابلیت کا مظاہرہ کرنے بھی آتے تھے۔ وہ قصیدے جنہیں وہاں سب لوگ پسند کرتے، سنہری حروفوں میں لکھے جاتے اور قومی عبادت گاہ کعبے میں لٹکائے جاتے تھے۔

ان قصیدوں کو مُعلّقات کہا جاتا ہے۔ یہ آنے والی نسلوں کے لیئے یادگار کے طور پر وہیں مُعلّق رہتے تھے۔ تاکہ وہ اپنے بڑوں کی اس یادگار سے باخبر رہیں۔ عکاظ کا یہ میلہ جوش و خروش کا عجیب و غریب سماں پیدا کرتا تھا۔ قاتل ڈاکو اور لٹیرے انتقام

لینے والوں سے چھپنے کے لیے چہروں پہ نقاب ڈال کے آتے تھے۔
لیکن اس تصویر کا ایک گھناؤنا رُخ یہ بھی ہے کہ ناچنے گانے والی رقاصہ عورتیں خیمہ بہ خیمہ پھرتیں۔ اور صحرا کے اکھڑ مزاج اور تُند خُو بدّوؤں کے جذبات کو نشاط آور گیتوں اور ناز و انداز سے بھڑکایا کرتی تھیں۔ شرابیوں اور بھانڈوں کے تماشوں میں اکثر لڑائی جھگڑے ہوتے اور خوں ریزیاں ہوا کرتیں۔ جوا کھیلنے کے اڈوں میں صبح سے شام تک جُوا ہوتا رہتا تھا۔ رقیب شاعر ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور دشمنی کے جذبات اُبھارتے اور اس طرح تلواریں نکل آتیں اور یہ جھگڑا تباہ کُن جنگ کی صورت اختیار کر لیتا اور برسوں ختم نہ ہوتا۔ (سید امیر علی : اسپرٹ آف اسلام)

عربی شاعری کے شاہکار

سبعہ مُعلّقات کو آج بھی عربی بولنے والے شاعری کا شاہکار مانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان ساتوں میں سے ہر ایک بازار عُکاظ میں سالانہ انعام کے قابل قرار پایا اور اسے سونے کے پانی سے لکھ کر خانہ کعبہ کی دیواروں پر لٹکایا گیا۔ ہر سال میلے میں ادبی اجتماع ہوتا تھا۔ اور ادیب اور شاعر جمع ہوتے تھے اپنے کارنامے سُناتے اور

اوّل آنے اور انعام جیتنے میں آپس میں مقابلہ کرتے۔ شاعر کی شہرت پانے کی جگہ صرف یہی تھی۔ یہ "سوق عُکاظ" گویا جاہلی عرب میں فرانس کی اکیڈمی کی شان رکھتا تھا۔ میلے میں دیسی سامان کی نمائش اور فروخت اور دوسرے سامان سے تبادلے کے اچھے موقعے مل جاتے تھے۔

عُکاظ کی رونق

حجاز ملک عرب کے بیچوں بیچ ہے دوسرے شمال و جنوب کی سڑکیں یہیں سے گزرتی تھیں اور آمد و رفت آسان تھی۔ اسی لیے عُکاظ کے میلے اور کعبے کے حج میں رونق پیدا ہوئی۔

عُکاظ کا میلہ جس جگہ لگا کرتا تھا۔ اسے آج کل سَیل کبیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ (ابوالحسن علی ندوی)

ننھے حضور عُکاظ میں

بی بی حلیمہ رض کو آس پاس کے میلوں میں جانے کی عادت ہو گی۔ ایک مرتبہ ننھے حضور ﷺ بھی نوعمری میں ان کے ساتھ سُوق عُکاظ میں نظر آتے ہیں۔ عُکاظ میں خرید و فروخت بھی ہوتی ہو گی شعر شاعری

بھی کشتیوں کا دنگل بھی ہوتا تھا غیب داں نجومیوں کی دکانیں بھی سجتی تھیں۔ بی بی حلیمہؓ بھی ہذیل کے ایک عراف (غیب داں) کے پاس دل بہلانے پہنچیں۔ وہ خاص طور پر بچوں کا زائچہ بتایا کرتا تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس نے کچھ واہی تباہی باتیں کی ہوں گی۔

(ڈاکٹر محمد حمید اللہ : رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی)

سات برس کی عمر میں حضورؐ کی آنکھوں میں تکلیف کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مکے میں علاج ناکام رہا۔ تو لوگوں کے مشورے سے دادا عبدالمطلب ان کو عکاظ لے گئے۔ پاس ہی ایک عیسائی خانقاہ تھی۔ وہاں کے راہب نے ان کے علاج کے لیے نسخہ تجویز کیا۔ (ایضاً)

حضورؐ اپنی دودھ پلائی بی بی حلیمہؓ کی گود میں ایک میلے میں جاتے ہیں۔ ایک یہودی فال گو انھیں دیکھ کر شور مچاتا ہے کہ یہودیو! دوڑو۔ اس بچے کو قتل کر ڈالو۔ یہ تمھیں جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکے گا۔ (ایضاً)

میلوں میں تبلیغ

ہجرت مدینہ سے پہلے کے زمانے میں حضور انورؐ اکثر یہ فرمایا

کرتے تھے کہ میری مدد کرو تو خدا قیصر و کسریٰ کے تاج تمہارے قدموں میں لا ڈالے گا۔ مِنیٰ، مَجِنّہ، ذوالمجَاز اور عُکاظ کے میلوں میں بھی حُضُور انور یہی فرماتے رہے۔ (ایضاً)

بھینگے چچا کی بکواس

اسی طرح ایک میلے کے بارے میں ابن ہشامؒ نے ایک راوی کا بیان ہمیں پہنچایا ہے۔ جو اپنے باپ کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہ کہتا ہے کہ سید الانبیا خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبیلہ والوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا:۔

اللہ نے مجھے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اور اس نے حکم دیا ہے۔ کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور اس کے سوا جن ہستیوں کو پوج رہے ہو۔ ان کو پوجنا چھوڑ دو۔ اور مجھے سچا جانو اور مجھ پہ ایمان لاؤ۔ اور میری حفاظت کرو۔ تاکہ میں لوگوں کے سامنے وہ پیغام صاف صاف بیان کرسکوں۔ جو اللہ نے میرے پاس بھیجا ہے۔

راوی نے کہا کہ خَاتَمُ النَّبِیّٖن رحمۃً للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پیچھے پیچھے سُرخ و سفید رنگ کا ایک بھینگا آدمی

تھا۔ اس کی دو چوٹیاں تھیں۔ اور عدَنی دو شالہ اوڑھے ہوئے تھا۔ جب ابر کرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ ختم کرتے۔ تو وہ کہنے لگتا :۔

صاحبو! ہوشیار رہنا۔ اور اس آدمی کے بہکاوے میں نہ آنا۔ یہ تمھیں بہکار ہا ہے کہ لات و عُزّٰی کو پوجنا چھوڑ دو۔ اور جو جنّات تمھارے یار آشنا، حمایتی اور کشتی بان ہیں۔ ان سے میل ملاپ ختم کر دو۔ اور یہ جو نئی نئی باتیں گھڑ رہا ہے۔ انھیں مان لو اور جن غلط سلط راستوں پہ تمھیں بھٹکانا چاہ رہا ہے۔ ان پہ بھٹکتے پھرو۔ مگر میری مانو تو اس کی ایک نہ سُننا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ :۔

ابا جان! یہ آدمی کون ہے۔ جو ان صاحب کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا ہے۔ اور وہ جو کچھ کہتے ہیں۔ یہ اس کو جھٹلاتا ہے۔

باپ نے بتایا کہ :۔

بیٹے یہ ان کا چچا ہے۔ اور اس (نامراد) کا نام ابو لہب عبدالعزّٰی بن عبدالمطّلب ہے۔ (ابن ہشام)

("نامراد" کا اضافہ میں نے کیا ہے۔ محمد رحیم دہلوی)

ابوبکرؓ اور زید بن حارثہؓ کے بعد تیسرا مسلمان

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے بعد جو تیسرا آدمی مسلمان ہوا وہ عمرو بن عتبہ ہیں۔ اور عکاظ وہ جگہ ہے۔ جہاں وہ اسلام لائے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب مجھے خبر ملی کہ نبیؐ کا ظہور ہو چکا ہے وہ تشریف لے آئے ہیں۔ تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جی سے رہا نہ گیا۔ مارا مار مکہ کی طرف چل پڑا۔ ان دنوں عکاظ کا میلہ زوروں پہ تھا۔ میں نے وہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کرتے ہوئے دیکھا۔ جب بھیڑ چھٹ گئی۔ اور حضور والاؐ اکیلے رہ گئے۔ تو میں نے پاس جا کے کہا :۔

ایک بات پوچھنی ہے۔ یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں؟

فرمایا۔ میں اللہ کا بھیجا ہوا نبی ہوں۔

پوچھا۔ کیا اللہ نے آپ کو نبوت پہ سرفراز کیا ہے؟

فرمایا۔ ہاں میں اللہ کا بھیجا ہوا پیغامبر ہوں۔ جو ایک اکیلا ہے۔ اور

لہ یہ حقیقت مانی ہوئی ہے۔ کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں مردوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ پہلے کون مسلمان ہوا۔ غالباً پہلے پہل آزادوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ اور بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے۔

کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

پوچھا اللہ کا پیغام کیا ہے؟

فرمایا۔ اللہ پر ایمان لاؤ۔ کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بُت پرستی چھوڑ دو۔ سب سے محبّت کرو۔

پوچھا کسی نے آپ کی بات مانی بھی۔ کوئی ایمان لایا؟

فرمایا۔ ہاں دو آدمی مسلمان ہوئے ہیں۔ ان میں ایک آزاد آدمی (ابوبکر رضؓ) ہیں۔ اور دوسرا آدمی (زید بن ثابت رضؓ) غلام ہیں۔

پوچھا۔ اسلام ہے کیا؟

فرمایا۔ ہر ایک سے اچھا سلوک کرو اور مسکینوں کی خیر خبر رکھو۔ (بھوکوں، ناداروں، مفلسوں، کنگالوں کی بھلائی اور سلامتی کے لئے جو بن سکے کر گزرو)۔

پوچھا۔ اچھا یہ بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟

فرمایا۔ اللہ کی راہ میں صبر و رضا سے کام لینا۔ (اللہ کے راستے میں تکلیف ہو جائے تو سہہ جانا، مصیبت پڑ جائے تو سہار لینا اور خدا کا شکر بجا لانا۔)

پوچھا۔ اسلام کا سب سے اونچا درجہ کون سا ہے؟

فرمایا۔ زبان سے نہ کسی کو دکھ دو نہ اذیت پہنچاؤ۔ نہ کسی کے

پیٹھ پیچھے غیبت کرو۔

پوچھا۔ ایمان کی برتری کی نشانی کیا ہے۔

فرمایا۔ اچھی عادتیں۔ نیک خصلتیں۔

عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! میں آپ پہ ایمان لاتا ہوں۔ مجھے بھی ان دونوں مسلمانوں کی طرح اپنی خدمت اقدس میں رہنے کی اجازت دیجئے۔

فرمایا۔ ہم پہ ظلم و ستم توڑے جا رہے ہیں۔ تم وہ سہہ نہ سکو گے۔ ابھی تو تم چلے جاؤ۔ وہ وقت قریب ہے کہ اللہ کا دین فتح پالے گا۔ تم کو خبر مل جائے گی تو اس وقت میں جہاں ہوں۔ میرے پاس چلے آنا۔ (طبری)

عمروؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب نباضِ کائنات، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے۔ اسلام کو بے پناہ مقبولیت اور شہرت ملی۔ تو میں حاضر خدمت ہو گیا۔

رُبعُ الخالی کا صحرا

حضرت سیدہ دائی حلیمہ رضؓ کی نگری جانے کے لئے طائف سے سے یمن جانے والی سڑک پہ چلنا پڑتا ہے۔ فلپ حتیؔ نے "ہسٹری آف دی عرب" میں اسلام سے پہلے کی عرب ریاستوں کا جو نقشہ دیا ہے۔ وہ بتاتا ہے۔ کہ بنی ہوَازِن (اور بنی سعد بھی جو ہوَازِن ہی کی شاخ ہے) نجد میں اس جگہ آباد تھی۔ جس کے اوپر کندہ کا علاقہ شروع ہو جاتا اور بنی ہوَازِن (و بنی سعد) کی بستیوں کے نیچے رُبعُ الخالی ہے۔ (حتیؔ)

اس علاقے کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ لگانے کے لئے میں یہ بتا دوں۔ کہ رُبعُ الخالی عرب کا سب سے بڑا ریگستان ہے اور یہ ظالم اور قاتل ریگستان چار لاکھ مربع میل میں پھیلا ہوا ہے۔ اگر غلطی سے کوئی قافلہ اس میں چلا جائے تو ریت کے طوفان میں دفن ہو جاتا ہے۔

نفود کا صحرا

رُبعُ الخالی سے اوپر نفود کا صحرا ہے۔ یہ نجد کے شمال میں ہے اور اس میں سُرخ ریت کے ٹیلے ہیں۔ ریت کے سُرخ ٹیلوں کی وجہ ہی سے اُسے نُفُود کہتے ہیں۔ اور یہ رُبعُ الخالی سے تقریباً آٹھ سو میل دور ہے۔ جاڑوں میں یہاں بارش بھی ہوتی ہے اور کبھی کبھی بعض

کھڈوں میں پانی تالاب کی صورت میں جمع ہو جاتا ہے۔

دَہناء

نُفُود کے جنوبی سرے پہ دَہناء ہے۔ یہ سرخی مائل ریت کی وجہ سے دَہناء کہلاتا ہے اس میں کچھ وادیاں ہیں۔ ان میں بارش کا پانی جذب ہو جاتا ہے اور پودے نکل آتے ہیں

نَجْد

نُفُود اور رُبعُ الخالی کے بیچ میں نَجْد ہے جو نیم صحرائی مگر شاداب خطّہ ہے۔ یہ تقریباً آٹھ سو میل لمبی اور سوا دو سو میل چوڑی سطح مرتفع ہے، اونچی زمین ہے۔ اس میں بہت سی وادیاں ہیں اور بہت سی پہاڑیاں ہیں۔ اس علاقے کو ضرورت بھر کا پانی مل جاتا ہے۔ یہ عرب کا نہایت ممتاز ترین اور ٹھیٹ عربی خصوصیتوں کا علاقہ مانا جاتا ہے۔ یہاں شاداب میدان بھی ہیں اور ریتیلے ٹیلے بھی ہیں۔ اس میں ریگستان بھی ہیں اور باغ باغیچے بھی ہیں۔ شعرا یہاں کی زمین فضا، پھولوں پودوں اور ہواؤں کا مزہ لے لے کے ذکر کرتے ہیں۔ یہاں مشرق کی طرف سے جو ہوا چلتی ہے۔ وہ تازگی اور کیف پیدا کرتی ہے۔ اس سے غنچے کھلتے ہیں۔ اسی کو صبا کہتے ہیں اسی کا نام پُروا ہے۔

نجد کے بارے میں ایک شاعر کہتا ہے کہ :-

قربان جاؤں میں اس سرزمین پہ، یہ کتنی اچھی اور خوشگوار ہے اور اس میں گرمیاں اور موسم بہار گزارنے کے ٹھکانے کتنے پُرلطف اور خوب صورت ہیں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے کہ :-

نَجد سے آنے والی اے بادِ صبا جب تو نجد سے آتی ہے تو تیرے آنے سے غمِ محبّت اور سوا ہو جاتا ہے۔

سُن لو! نجد سے آنے والی ہواؤں کے جھونکے کیسے فرحت انگیز ہیں ــ اور بارش ہو جانے کے بعد اس کے چمن کی خوشبو کیسی دل نواز ہے۔

ایک اور شعر ہے :-

اے نجد کی بادِ صبا، جب تو نجد کی طرف سے آتی ہے۔ تو میرے جذبات محبّت تیز سے تیز تر ہو جاتے ہیں۔

سردیوں میں نجد کی فضاؤں میں سارس کی قسم کے پرندے (غالباً قازیں، راج ہنس، کونجیں) قطار در قطار اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ یمن میں اپنے سرمائی ٹھکانوں میں جایا کرتے ہیں۔ اور بہار جوں جوں قریب آنے لگتی ہے۔ تو اسی راستے سے واپس لوٹتے ہیں۔

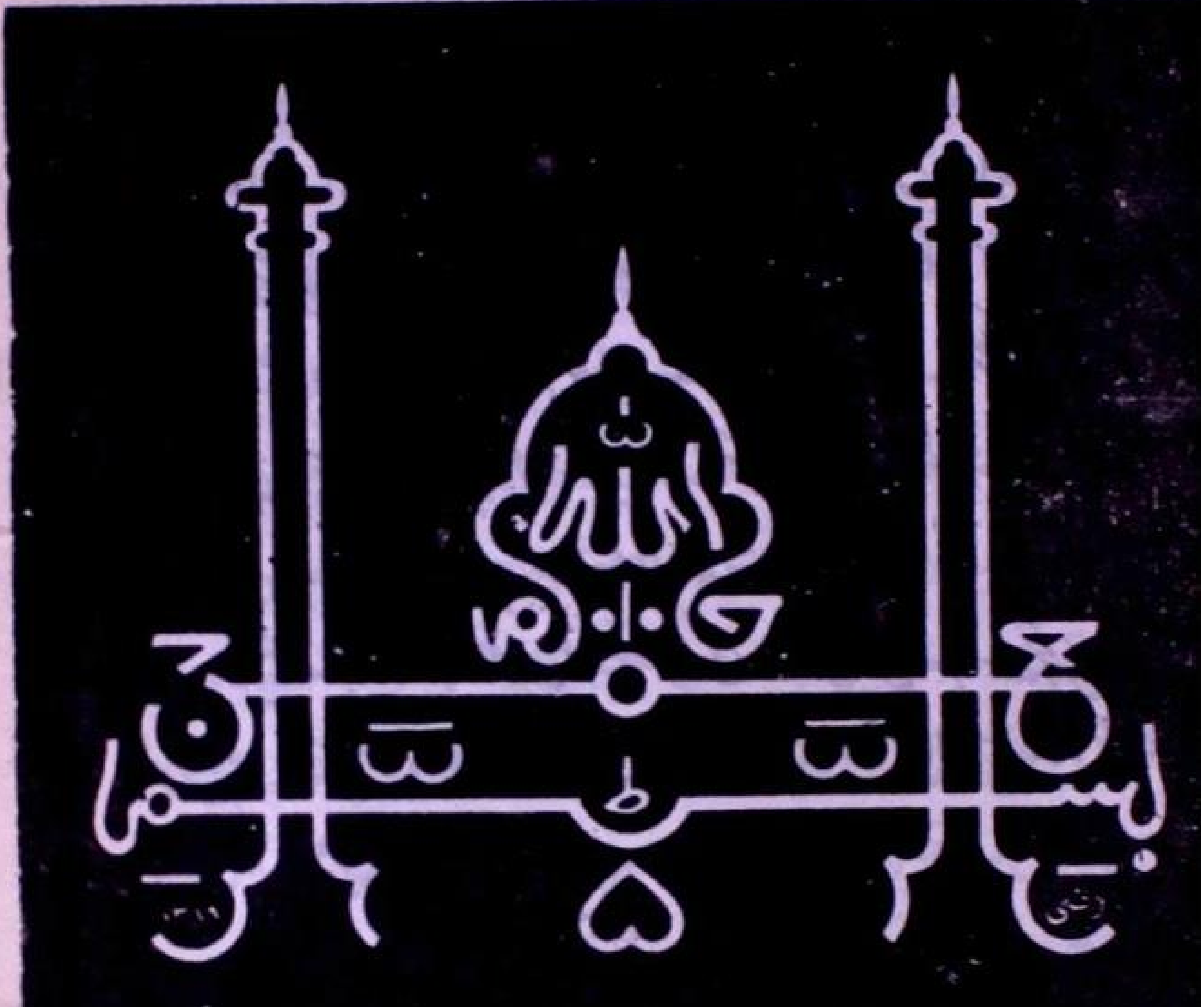
اور شاید سائبریا یا منچوریا کی طرف چلے جاتے ہیں۔ مگر بہت سے یہاں بندوقوں کا نشانہ بھی بن جاتے ہیں۔ (محمد المانع: اتحاد جزیرۃ العرب)

حضرت سیدہ حلیمہ دائی رضؓ کی بستی اسی پُر فضا، شاداب اور خوب صورت نجد میں آباد ہے۔

یہ عربستان کی سرزمین کا وہ حصہ ہے جس پہ تاریخ کی روشنی بہت کم پڑ سکی۔ کیوں کہ ظہور اسلام کے دنوں میں کوئی باقاعدہ طرزِ تحریر نہ تھا۔ مگر رنج یہ ہے کہ عرب کی تاریخ لکھنے والے آج بھی اس علاقے پہ کوئی توجہ نہیں دے رہے ہے۔ عرب بھر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کہ حلیمہ دائی رضؓ کی وہ نگری جہاں محبِ غربا و مساکین صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن گزرا کہاں ہے۔ حالاں کہ اسی علاقے کی عربی آگے چل کے اسلام کی مقدس زبان بنی اور اب تک اصلی عربی وہی مانی جاتی ہے۔

رحتی کہتا ہے کہ اس بارے میں اتنا کچھ نامعلوم ہے۔ کہ جو کچھ معلوم ہے۔ وہ نسبتاً کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ (تاریخ عرب)

وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ عرب کے اکثر حصوں کی نسبت ہمیں اتنی بھی واقفیت نہیں جتنی آج کل قطبین کے برفانی خطوں کے بارے میں ہوتی جا رہی ہے۔ (ایضاً)



نمونہ خطاطی ، رضی کراچی



قِسط[1]

طائف سے شحطہ جانے کے لیئے دو راستے ہیں۔ طائف سے بیس[2] کلومیٹر تک یعنی تقریباً اس جگہ تک جہاں کبھی عکاظ کا بازار لگتا تھا۔ ایک ہی راستہ ہے۔ پھر یہاں سے دو الگ الگ سڑکیں وہاں پہنچاتی ہیں۔ ہم پہلے آپ کو قِسط اور بَسَل وغیرہ کی طرف سے لے چلتے ہیں۔ قِسط کے معنی ہیں عدل، انصاف

لِیَّہ سے آگے بڑھیں تو قِسط کی وادی ملتی ہے۔ یہ بنجر پہاڑوں کے بیچ میں اُدجڑ وادی ہے۔ اس میں تھوڑی سی جھاڑیاں ہیں۔ جو کانٹوں سے اٹی پڑی ہیں۔

بَسَل

وادی قِسط سے چند میل آگے بَسَل کی وادی ہے۔ یاقوت نے اس کا ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے۔ کہ یہ طائف کی ایک وادی ہے۔ (مُعجمُ البلدان) بَسَل اِس وادی کا نام بھی ہے اور بَسَل ایک مشہور آدمی کا نام بھی ہے۔ جو بنی غطفان یا بنی قیس میں سے تھا۔ اور بَسَل ان آٹھ مہینوں کو بھی کہتے ہیں جنھیں عرب زمانہ جاہلیّت میں مقدس سمجھتے تھے کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ ان مہینوں کو قابلِ احترام سمجھنے سے انکار

کرے۔ جن شہروں اور علاقوں میں وہ جانا چاہتے۔ بے خوف چلے جاتے انھیں کسی کا کوئی ڈر نہ رہتا۔ (ابن اسحاق و ابن ہشام) بنی قیس ثعلبہ کا شاعر اعشیٰ کہتا ہے ؎

تمھیں بُسل نے پناہ دی، جو ہمارے لیئے قابل احترام ہے

(ایضاً)

زمانۂ جاہلیت میں چار مہینے ذیقعد، ذالحجہ، محرم اور رجب پُر عظمت سمجھے جاتے تھے۔ ان مہینوں میں جنگ وجدل کو وہ حرام سمجھتے تھے۔ انتہا یہ ہے کہ ان مہینوں میں اگر کسی کو اپنے باپ کا قاتل بھی مل جاتا۔ تو وہ بدلہ نہیں لے سکتا تھا۔ ان مقدس مہینوں میں لوگوں کو یہ یقین رہتا تھا۔ کہ وہ دور دراز کا سفر کر کے بھی خیریت سے گھر واپس آ سکتے ہیں اور راستوں میں مسافروں اور قافلوں کو کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ ان مہینوں کو شہر حُرُم کہا جاتا تھا۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق شہر حُرُم کے ساتھ ساتھ ایک ادارہ بُسل بھی تھا جس کے تحت قریشیوں کے چند خاندانوں کو پورے عرب میں تین مہینے نہیں بلکہ لگاتار آٹھ مہینے محفوظ ملتے تھے۔[1] اور المنجد میں ہے۔ ھٰذا بَسْلٌ علیکَ یعنی یہ چیز تم پہ حرام ہے۔[2]

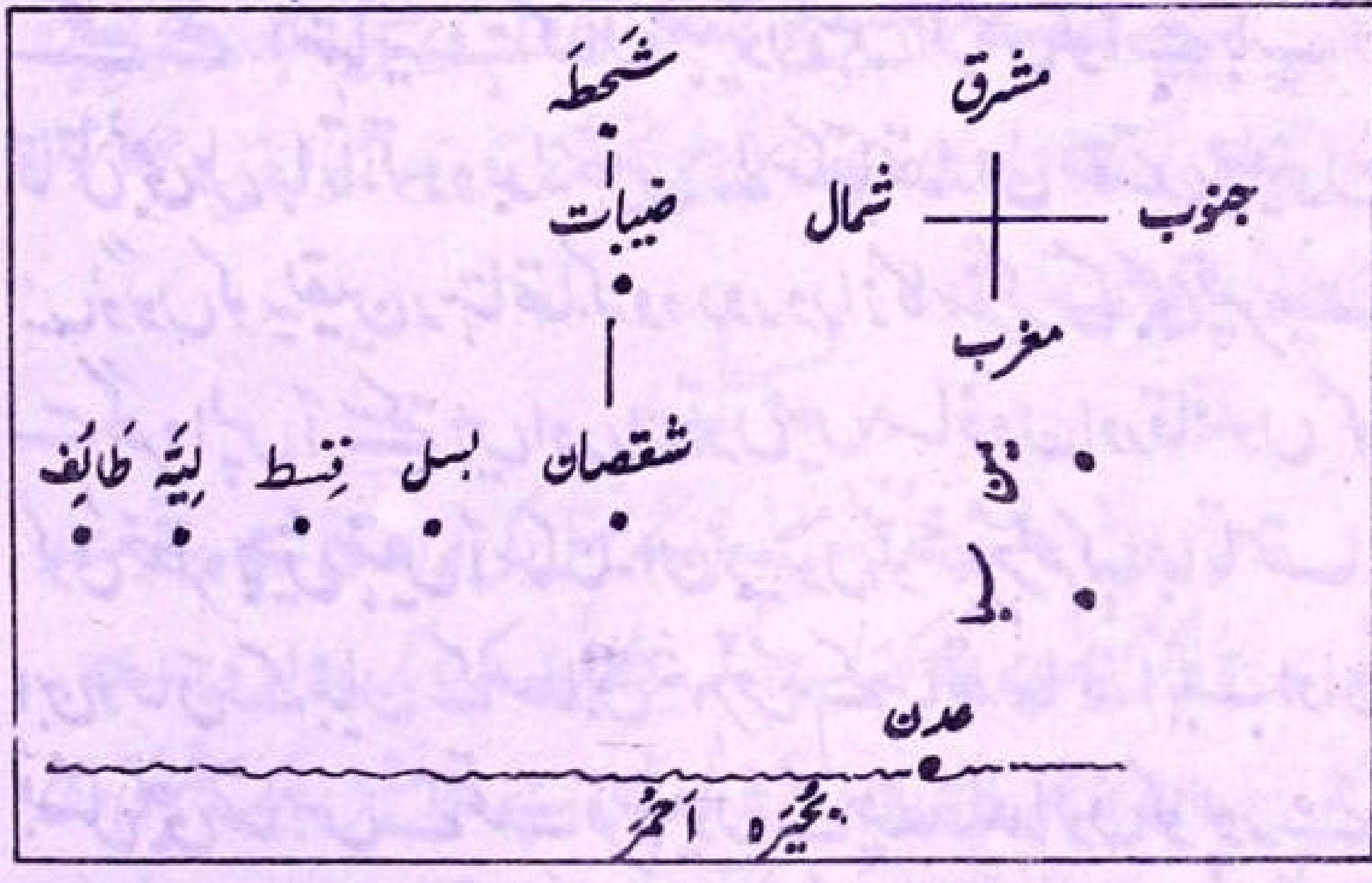
---

[1] دیکھئے قاموس فیروز آبادی تحت کلمہ بُسل

[2] اسلام نے ان مہینوں کی خصوصیت ختم کر دی

میرا خیال ہے کہ شاید بَسَل نامی وہ مشہور آدمی، اسی بستی کا رہنے والا ہو۔ اور اُسی کے نام پہ اِس بستی کا نام پڑ گیا ہو۔ یا ادارہ بَسَل کی بنیاد اسی بستی میں پڑی ہو۔ لیکن یہ محض قیاس ہے۔ اٹکل سے کہہ رہا ہوں۔ ضروری نہیں۔ کہ یہ بات یوں ہی ہو۔

بَسَل کو اس جنگ کی وجہ سے بھی شہرت حاصل ہے۔ جو نَجدیوں اور ترکی کے اتحادی مصریوں کے درمیان اسی وادی میں لڑی گئی کیونکہ نَجدیوں نے سلطان کی والدہ کو حج کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔



ترکی کی عثمانی حکومت کے حکم سے ۱۸۱۳ء میں مصریوں نے نَجدیوں کو ہرا کر مکہ، مدینہ اور جدہ پر قبضہ کر لیا۔ اور حجاز میں دور دور تک رن پڑنے لگا۔ نَجدی امام عبداللہ (بن سعود) نے اپنے بھائی فیصل

کو سپریم کمانڈر بنایا۔ اور حجاز کی طرف بڑھ کر جنگ آزمائی کا حکم دے دیا۔ شریف سرور مصری کمانڈر تھا۔ محمد المانع نے لکھا ہے کہ طائف کے قریب جنگ باسل ہوئی۔ جہاں سعودی لشکر لڑا لیکن شکست کھائی۔ اور سعودی کمانڈر تامی بن شعیب کو گرفتار کر کے پہلے مصر پھر قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ (محمد المانع : اتحاد جزیرۃ العرب[1])

وادی سَرارہ۔ اُم تُلُو بتیلہ وادی مظلہ

بَسَل سے آگے کچی سڑک پہ وادی سَرارہ۔ اُم تُلُو بتیلہ اور وادی مظلہ آتی ہے۔ شاید سرا کا تلفظ اگر سَرارہ ہو تو اس کے معنی ہیں وادی کا درمیانی حصّہ۔ یہ وادیاں بنجر اور چٹیل ہیں۔ یہاں سڑک، پگ ڈنڈی یا

---

[1] محمد المانع خود بھی نجدی عرب ہیں۔ یہ ان کی طویل تحریر کا لب لباب ہے مصنف عراق میں زبیر کے مقام میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ ہندوستان چلے گئے۔ اور پندرہ برس بمبئی میں رہے۔ وہاں انھوں نے ایک انگریزی اسکول میں تعلیم پائی۔ پھر ۱۹۲۶ء میں وہ ریاض میں شاہ عبدالعزیز ابن سعود کے دربار میں مترجم اور ترجمان کی حیثیت سے منسلک ہو گئے۔ انھوں نے بَسَل کو باسل لکھا ہے لیکن اس کی جائے وقوع وہی بتائی ہے۔ جو یاقوت نے بَسَل کی لکھی ہے۔ چوں کہ ان ناموں کی کوئی اور بستی وہاں نہیں ہے۔ اس لیے بَسَل کہیے یا باسل مطلب اسی بستی سے ہے۔ (محمد رحیم دہلوی) بَتیلہ کے معنی ہیں وہ عورت جس نے دنیا تج دی ہو اور اللہ سے لو لگائی ہو

بٹیا جس چیز کا نام ہے۔ وہاں اوپر تلے چھوٹے چھوٹے کنکروں پتھروں کی تہیں پڑی ہوئی ہیں۔ راستہ سنسان اور ویران ہے۔ نہ درخت ہیں۔ نہ گھاس پات ہے۔ ویرانہ ہے۔ آدم ہے نہ آدم زاد ہے۔ اور یہ کچی سڑک بھی ایسی ہے کہ اس کے آثار کبھی مٹتے ہیں کبھی اُبھرتے ہیں۔ کنکروں پہ قدموں کے نشان باقی نہیں رہتے۔ اور نرم ریت پر گزرنے والوں کے نقش قدم کو ہوائیں جلدی مٹا دیتی ہیں۔ اور سورج بے رحم ہوتا ہے اور دھوپ گرم ہوتی جاتی ہے۔ صحرا تپنے لگتا ہے۔ اور ہوا لُوں میں بدل جاتی ہے۔ اور چکر کھاتی ہوئی گرم ہواؤں کے تھپیڑے لگنے لگتے ہیں۔ جیسے صحرا کے سمندر کا بھنور ہو رستے مٹ جاتے ہیں۔ پگڈنڈیاں غائب ہو جاتی ہیں۔ پھر وہی دہشت ناک صحرا، وہی خارِ مغیلاں وہی بیاباں، وہی سُموم وہی سَراب۔ بنتے مٹتے پھر بنتے سراب دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ پانی ہے۔ مگر یہ آب نہیں سَراب ہے۔ اور ایسا عذاب ہے کہ خدا ہی بچائے تو بچیں۔

شاعر نے شاید کسی ایسے موقع کے لیئے ہی کہا ہوگا ؎

دیکھا تو لق و دق ایک میداں   بوئے انساں نہ صورت حیواں

(قلق رح)

وسطی عرب کے بارے میں حتی لکھتا ہے۔ کہ اس میں نجد شامل

ہے۔ یہ تقسیم ریگستان سے شروع ہوتی ہے۔ جہاں منزلوں اور راہوں کا نام و نشاں نہیں ملتا۔ (فلپ حتّی : تاریخ عرب)

گرم تپتے ہوئے صحراؤں میں بے سنگ میل راستوں اور سنگلاخ پہاڑیوں پہ چلنا پڑتا ہے۔ جہاں پانی اور چھاؤں کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ ویرانی ہی ویرانی ہے۔ ہُو کا عالم ہے۔ جس طرف دیکھئے اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔

شقصان

چلتے چلتے شقصان کی بستی میں جا نکلتے ہیں۔ یہاں تھوڑی بہت آبادی ہے۔ پیٹرول پمپ بھی ہے اور کیفے بھی ہے۔ اور یہاں سے اِدھر اُدھر کئی راستے پھٹتے ہیں۔ یہ طائف سے پچاس کلومیٹر ہے۔ یہاں سے دائیں طرف سترہ کلیومیٹر آگے چل کے ضیبات کے علاقے میں پہنچتے ہیں۔ اگر یہاں سے ضیبات کی طرف نہ مڑیں اور سیدھے چلتے چلے جائیں تو یمن جا نکلیں گے۔ مگر ہمیں تو اماں حلیمہؓ کے گھر جانے کے لئے یہاں سے ضیبات کی طرف مڑنا ہے۔

ضیبات

حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہؓ کی نگری جس علاقے میں ہے۔ اسے

ضیبات کہتے ہیں۔ اور ان کی خاص بستی کا نام شحطہ ہے۔ بشقصان سے ضیبات تک سیدھی سڑک ہے۔ یوں تو اس سڑک کے دائیں بائیں طرف کئی پگڈنڈیاں، بٹیاں نکلتی ہیں۔ مگر غلطی سے ان کی طرف مڑ جاؤ۔ تو راہ سے بھٹک جاؤ گے۔ یہاں بنجر اور چٹیل پہاڑیوں کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ موسم کی سختیاں، صحراؤں کی وسعتیں، دشت کی بیابانیاں طے کرتے کرتے صحرا کا دامن سمٹ گیا۔ اور سامنے پہاڑ نے آکر راستہ روک لیا۔ اس کی بلندی پہ چڑھیں۔ تو یہ چڑھائی کئی پہاڑی موڑ مڑنے کے بعد چوٹی تک لے جاتی ہے۔

سامنے دور دور تک پھیلے ہوئے پُر بہار علاقے کا نظارہ دل کو لبھاتا ہے۔ یہاں سے لگ بھگ آدھے میل پہ وہ مبارک اور متبرک نگری ہے۔ جو اللہ کے محبوب اور اس کے پیارے رسول ؐ کا گہوارہ بنی رہی۔

خشک پہاڑوں اور ویرانوں کی گود میں سے نکل کے سرسبز و شاداب وادی کی ہریالی دکھتی آنکھوں میں ٹھنڈک ڈال دیتی ہے۔ اور ڈھلوان کے پاس سے جو ہرے بھرے کھیت شروع ہوتے ہیں۔ وہ دلوں کو لبھاتے ہیں۔

شاداب اور شہد سے شیریں شحطہ

دفعتاً نظر شوق شحطہ پہ پڑتی ہے۔ سرسبز شاداب اور شہد سے شیریں شحطہ حضرت اماں حلیمہ رض کی چھوٹی سی بستی ہے۔ اماں حلیمہ رض کی نگری ہے خوب صورت ہے۔ سادہ ہے۔ پرکشش ہے۔ فطرت سے قریب تر ہے۔ مختصر ہے۔ مگر منتخب ہے۔ چیدہ ہے، پسندیدہ ہے، برگزیدہ ہے، نایاب ہے، یکتا ہے، بے مثل ہے، بے نظیر ہے۔ شحطہ کو زبان ملتی تو اس کا چپہ چپہ فخر سے کہتا۔ کہ ہم نے ننھے حضور ص کو دیکھا ہے۔ ان کا بچپن دیکھا ہے۔ وہ سب کی آنکھوں کا تارا بنے رہے۔

یہاں ابھی تک اسی قبیلے کے لوگ رہتے ہیں۔ بنی سعد بن بکر کی کئی اور بستیاں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں۔ اس لیئے یہ سارا علاقہ بنی سعد کہلاتا ہے۔

اس علاقے کے بارے میں حتی نے بتایا ہے۔ کہ یہی وہ جگہ ہے۔ جہاں بنی سعد کی بستیاں ہیں۔ اس میں کہیں کہیں نخلستان (کھجوروں کے باغ) بھی ہیں۔ یہاں بعض دفعہ جاڑوں میں اتنا مینہ برس جاتا ہے کہ زمین پہ سبزے کی چادر بچھ جاتی ہے۔ اور بدوؤں کے اونٹوں، بھیڑوں، بکریوں کو جنت کا مزہ آجاتا ہے۔

(پروفیسر فلپ حتی : تاریخ عرب)

خنک شہر شحطہ سے ہوائے خوشگوار آئی۔ اس میں کیف و سرور کی ٹھنڈک ہے۔ روح پرور خنکی ہے۔ کیوں کہ یہ بھی شہر نبیؐ ہے۔ اور جنّت کا ایک گوشہ ہے۔

سامنے پہاڑی ٹیلوں پہ چھوٹے چھوٹے سفید اُجلے سادہ اور روشن مکانوں کی قطار دکھائی دیتی ہے۔ جیسے لکڑی کے ننھے ننھے ٹکڑوں سے جُڑنے والے بچّوں کے کھلونے مکانات ہوں۔ ان ہی کے پاس اماں حلیمہ سعدیہؓ کا گھر ہے۔ جہاں حُسنِ رسالتمآبؐ کے جلوے بکھرے تھے۔ یہ جنت نگاہ بھی ہے اور فردوس نظر بھی ہے۔ یہ گھر ذرا بلندی پہ ہیں۔ یہ باغ فردوس کا ٹکڑا ہے۔ اس میں ننھے حضورؐ کے حُسن و جمال کی روشنی ہے۔ وہ تجلّی جس نے ساری دنیا کو روشن کر دیا، جگمگا دیا۔ یہ حُسنِ نبوّت کا سحر کدہ رہ چکا ہے۔ یہاں نور رسالت سے اُجالا پھیلا ہے۔ اس میں پیکر حُسن و نور کی کمسنی رونق افروز رہی ہے۔ اور یہ بستی ننھے حضورؐ کا گہوارہ بنی ہے۔ یہاں شیما بہن نے ننھے حضورؐ کا پنگورہ ہلایا ہے۔ لوریاں دی ہیں۔ اور گودوں میں کھلایا ہے۔ اور اماں حلیمہؓ نے انھیں سینے پہ لٹایا ہے۔ دودھ پلایا ہے۔ یہ تاریخ کی اہم ترین بستی ہے یہ ننھے حضورؐ کے نقوشِ حُسن کی جلوہ گاہ ہے۔ یہ عرشِ محبّت کی کہکشاں ہے۔

یہ چھوٹی سی مقدس بستی پندرہ سو سال سے لگ بھگ اسی حالت میں ہے۔ جس حال میں ننھے حضورؐ کے زمانے میں تھی۔

اس چھوٹی سی پہاڑی کے دامن میں ایک چھوٹا سا باغ ہے۔ سیب اور اناروں کے درخت ہیں اور بھینی بھینی مہک سے فضا معطر ہے۔ آس پاس اور کہیں پانی کے آثار نہیں ہیں لیکن ننھے حضورؐ کے طفیل اماں حلیمہؓ کے گھر کے عین نیچے ایک کنواں موجود ہے۔ روحانی کیف و سرور کے لیئے یہاں کے گھروں باغوں پہاڑوں وادیوں اور کنوئیں کو عالم تصور میں آنکھوں میں بسالو۔

اماں حلیمہؓ! سنو قیامت تک ہم مسلمان تمہارے ممنون رہیں گے۔ کہ تم نے ہمارے پیارے نبیؐ کو گودیوں میں کھلایا، دودھ پلایا۔ جھولے میں جھلایا اللہ آئین سے پالا پوسا، پرورش کیا۔ اس طرح تم نے ہمارے دلوں میں اور تاریخ اسلام میں اپنا انمٹ مقام بنالیا ہے۔ سارے جہاں کے مسلمان تمھارا ذکر خیر کرتے ہیں۔ اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ شہنشاہوں، فرماں رواؤں کے نام مٹ جائیں گے، مگر ننھے حضورؐ کے صدقے میں تمھارا نام جگمگاتا رہے گا۔ جب کبھی ننھے حضورؐ کی کمسنی کا ذکر چھڑے گا۔ لوگ کہیں گے اور تاریخ فخر سے بیان کرے گی کہ حلیمہ سعدیہؓ نے انھیں دودھ پلایا ہے۔

تصوّر کی تصویریں

بعض دفعہ تصور میں تاریخ کے واقعات اور حالات مجسم ہو کے اور سراپا بن کے آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ اور سپنوں کی براتیں اترا کرتی ہیں۔ اور تصوّر تصویریں دکھایا کرتا ہے۔ اور ہر شے کی صورت سامنے دکھائی دینے لگتی ہے۔

یوں زمانہ میرے لیئے پندرہ صدیوں سے زیادہ پیچھے پلٹ گیا۔ چودہ سو برس سے بھی پہلے کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ میں نے چلتی پھرتی تصویریں دیکھیں اور میں ننھے حضورؐ کی سواری بادِ بہاری کو شعطہ میں، اماں حلیمہؓ کی نگری میں آتے دیکھ رہا ہوں ؎

نہاں جس کو سمجھے ہوئے تھے عیاں تھا (آتشؒ)

آپ بھی کسی شَے کی صورت یا کسی واقعے کی کیفیت کو آنکھوں میں سمالیں۔ دل میں بسالیں تو آپ کے لیئے بھی یہ آسان ہے۔

سورج کی تپش اور لُوں کی شدّت سے بچاؤ کے لیئے عرب بھر میں تمام قافلے خُنک راتوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکوں میں چلتے ہیں۔ اور جگہ جگہ جلتی ہوئی مشعلوں کی روشنیوں میں شبا شب سفر کرتے ہیں۔

صحرا چاند تاروں کی چاندنی میں سفید چادر تانے خواب ناز میں ہوتا ہے اور چھم چھم اُترنے والی چاندنی دلوں میں ذوق و شوق بھر دیتی ہے۔ ساربان اونٹوں کو تیز سے تیز تر چلانے کے لیئے حُدی گاتے ہوئے چلتے ہیں۔ یہ اونٹوں کا من بھاتا نغمہ ہے۔ اسے سُن کے اونٹ مست ہو کے تیز چلتے ہیں۔ اور منزلیں مارتے چلے جاتے ہیں۔ اونٹوں کے گلوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں ترنم اور موسیقی کا رس گھولتی ہیں۔ یہ صدا بھی ہے۔ بانگ درا بھی ہے۔ اس چھوٹے سے قافلے نے بھی اسی طرح تاروں کی چھاؤں میں رات سفر میں کاٹی ہے یہ وہ کارواں ہے ستارے جس کے گرد راہ ہیں۔ کہ اس کے ایک محمل میں ننھے حضور م خواب ناز میں ہیں۔ یوں کارواں کے نقش پا نے صحرا کی ریت میں کہکشاں بنائی ہے۔

اور اب یہ کارواں صبح دم اپنے ٹھکانے پہ پہنچا ہے۔ اور صبح صادق کے اندھیرے اُجالے کی آنکھ مچولی میں اپنی بستی کے سامنے والے ٹیلے پہ ذرا کی ذرا رُک گیا ہے۔ ان لوگوں کے سروں کے بہت اوپر

آسمان پہ تارے جھلملا رہے ہیں۔ اور زرد چاند رات بھر کے سفر سے تھک کر اب ڈوبنے کو ہے۔ مردوں کی عبائیں اور عورتوں کی اوڑھنیاں ہواؤں میں پھڑپھڑا رہی ہیں۔

گھروں کو سامنے دیکھ کے مسافروں کی خوشی کا کیا کہنا۔ ساربانوں کا لحن بدل گیا ہے۔ اب سارے قافلے والے مل کے طربیہ گیت کی تانیں اڑانے لگے۔ خوشی اور شادمانی کے نغموں سے فضا گونج اٹھی۔ بستی کے گھروں میں جاگ ہو گئی۔ مرد، عورتیں، لڑکے، لڑکیاں۔ کون تھا جو قافلے کی پیشوائی کے لیئے گھروں سے نہ نکل آیا ہو۔ قافلے والے اپنے گھروں کے سامنے ٹیلے پہ اسی لیئے رُکے ہیں۔ کہ ان کے ترانے سُن کے بستی والے ایک ساتھ ان کی پیشوائی کو باہر آجائیں۔ یہی ہوا۔ کہ وہ سب کے سب گھروں سے نکل آئے۔ اور سب نے قافلے کے ساتھ لے میں لے ملائی اور خوشی کے ترانے گانے لگے۔ پھر قافلہ نیچے اُترا۔ اور چاروں طرف چہل پہل ہو گئی۔

یہاں سے مکے جاتے وقت اس قافلے کے ساتھ اتنے سارے اونٹ، بکریاں اور سامان کی ایسی بوجھل پوٹلیاں کہاں تھیں۔ جتنی کہ اب واپسی میں یہ ڈھیروں سامان سے لدے پھندے آئے ہیں۔ اُس وقت سے اب پانچ سات اونٹ، پچاس ساٹھ بکریاں اور اس سے

زیادہ گٹھڑیاں ساتھ ہیں۔ ان گٹھڑیوں میں کافی تعداد میں یمنی چادریں اور پہننے کے اونی ریشمی جوڑے تو ہوں گے ہی ہوں گے۔ کچھ نہ کچھ چاندی کے ڈلے اور تھوڑا بہت سونا بھی ضرور ہونا ہے ان میں دِرہم دیناروں اور کھجوروں کے ڈھیر بھی ہیں۔ کھانے کو گھی، زیتون، ستو اور سوکھا گوشت ہے۔ انگور ہیں۔ سیب ہیں۔ آڑو شفتالو ہیں۔ اور موسم بے موسم کے تازہ پھل اور سوکھے میوے ہیں۔ عِطر ہیں۔ لوبان ہے۔ مہندی ہے۔ سرمہ ہے اور پینے کو طرح طرح کی شرابیں ہیں یمن سے لے کے شام اور اس سے بھی آگے تک کی لذیذ، خوش ذائقہ اور من بھاتی غذاؤں اور کھانوں میں کون سی چیز ہے۔ جو اُن ٹھسا ٹھس گٹھڑیوں میں نہ ہو۔ مکّے کے قریشی رؤسا اپنے بچّوں کی اناؤں پہ دل کھول کے دولت نچھاور کرتے ہیں۔ اب یہ لوگ دو ایک موسم اسی پہ گزارہ کریں گے۔ جاتے وقت یہ سب جو اُترن پُترن، پُرانے دُھرانے اور پھٹے پیوند لگے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کی جگہ اب ان سب کا لباس نیا اور نرالا ہے ؎

نہ ہوویں سوسن و نسرین خجل کیونکر، کہ ہے زیبا
لباس اس ماہ پیکر کا سیہ ایسا سفید ایسا

(بہادر شاہ ظفرؔ)

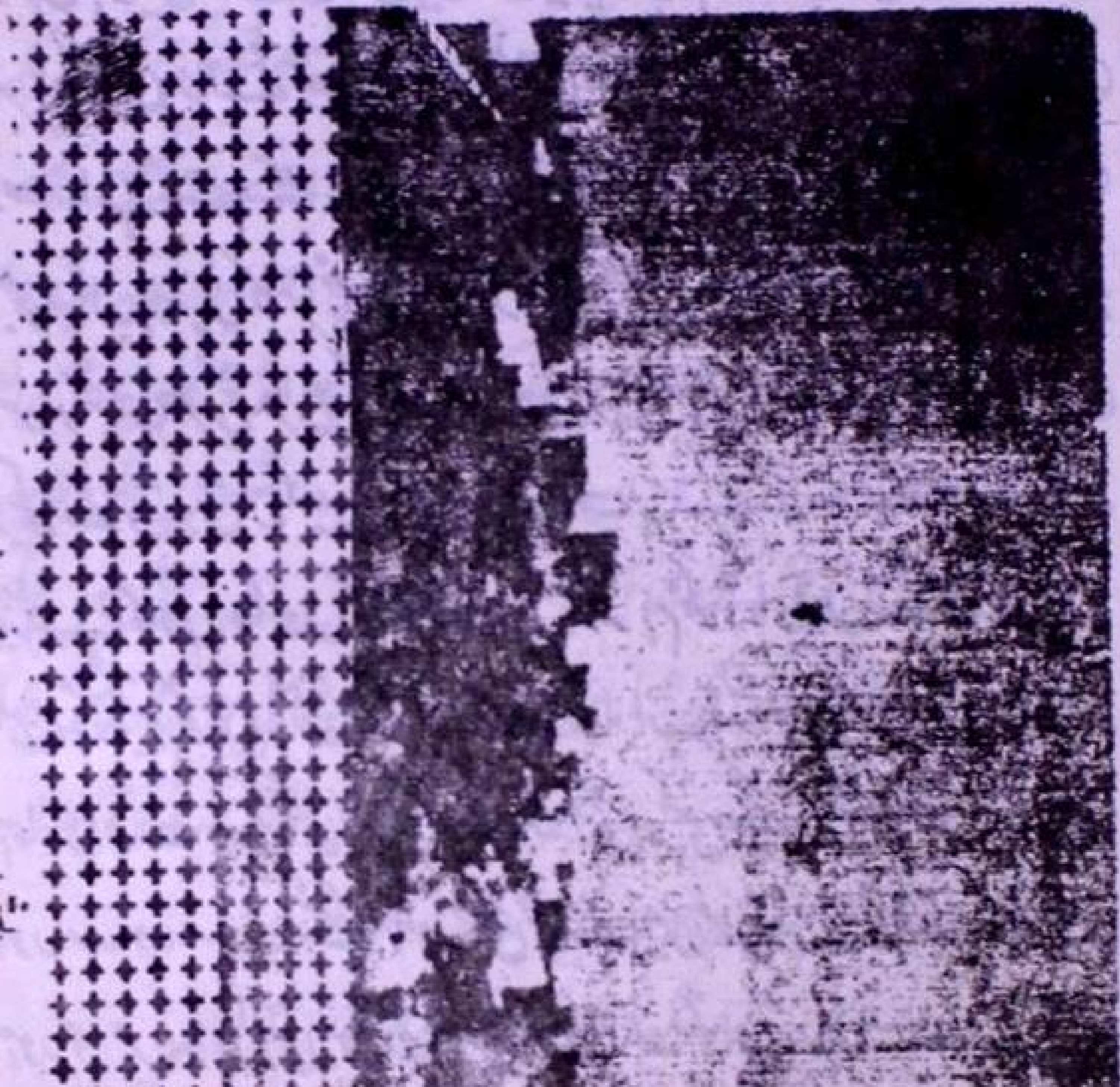
ہاتھ گلوں میں زیور بھی ہیں۔ گہنے پاتے سے لدی ہوئی ہیں۔ آراستہ پیراستہ ہیں اور ہر چیز میں چمک دمک ہے۔ ٹیپ ٹاپ ہے۔ رونق ہے زیب و زینت ہے۔ اس لیئے خوشی سے پھولے نہیں سمارہے۔ شاد شاد ہیں۔ خوش حال ہیں۔ بے غم ہیں۔

بچّوں کے والدین سے یہ سوغاتیں اناؤں اور دائیوں کو اسی طرح ملا کرتی ہیں۔ سال کے بیچ میں جب کوئی تیج تہوار یا میلہ ٹھیلہ آجلئے۔ تو اس پہ بھی یہ مکّے پہنچ کے اپنی آسامیوں سے بہت کچھ لے آتی ہیں۔ اور بچّوں کو ماں باپ سے، عزیزوں پیاروں سے ملالاتی ہیں۔ اور جب دودھ بڑھائی کے بعد یہ بچّوں کو ہنستا کھیلتا واپس پہنچاتی ہیں تو والدین ان کو نہال نہال کر دیتے ہیں۔

قافلے کے ساتھ جتنی عورتیں، یہ عصمت و عفت کی دیویاں، آس اولاد والیاں، خوش نصیب سہاگنیں مکّے گئی تھیں۔ اب ان کے ساتھ اتنے ہی ننھے مُنّے بچّوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اور ان ہی ننھے مُنّوں کے دم سے اس بستی کی رونق رہتی ہے۔

آج شحطہ میں بہت سے ننھے مُنّے مہمان آئے ہیں۔ بچّوں کی برات اُتری ہے۔ ننھے حضورؐ اس برات کے دولہا ہیں۔

دائی حلیمہؓ مکّے میں بچّے کی تلاش میں کس طرح ماری ماری پھریں۔



۱۹۵۸ء میں تعمیر کعبہ — ایک منظر

پھر جیسے ہی خدا کے بھروسے پہ ننھے حضورؐ کو دودھ پلانے پہ راضی ہوئیں۔ آن کی آن میں ان پہ چھما چھم رحمت کا مینہ برسنے لگا۔ مریل گدھی فراٹے بھرنے لگی۔ بوڑھی اونٹنی جوان ہوگئی۔ برتن جو خالی ڈھنڈار پڑے تھے۔ اس کے دودھ سے لبالب بھر گئے۔ اور سہیلیاں ہمجولیاں جو اپنی کامرانیوں پہ اترا رہی تھیں۔ اور ہوا کے گھوڑوں پہ سوار تھیں طرح طرح کی بولیاں بول رہی تھیں حلیمہ سعدیہؓ کی آن بان دیکھ کے حق دق رہ گئیں۔ مزے کی بات یہ ہے۔ کہ ساتھ والیوں نے یہ عجوبے گاؤں والوں کو سنائے ہیں۔ کہ ہم نگوڑ ماریوں نے مکے میں اس دُرِ یتیم کو یتیم سمجھ کے چھوڑ دیا تھا۔ اب آنکھیں کھلی ہیں تو جانا کہ ہماری مت ماری گئی تھی۔ ہم نے گدڑی دیکھی۔ گدڑی کا لعل نہ دیکھا۔ اور اب وہ سب ننھے حضورؐ کی محبت میں سرشار ہیں۔ صدقے واری ہو رہی ہیں۔ اور کہتی ہیں۔ کہ بنو! حلیمہؓ بھاگوان ہے۔ قسمت کی دھنی ہے۔ حلیمہؓ کو کام نہیں ملا۔ انعام ملا ہے۔

شحطہ میں شادیانے

بستی والوں کی بھیڑ بھاڑ میں ننھے حضورؐ کے دودھ چچا ابو ثروان

ہیں۔ اور زُہیر ابو صُرد بھی موجود ہیں[1]۔ دائی حلیمہؓ کی بیٹی شیما، انیسہ اور حذیفہؓ ہیں۔ پاس پڑوس کے ہمسائے ہیں۔ اور بستی کے سارے چھوٹے بڑے موجود ہیں۔ اور سب کو شوق ہے۔ کہ ننھے حضورؐ کی جھلک دیکھیں۔ نور دیکھیں۔ روشنی دیکھیں۔ اوپ روپ دیکھیں۔ سب ہی کو منہ دکھائی کی چاہت ہے، رونمائی پہ اصرار ہے۔ سیدہ حلیمہؓ نے ان کی آرزو پوری کی۔ چہرہ مبارک پہ سے اوڑھنی ہٹتے ہی بستی روشنی سے بُقعہ نور بن گئی۔ میدہ شہاب رنگ، ستواں ناک، خوبصورت دہانہ، کالی کالی چمک دار آنکھیں، جیسے نور کے چشمے۔ لمبی پلکیں۔ ان کے اوپر بھنوؤں کی محرابیں اور روشن پیشانی پہ ایک سُرخ لکیر اور ریشم جیسے گھنیرے بال۔ چہرے کے چاروں طرف روشنی کا ہالہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ چہرہ چودہویں کا چاند ہے بلکہ ؎

اس کے مقابلے میں کیا آئے بھلا سما کا چاند
وہ تو ہے ماہ آسماں اور یہ ہے خدا کا چاند
صل علیٰ محمدؐ صل علیٰ محمدؐ
(سیماب اکبرآبادیؒ)

---

[1] تاریخ نے ان دونوں کے نام محفوظ رکھے ہیں۔ یہ دونوں وہ ہیں، جنھوں نے جنگ حُنین کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ اور تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمسنی کے حالات بیان کیے۔

جس نے بھی جمال جہاں آرا دیکھا۔ دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ گیا۔ بچے تو سب ہی اچھے لگتے ہیں۔ مگر اس حُسن کے شاہکار کی بات ہی کچھ اور ہے۔ کہ دیکھنے والوں کے دل جیت لیئے۔ سب کی آنکھیں مرکزِ نور و ضیا پہ گڑ گئیں۔ سب کے سب ہونٹوں پہ خوشی کی مسکراہٹ سجائے اور آنکھوں میں مسرت کی دمک لیئے انھیں پیار سے دیکھا کیئے۔ چہرہ زیبا کی بلائیں لیتے رہے۔ لو دیکھو! ننھے حضورؐ مسکرانے لگے۔ اور حلیمہ سعدیہؓ کے ہونٹوں نے قوس بن کے ننھے حضورؐ کے لبِ شیریں چوم لیئے شاید اسی لیئے حلیمہؓ کی شیریں بیانی کی دھوم ہے۔

آج دلوں پہ بادشاہی کرنے والا تاج دار آگیا۔ جس کے صدقے میں بنی سعد کی قسمت جاگ گئی۔ گمنام حلیمہؓ کا نام زندہ جاوید ہو گیا۔ فضا خوشی سے جھوم جھوم گئی۔ ہواؤں میں نغمے تیر رہے ہیں۔ فضا گا رہی ہے۔ پوری کائنات مبارک سلامت کی صداؤں سے لبالب بھر گئی۔ چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ جگمگا گیا۔ اور اُجڑی ہوئی کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ بادِ بہاری کے جھونکے چلے۔ جن سے سارا گلشن مہک گیا۔

اس مبارک قافلے کے آنے کی خوشی میں کئی دن تک بستی میں جشن منائے جاتے رہے۔ چاروں طرف ننھے حضورؐ کے تذکرے ہیں۔ مبارکباد کی صداؤں کی گونج ہے۔ سب اس ننھے مہمانؐ کے آنے سے باغ باغ ہیں۔

دائی حلیمہؓ نے سب کو بتایا۔ کہ میرا دل کہتا ہے۔ کہ ننھے حضورؐ کیا ملے ہیں۔ مجھے کائنات کی کنجیاں مل گئی ہیں۔ اور میں سارے کونین کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لائی ہوں۔

ننھے حضورؐ کے دم قدم سے شحطہ کو اوج ملا، عروج ملا، عظمت ملی، رفعت ملی اور مرتبہ عالی حاصل ہوا ؎

میں اسے دیکھوں، ملے جو دیکھنے والا تیرا
اے ہَوازِن[1] دیدہ اسلام کا تارا ہے تو
ارض طیبہ سے نہیں کم، رتبہ والا تیرا
وہ نبیؐ کی جائے مدفن اور گہوارہ ہے تو (سیماب اکبرآبادیؒ)

شحطہ کا رہن سہن

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے تصور کی تصویریں دیکھیے۔ وہ کہتے ہیں کہ تاریخ میں تو تفصیل نہیں ملتی۔ کہ حلیمہؓ اور ان کے ہم وطن بدوؤں کے

---

[1] ہَوازِن، ہوزان کی جمع ہے۔ ان کا ایک گروہ بُحَیرۂ اَزرَق اور صحرائے عربستان کے درمیانی صحرا اجاز میں آباد تھا۔ اور ایک حصہ قبیلہ ثقیف کے نام سے طائف میں رہتا تھا۔ یہ لوگ شہر نشین تھے۔ دائی حلیمہؓ بنو ہَوازِن کی ایک شاخ بنو سعد میں سے تھیں۔ یہ قبیلے مکے کے جنوب میں بہت بڑے علاقے میں یمن تک آباد تھے (دگیور) خشکی میں بہت بڑی جھیل ہو تو اس کو بُحَیرہ کہتے ہیں۔ (یاقوت)

شب و روز کس طرح گزرتے ہوں گے۔ ہاں تصوّر کیا جا سکتا ہے کہ...... بچے اونٹ بکریاں چراتے ہوں گے۔ یا خیموں کے آس پاس کھیلتے ہوں گے۔ مرد جلانے کے لیئے لکڑیاں چیرتے ہوں گے۔ اپنے قبیلے کے فخر و غرور کے کارنامے بیان کرتے ہونگے۔ دشمن کی ہجوئیں بھی ہوتی ہوں گی۔ عورتیں اونٹوں اور بھیڑوں کا اون کات کر کچھ نہ کچھ بنا لینے میں وقت گزارتی ہوں گی۔ اور یہ سب چھوٹے بڑے دودھ اور کھجوریں کھا کے دن کاٹتے ہونگے۔ کبھی کبھی گوشت اور ترکاریاں بھی پک جاتی ہوں گی۔ اور کبھی کبھار یہ لوگ آس پاس کے میلوں میں بھی جاتے ہوں گے۔ خاص طور پر عکاظ کے میلے میں دائی حلیمہ رضؓ کے جانے کا حال ملتا ہے۔ ننھے حضورؐ بھی ساتھ تھے۔ (رسول اللہؐ کی سیاسی زندگی)

باڈلے کہتا ہے کہ ننھے حضورؐ کا بچپن اسی طرح خانہ بدوشوں کی جفاکشانہ زندگی کے مدرسے میں گزرا...... ان ہی صحرانشینوں میں انھوں نے بولنا سیکھا۔ اور اسی بستی والوں نے پہلی دفعہ ننھے حضورؐ کو پاؤں پاؤں چلتے دیکھا۔ (مینبجر)

وہ یہ بھی کہتا ہے۔ کہ ننھے حضورؐ نے یہ زمانہ صحرا کی کھلی فضا میں گزارا۔ ان کی خوراک سادی ہوتی اور وہی ہوتی۔ جو صحرا

میں میسر آسکتی تھی یعنی اونٹنی کا دودھ، چاول، کھجوریں اور کبھی کبھی بکری یا ہرن کا گوشت اور کبھی کبھار صحرائی پرندے بھی مل جاتے تھے۔ (مینجر)

ننھے حضور ؐ نے بکریاں چرائیں

ننھے حضور ؐ جب ذرا بڑے ہوئے تو اپنے بھائی عبداللہ اور ہمسایوں کے ساتھ بکریاں چرانے صحرا میں نکل جاتے (ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

ابن اسحاق رح کی روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

پوچھا۔ اے اللہ کے رسول ؐ کیا آپ نے بھی؟

فرمایا (ہاں) میں نے بھی۔ (ابن ہشام)

ابن عقیل رض کہتے ہیں۔ کہ اس کمزور اور ناتواں مخلوق کی نگرانی اور حفاظت کے لئے بڑے حوصلے اور بڑی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور سختی اور کم ہمتی ان کے لئے تباہ کن بن جاتی ہے۔ اور انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قوموں اور امتوں کی غلطیوں کو درست کرنے اور انھیں بنانے سنوارنے کے لئے تیار کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی تربیت کے لئے اللہ پاک نے یہ طریقہ اختیار کیا۔

(عبدالرحمٰن ابن جوزی: الوفا باحوال مصطفےٰ)

شبلی نعمانی رح کہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ عرب میں بکریاں چرانا معیوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفاء اور امراء کے بچے بکریاں چراتے تھے۔ چوپایوں کے بارے میں خود قرآن مجید میں ہے :۔

تم (صبح) جب انھیں چرانے لے جاتے ہو اور شام کو جب چرا کر لوٹتے ہو۔ ان سے تمھارا جمال ہے (قرآن مجید۔ النحل ۶) [1]

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا۔ زمانہ رسالت میں آپ اس سادہ اور پُرلطف مشغلہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ صحابہ رض کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے۔ صحابہ رض جھڑ بیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ آپ نے فرمایا جو خوب سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زیادہ مزے کے ہوتے ہیں۔ یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے، جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (سیرۃ النبی ج۔۱) [2]

---

[1] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ چوپائے جو پیدا کیئے ہیں۔ ان میں تمھارا نفع یہ ہے کہ تم ان کی کھالوں سے لباس بنا تے ہو۔ اور ان کا گوشت کھاتے ہو۔ ان (کھالوں کے لباس) سے تمھارا حُسن نکھرتا ہے۔ (قرآن شریف۔ النحل۔ ۵ و ۶) سردیوں میں عورتیں فر کے کوٹ پہنتی ہیں۔ چمڑے کے دستانے استعمال کرتی ہیں۔ اور چمڑے کی جیکٹوں کا رواج بھی ہے۔ ٹھنڈ میں ان کی مانگ بہت ہوتی ہے۔

[2] مزید تفصیل کے لیئے دیکھیے بخاری کتاب الاجارۃ۔ وطبقات ابن سعد ۱۔ وعینی ج ۶۔ ونور النبراس ابراہیم بن محمد رح : نور النبراس فی سیرۃ ابن سید الناس رح

نسائی میں نصر بن حزن کی ایک روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ اونٹ کے ساربان اور بکریوں کے چرواہے آپس میں فخر کرنے لگے (دونوں اپنے آپ کو فوقیت دینے لگے۔) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰؑ نبی بنا کے بھیجے گئے وہ بکریاں چراتے تھے۔ اور داؤدؑ نبی بنا کے بھیجے گئے۔ وہ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے اور میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں اجیاد میں چرایا کرتا تھا۔ (فتح الباری ج ۴)

اونٹ اور گائے کا چرانا اتنا دشوار نہیں۔ جتنا کہ بکریوں کا چرانا دشوار ہے۔ گلے کی کچھ بکریاں ایک طرف دوڑتی ہیں تو کچھ دوسری طرف اور گلہ بان ہے کہ ہر طرف دیکھتا ہے کہ کوئی بھیڑیا یا درندہ تو ان کی فکر میں نہیں ہے۔ یہی حال حضرات انبیاء کا امت کے ساتھ ہوتا ہے۔ کہ ان کی اصلاح و فلاح کی فکر میں رات دن سرگرداں رہتے ہیں امت کے افراد تو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ اور انبیاءؑ کمال شفقت سے ان کو للکار کر اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں ؎

نعت حضرتؐ مری پہچان ہے سبحان اللہ

یہی دنیا، یہی ایمان ہے سبحان اللہ

جو بنو سعد کے ریوڑ کا محافظ تھا کبھی

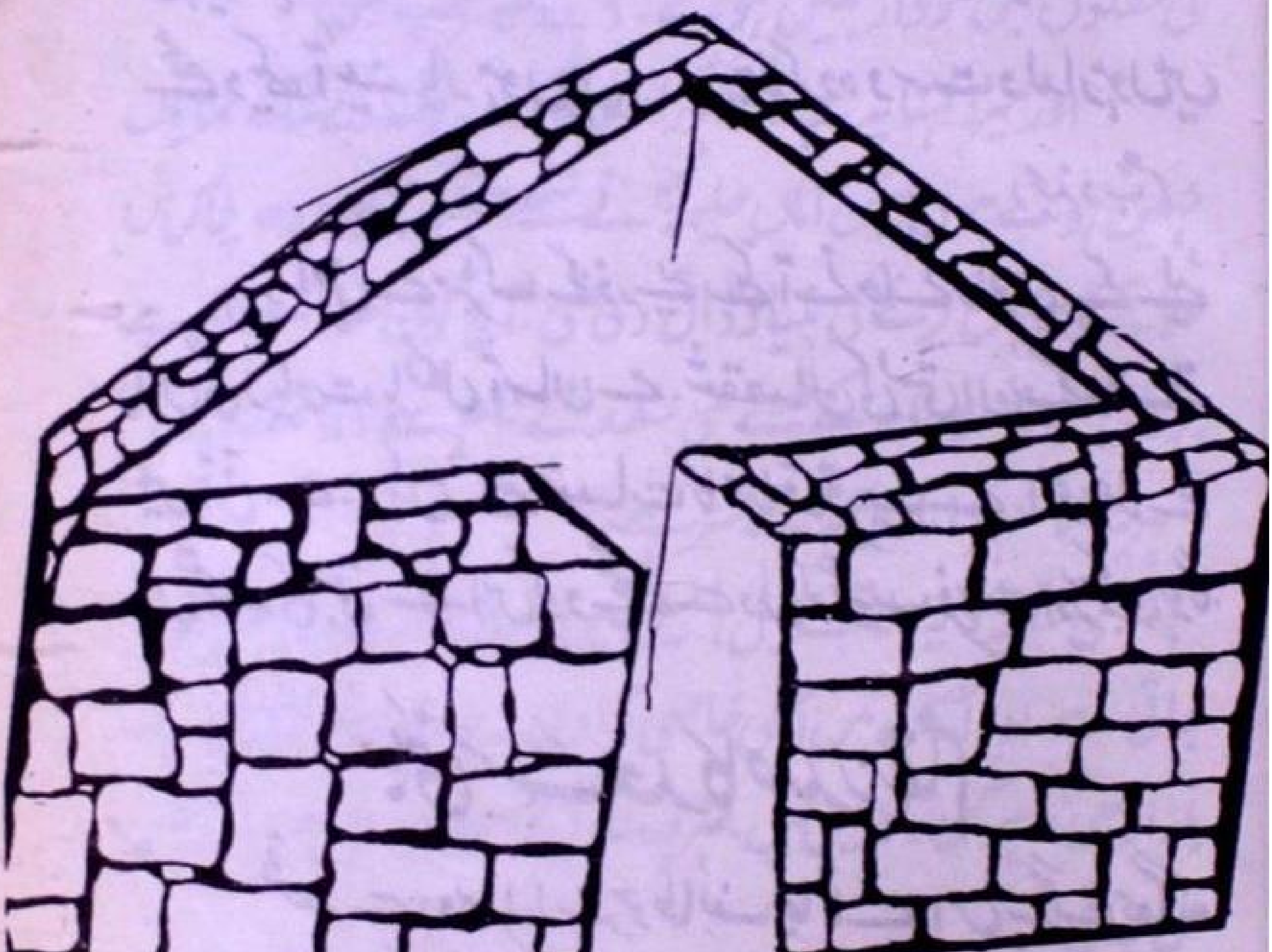
وہ دو عالم کا نگہبان ہے سبحان اللہ

(حفیظ تائب)

آئینہ یار

حضرت سیدہ اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے مقدس گھر کی دیواریں پتھروں کی ہیں۔ اور اس گھر کی بناوٹ تکونی △ ہے بستی والوں نے تقدس کی وجہ سے اس کی اتنی تعظیم و توقیر کی ہے۔ کہ اس کو مسجد بنا دیا ہے۔ دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کا گھر اب اللہ کا گھر ہے۔ خانہ خدا ہے۔ جہاں وہ رہتی تھیں۔ وہاں اب اللہ کی عبادت ہوتی ہے۔ نماز پڑھی جاتی ہے سر سجدے میں جھکائے جاتے ہیں۔ اس سادہ وضع کی مسجد پہ چھت نہیں ہے سیدھی سادی عمارت ہے۔ نہ کوئی سجاوٹ ہے۔ نہ ٹیپ ٹاپ ہے مسجد بن جانے سے اب اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کا گھر قیامت تک کے لئے محفوظ ہو گیا۔ ہے مسلمان اس کے محافظ ہیں، رکھوالے ہیں، نگہبان ہیں، پاسبان ہیں۔ روز حساب تک یہ عمارت مسجد بنی رہے گی۔ اور مسلمان ابد تک یہاں نمازیں پڑھتے رہیں گے عبادت کرتے رہیں گے۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو ثواب ملتا رہے گا

میرے جی میں ہے۔ کہ میں بھی اس مبارک بستی کو دیکھوں اس مقدس نگری کی زیارت کروں۔ یہاں کے ایک ایک نشیب و فراز کوہ و دمن اور خیابان و بیابان کو آنکھوں میں سمالوں اور دل میں



سیدہ دائی حلیمہ رضؓ کا گھر، اب مسجد ہے

بسالوں جو لوگ عرب میں رہتے ہیں۔ یا جو حج اور عمرے کے لیئے مکّے مدینے جائیں۔ اُنھیں چاہیئے۔ کہ (عرب کے ویزے میں وہاں جانے پہ کوئی پابندی نہ ہو۔) تو وہ اس شہرِ محبّت کو ضرور دیکھیں کہ یہ دیکھنے کی چیز ہے ؎

مجھے دیکھ آئینہ یار ہوں میں جلا کردہ دست دلدار ہوں میں

(مجذوبؒ)

ریاض سے سڑک کے ذریعے مکّے آنے جانے والوں کے لیئے اس کی زیارت بالکل آسان ہے۔ شقصان کی بستی ان کے راستے میں آتی ہے۔ وہاں سے ضبیات کا علاقہ قریب ہے۔ اسی علاقے میں شَحطَہ کی بستی ہے۔ اس کو دیکھنے سے دل کو عجیب فرحت اور سکون ہوگا۔

بَنی سَعد کا صدر مقام

شَحطَہ سے دوسرا راستہ جو طائف جاتا ہے۔ اس پہ لگ بھگ پچاس کلو میٹر تک کچی پگڈنڈیاں ہیں۔ پھر پکّی سڑک مل جاتی ہے۔ کچھ ہی آگے بڑھیں گے تو بنی سَعد کا وہ علاقہ شروع ہو جاتا ہے۔ جسے ان کا ہیڈ کوارٹر کہنا چاہیئے۔ یہاں تھوڑی دور پہ باغ بغیچے ہیں۔ درختوں کے جُھنڈ ہیں۔ اور قدم قدم پہ آبادیاں ہیں۔ ان میں سے

گزرتے ہوئے الصحن پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بنو سعد کا صدر مقام ہے۔

یہ شمالی عرب والے قرآن شریف کی زبان عربی مبین بولتے ہیں۔ شمالی عرب کے یہ لوگ اسلام کے ظہور تک بین الاقوامی معاملات کی محفلوں میں نمودار نہیں ہوئے۔ (پروفیسر فلپ حتی)

اور میرا کہنا یہ ہے۔ کہ ظہور اسلام تک یہ لوگ بے شک نمایاں نہیں ہوئے ہوں لیکن اماں حلیمہ رض نے ننھے حضور ص کو دودھ پلا کر اس علاقے کو نمایاں کرنے کی بنیاد ڈال دی تھی۔ آج کون سا مسلمان ہے۔ جو دائی حلیمہ رض اور ان کے قبیلے بنی سعد کے نام سے ناواقف ہو۔ اس شہرت کا سہرا انا حلیمہ رض کے سر ہے۔

بنی سعد کا یہ علاقہ میلوں میں پھیلا ہوا ہے۔ پکی سڑک جاتی ہے۔ اور الصحن میں اچھی خاصی آبادی ہے، بھری پری بستی ہے۔ بازار بھی ہے۔ کئی دکانیں ہیں۔ ضرورت کی کونسی چیز ہے۔ جو یہاں نہیں مل جاتی۔

یہاں کی آبادی بدو ہے۔ مگر مدتیں گزریں اسلام کے آنے سے بہت پہلے ہی انھوں نے شہری زندگی اختیار کر لی تھی بستیاں بسا لیں آبادیوں میں آباد ہو گئے۔ خیموں میں رہنے کی بجائے یہاں یہ لوگ گھروں میں رہتے ہیں۔ مکان ہیں۔ دکانیں ہیں۔ بازار ہے ضرورت

کی ہر چیز ہے۔ اور اب تو دورِ جدید کی آسائشوں نے بھی یہاں تک رسائی پالی ہے۔

حضرت اماں حلیمہ سعدیہ رضؓ بدّو خاتون ہیں۔ پروفیسر فلپ حتی لکھتا ہے کہ بدّو عورت کو اسلام میں اور اسلام سے پہلے زمانے میں بھی آزادی کا ایسا درجہ حاصل تھا اور اب تک حاصل ہے جو اس کی شہری بہن کو میسر نہیں ہے۔ عورت اپنا شوہر پسند کرنے میں آزاد تھی اور شوہر بدسلوکی کرے تو اسے چھوڑ سکتی تھی۔ (تاریخ عرب)

شاید دنیا کی کوئی قوم حسن بیان اور تحریری یا زبانی کلام سے اتنی متاثر نہیں ہوئی جتنے عرب۔ الفاظ کی ترتیل، ترنم اور قافیہ بندی ان پر وہ اثر کرتی ہے۔ جسے وہ "سحر حلال[1]" کہتے ہیں۔ یعنی یہ ایسا جادو ہے جو عقل کو حیران کر دے۔ ایک عربی کہاوت ہے کہ آدمی کا حسن اس کی فصاحت میں ہے۔ فصاحت کے معنی ہیں اپنے خیال کو نظم و نثر دونوں میں حسن و قوت سے ادا کرنا۔ ایک قول ہے۔ کہ حکمت کا ظہور تین چیزوں سے ہوا۔ فرنگی کے دماغ سے چینی کے ہاتھوں سے اور عرب کی زبان سے۔ (ایضاً)

---

[1] سحر حلال۔ سحر بمعنی جادو، منتر۔ حلال بمعنی وہ جادو جو عقل کو حیران کر دے۔

شحطہ کے خوش نصیب پاکستانی سیاحوں میں فرید احمد پراچہ بھی شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی علاقہ میں ایک بلندی ایسی بھی ہے۔ جہاں سے دور نیچے مکّے کی وادی نظر آتی ہے۔ خانہ خدا نقطے کی صورت میں سامنے دکھائی دیتا ہے۔

شحطہ سے مکّے شریف جانے کا ایک تیسرا قریبی راستہ بھی ہے۔ یہ پہاڑیوں کے اندر ہی اندر مکّے معظمہ پہنچا دیتا ہے۔ راہ میں دشواریاں تو ضرور ہیں۔ مگر راستہ سمٹ کر پچاس ساٹھ میل کلومیٹر رہ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت سیدہ حلیمہ رضؓ کے زمانے میں اسی گذرگاہ کو استعمال کیا جاتا ہو۔

مرحبا شحطہ۔ خوش آمدید زم زم

مقدّس مقامات جو صدیوں قرنوں تک لاپتہ رہے۔ ان میں شحطہ بھی ہے چاہ زم زم بھی ہے چاہ زم زم زمین میں دبا پڑا رہا جُگ بیت گئے۔ صدیاں گذر گئیں۔ لوگ زم زم کو بھول گئے۔ نئی نسلیں تو زم زم کے نام سے بھی ناواقف رہیں۔ پھر کہیں سالہا سال بعد جا کر جناب عبدالمطّلب کو خواب میں بشارت ہوئی۔ کہ زم زم ایک کنواں ہے۔ تم اسے کھود کر

نکال لو۔[1]

جس طرح لوگ زم زم سے مدتوں بے خبر رہے۔ اسی طرح دنیا شَحطَہ سے بھی صدیوں انجان رہی اور بھول بھال گئے۔ کہ ننھے حُضُور ؐ نے جس جگہ کمسنی گزاری تھی۔ وہ کہاں ہے۔ خدا خدا کر کے شَحطَہ کا پتا چلا ہے۔ جس طرح مکّہ ظلّ رحمانی نور یزدانی حضرت مُحمّدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کی جائے پیدائش ہے اور مدینہ جائے مدفن ہے۔ اسی طرح شَحطَہ ننھے حُضُور ؐ کا گہوارہ ہے۔ مکّہ مدینہ مقدّس ہیں مُطہر ہیں۔ اور ان کا بڑا درجہ ہے۔ مگر شَحطَہ بھی محترم ہے ؎

مُبدءُ فیاض سے پایا تونے وہ نصیب
جو نہ گلزار اِرَم کو نہ جنت کو ملا
تیرے گہوارہ میں کھیلا خالق کل کا حبیب
مرتبہ ایسا کہاں دنیا کی وسعت کو ملا

(سیمابؔ اکبر آبادیؒ)



[1] تفصیل کے لیئے دیکھیے "سوانح عبد المُطَّلِبؓ" مولانا محمد رحیم دہلوی

شہر آرزو

مدینہ

سامنے جس کی نگاہوں کے مدینا آیا
لطف کے ساتھ اسے مرنا اسے جینا آیا
زندگی وادیٔ یثرب میں بسر کرنی تھی
حضرت خضرؑ کو جی بھر کے نہ جینا آیا

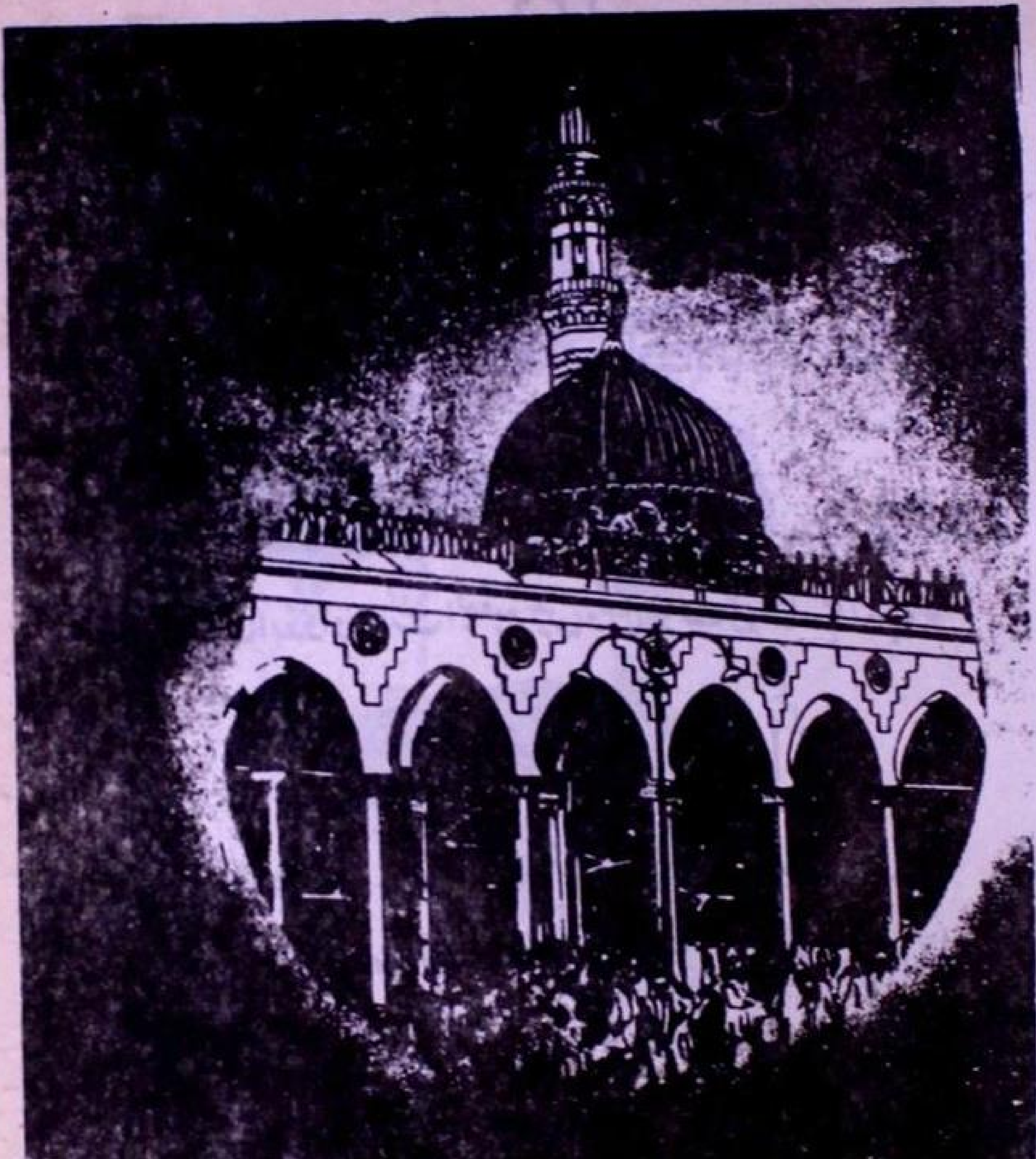
(نوح ناروی ؒ)

شہرآرزو مدینہ

چلیئے مدینۃ النبیؐ کو چلیئے۔ اور عاجزی اور انکسار کے ساتھ شوق کے پروں پہ اُڑتے ہوئے چلیئے۔ یہ جائے قرار ہے، محبّت کا شہر ہے، وفا کا دیس ہے، پریت کی نگری ہے، الفت کی بستی ہے اور پیار کی شہر پناہ ہے۔

یہ وہ بستی ہے جہاں رحمت برستی ہے۔ اللہ کا فضل اُبلتا ہے۔ ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور سارے سنسار کو تر و تازہ کر دیتے ہیں۔ یہ وہ آبادی ہے۔ جو ابد الآباد تک آباد رہنے کے لیئے آباد ہوئی ہے۔

یہ مدینہ ہے، مدینۃ الرسولؐ ہے، شہر محبوب ہے، بارگاہ نبویؐ ہے۔ یہ امن، سکون، اطمینان، راحت اور خیر و برکت کی زمین ہے۔ رہنمائیؑ کا مرکز ہے، رہبری کا مقام ہے۔ اس کی مٹی میں شفا کی تاثیر ہے ہوا میں محبّت کی خوشبو ہے اور پانی میں کوثر کی مہک ہے۔ اس خطۂ پاک پہ جا بجا آقائے عرب و عجم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے نقش قدم پڑتے رہے ہیں۔ اور نجوم صحابہؓ کی کہکشاں چمکی ہے۔ اور یہی جلوۂ گاہ جبرئیلؑ ہے۔ یہ وہ مقدس بستی ہے۔ جہاں فرشتے عاجزی سے سر جھکائے حاضری دیتے ہیں۔ یہ شہر محبوبی ہے، شہر مصطفےٰؐ ہے، دیارِ تمنا ہے، شہر آرزو ہے۔



روضہ مبارک

یہی وہ شہر ہے۔ جہاں قرآن اُترا۔ اور اس نے دنیا کو نور اسلام سے جگمگا دیا۔ اور انسان کو اس کی کھوئی ہوئی انسانیت اور چھینی ہوئی آزادی لا کے دی۔ اور انسانیت پہ لدے ہوئے بھاری بوجھوں کو اُتار ڈالا۔ اور ہتھکڑیوں بیڑیوں کو کاٹ کے پھینک دیا۔ اسی کی بدولت دنیا نے ایمان کی لازوال دولت پائی۔

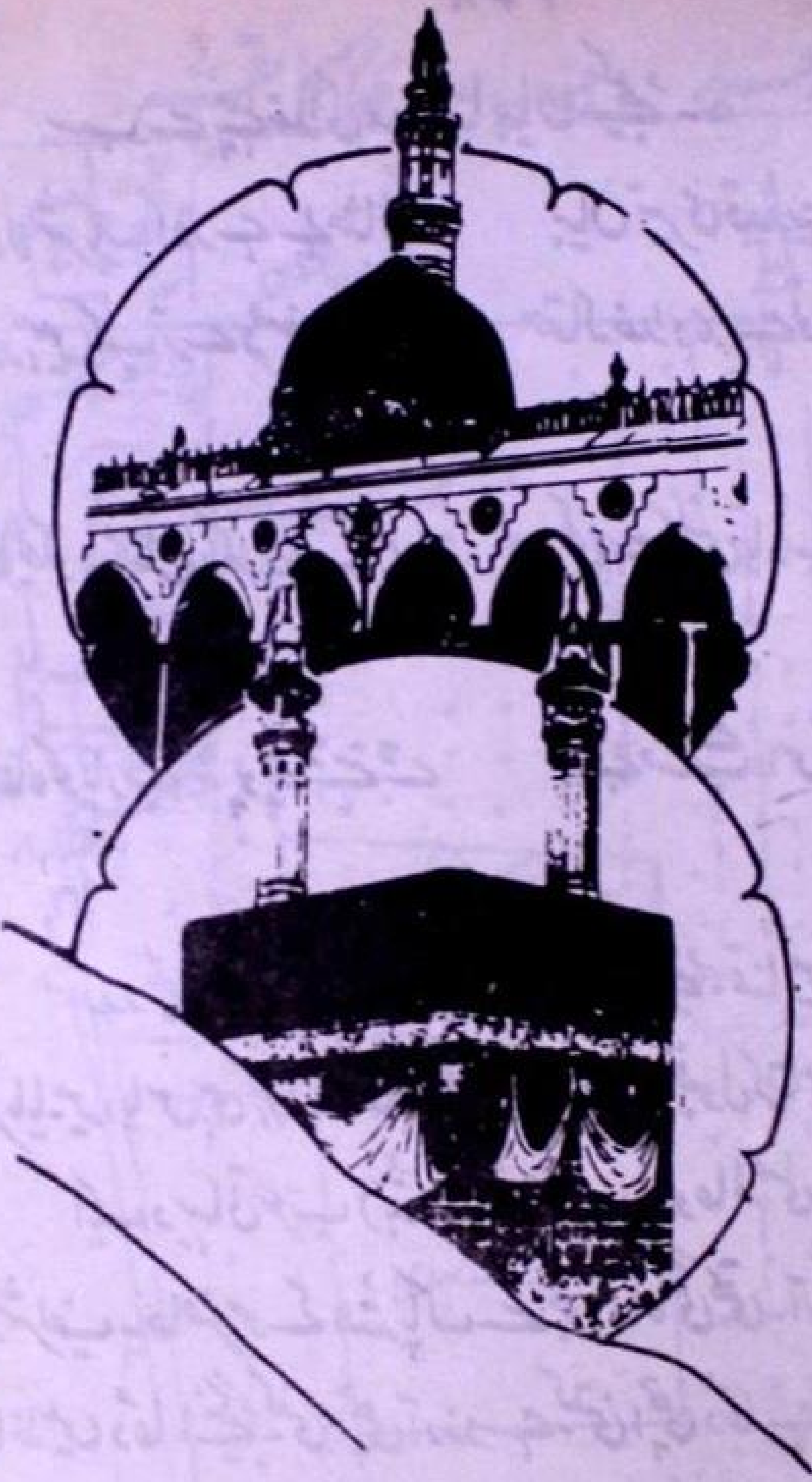
مسلمانوں کو خاک مدینہ سے ایسا روحانی عشق ہے۔ کہ ان کو مدینے میں مرنے کی آرزو اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی تمنا رہتی ہے۔

اللہ کے محبوب کا دربار

؎ آیا ہے بلاوا مجھے سرکار نبیؐ سے، دربار نبیؐ سے۔

لیجئے گنبد خضرا نظر آیا۔ یہ رحمۃ للعالمین کی بارگاہ ہے۔ دل کی دھڑکنوں اور آنسوؤں کی ٹپکتی ہوئی لڑیوں کے ساتھ دعائیں مانگیے۔

ڈبڈبائی آنکھوں اور ادب سے جھکے ہوئے سر کے ساتھ مسجد نبویؐ میں حاضری دیجئے۔ حضور انورؐ کی میزبانی کی عزت حاصل ہوئی۔ قربت کی لذت پائی اور ہمسایہ ہونے کا شرف ملا۔ ذوق و شوق سے اور ادب و انکسار سے نفل پڑھیئے۔ سجدے میں جھک جائیے۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں کی جھاڑو دینی اولیاء و سلاطین نے سعادت سمجھی ہے۔



مکہ مدینہ

سب سے پہلے خدا کی حمد و ثنا بیان کیجئے ؎

تو ہے لاشریک اور ہے بے مثال — بیاں تیری قدرت کا ہو کس سے حال
مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا — حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

(درد دہلوی رح)

کسی کا مجھکو نہ محتاج رکھ زمانے میں — کمی ہے کونسی یارب ترے خزانے میں

(داغ دہلوی رح)

مرے گناہ کو یارب نہ پوچھ رہنے دے — جو بے حساب ہے، اس کا حساب کیا ہوگا

(جلیل مانکپوری)

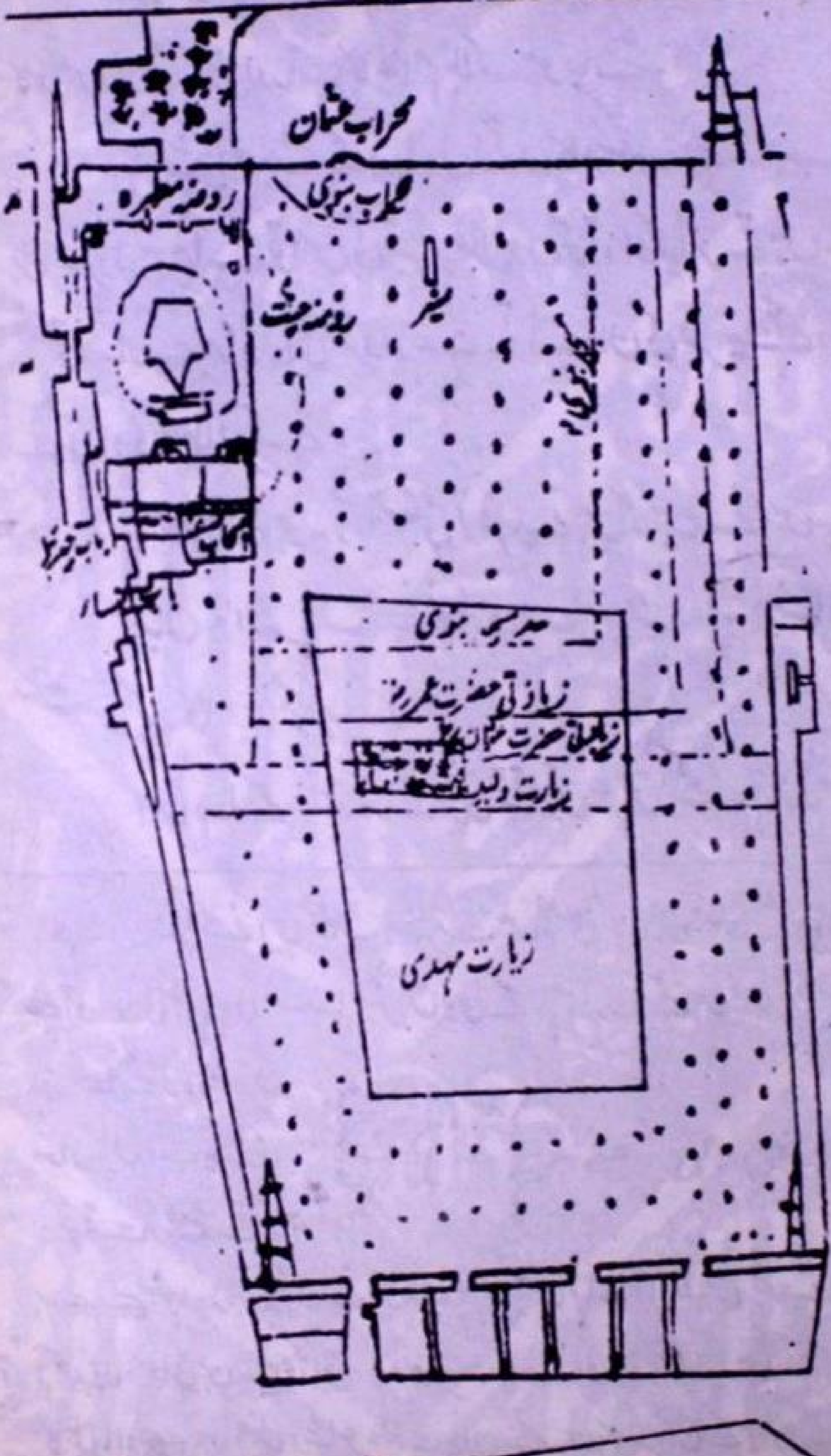
آرزوئیں اور التجائیں کیجئے۔ دعائیں مانگیئے۔ تمنائیں پیش کیجئے۔ اللہ پاک نے فرمایا میں پاس ہی ہوں "دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں" (سورہ بقرہ ۱۸۶)

ایک دیہاتی عرب (بدّو) نے تاج دار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پہ حاضر ہو کے اللہ پاک سے جو دعا مانگی تھی۔ آپ چاہیں تو اسی کے الفاظ میں دعا مانگیئے، کتنی اچھی آرزو ہے۔ کتنی اچھی دعا ہے :-

یا اللہ! یہ آپ کے محبوب ہیں۔ اور میں آپ کا غلام ہوں۔ اور شیطان آپ کا دشمن ہے۔

آپ میری مغفرت فرما دیں تو آپ کے محبوبؐ کا دل خوش ہو۔ اور آپ کا یہ غلام کامیاب ہو جائے۔ اور آپ کا دشمن تلملانے لگے۔

مسجد (جنوب) نبوی کا نقشہ



اور اگر آپ مجھے معاف نہ کریں تو آپ کے محبوب کو رنج ہو۔ اور آپ کا دشمن خوش ہو۔ اور آپ کا غلام ہلاک ہو جائے۔

یا اللہ! عرب کے دریا دل لوگوں کا دستور ہے۔ کہ جب ان میں کوئی بڑا سردار مر جائے تو اس کی قبر پہ غلاموں کو آزاد کیا کرتے ہیں۔ اور یہ پاک ہستی سارے جہانوں کی سردار ہے۔ تو آپ ان کی قبر پہ مجھے دوزخ کی آگ سے آزادی عطا فرمائیے۔

اصمعیؒ نے جو یہ دُعا سنی تو فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا:۔

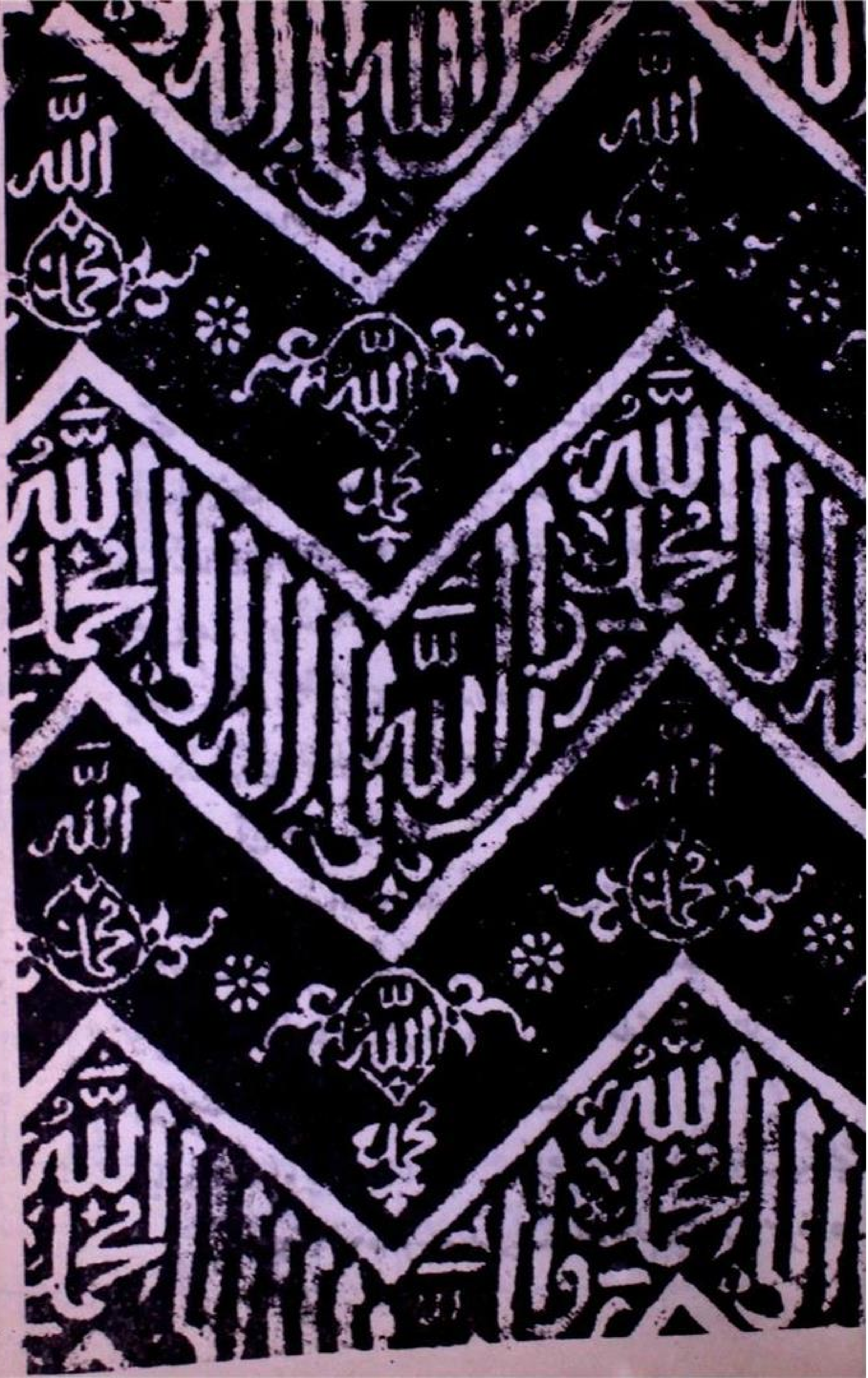
میاں! اللہ پاک نے تمھاری اس بہترین دعا پہ (انشاءاللہ) تمھاری بخشش کر دی (مُواہِب)

اس دعا کے ساتھ ساتھ اپنی تمنّائیں عرض کیجئے۔ آرزوئیں پیش کیجئے۔

ل‍ه ابن ندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں اصمعیؒ کا تذکرہ فصحائے اعراب کے ذیل میں کیا ہے اور ان کی لکھی ہوئی سینتالیس کتابوں کے نام درج کیے ہیں۔

اور لکھا ہے کہ وہ شعر اور معانی میں سب پہ برتری اور فوقیت رکھتے تھے۔ [illegible]

بہت سے مشہور زمانہ لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ ۲۱۲ھ میں بصرے میں وفات پائی (محمد بن اسحاق بن ندیم وراق : الفہرست) لغت کی ایک کتاب میں ہے کہ اصمعی بہت ماہر، کامل، ادیب، فاضل، شاعر، لغت داں تھے۔ ان کا نام ان کے دادا کے نام پہ اصمعی مشہور



گناہوں کی معافی چاہیئے ؎

اس دل پہ خدا کی رحمت ہو جس دل کی یہ حالت ہوتی ہے

اک بار خطا ہو جاتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے (ماہر القادریؒ)

اللہ پاک کی حمد و ثنا کے بعد اب روضہ مبارک کے سامنے حاضری دیجئے۔ اس بارگاہ عالی میں باریاب ہو گئے۔ یہ اللہ کے حبیبؐ اور محبوبؐ کا دربار جنت مثال ہے۔ نوری مقبرہ پردوں میں یوں مستور ہے۔ جیسے ہالے کے اندر چاند ہے۔ یہ وہ مبارک مزار ہے۔ جہاں سے کبھی کوئی ناکام نہیں پھرا۔ یہ وہ مقام ہے۔ جسے دیکھنے کو دنیا بھر کی آنکھیں ترستیاں ہیں۔ یہ مدفن مصطفٰی و مجتبیٰؐ ہے، روضہ رسولؐ ہے، شاہ کونینؐ کا دربار ہے یہاں کا ہر ذرہ نور ہے، ہر جلوہ طور ہے۔ اس کے جلوؤں سے سارا جہاں روشن ہے ؎

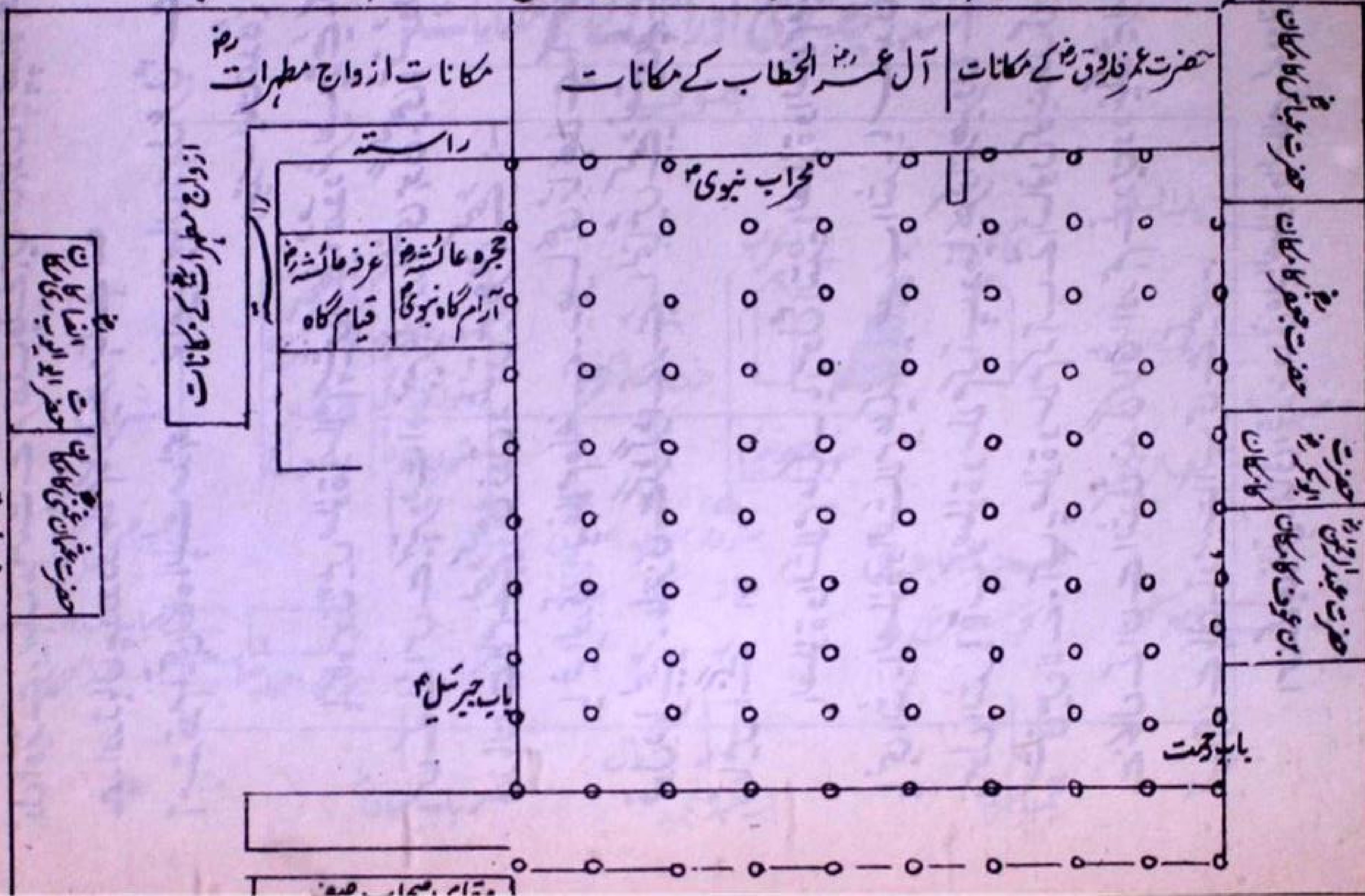
باد صبا جو آج مشکبار ہے
شاید ہوا کے رُخ پہ کھُلی زلف یار ہے

یہاں اللہ پاک اور اللہ کے رسولؐ میں نامہ و پیام ہوئے، راز و نیاز ہوئے اور جبرئیلؑ حکم ربانی لاتے رہے۔ یہاں نور مقدم حُسنِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔ یہ ذات اقدس ساری مخلوقات، کُل کائنات اور فرشتوں سے بھی افضل و اعلیٰ ہے ؎

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ مرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیئے

یہ ارفع و اعلیٰ مقام ہے، یہ زیارت گاہ عالم ہے۔ اس کا ہر ذرہ

عہدِ رسالت کی مسجدِ نبویؐ کا تخمینی نقشہ (سمت قبلہ) جنوب



دل آویز ہے۔ یہاں ندامت سے سر جھک جاتے ہیں۔ گناہوں پہ پچھتاوا ہوتا ہے۔ اور زباں پہ درود و سلام کا وظیفہ رہتا ہے ؎

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو　　خوابیدہ یہاں رسول عربیؐ ہے

(سید سلیمان ندویؒ)

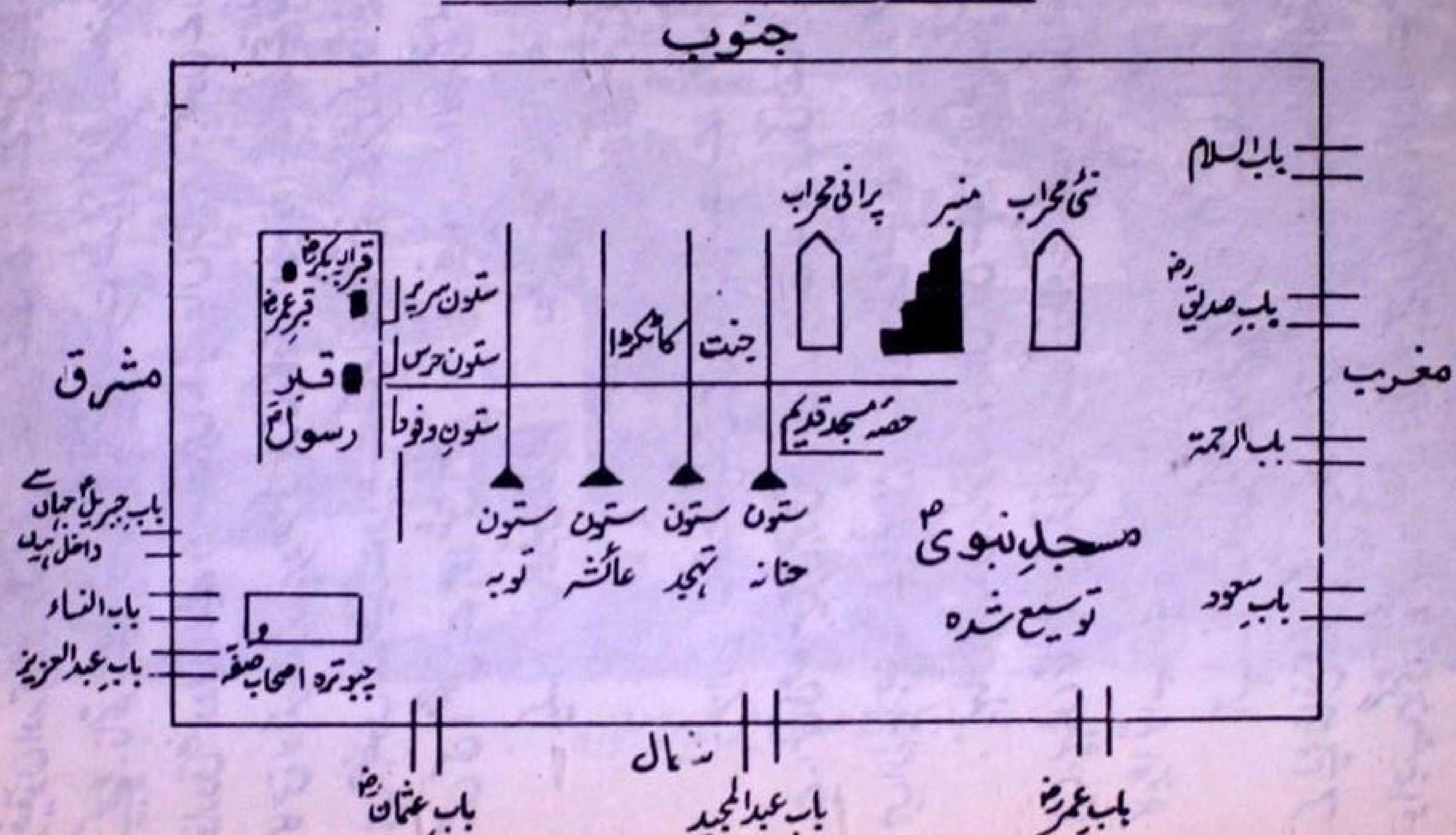
بارگاہ نبویؐ میں صلوٰۃ و سلام پیش کیجئے، دُرُود شریف پڑھیئے۔ کہ اس کے لیئے اس سے بہتر وقت اور بہتر جگہ اور کونسی ہوگی کبھی آنسوؤں کی زبان سے کام لیجئے کبھی ذوق و شوق میں عرض کیجئے :-

یا خیرالوریٰ ! یہ غلام حاضر ہے۔ یہ جیسا بھی بُرا بھلا ہے۔ اس کو قبول فرمالیجئے۔ عاجزی سے گڑگڑاتے رہیئے۔ التجائیں کیجئے نعتیں پڑھیئے۔ دُعائیں مانگیئے :-

الصلوٰۃ والسّلام علیک یا رسولؐ اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ۔ الصلوٰۃ والسّلام علیک یا حبیب اللہ۔ یا سیدیؐ یا رسول اللہ ! آپ کو صلوٰۃ و سلام کہ آپ دنیا بھر کو اندھیروں سے روشنی میں لائے۔ آپ پہ صلوٰۃ و سلام کہ آپ نے انسانوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کے ان سے اللہ کی بندگی کرائی۔ اور ہم نے دین و دنیا کی خیرات آپ ہی سے پائی۔ آدمیت آپ ہی سے سیکھی۔

اس کے بعد ظلِ رحمانی، نور یزدانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں

نقشہ مسجدِ نبوی ؐ اور اس کے اہم مقامات



رفیقوں اور ہم جلیسوں کو عقیدت اور محبت کے نذرانے پیش کیجئے۔ سلام کیجیئے۔ فاتحہ پڑھیے، ثواب پہنچائیے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں ایسے دوست ہیں۔ ایسے جاں نثار ہیں۔ جنھوں نے رفاقت کا حق ادا کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ اور یہ وہ اچھے اور سچے جانشین ہیں۔ جنھوں نے عقیدت والفت کے ساتھ جانشینی کے فرض کو ادا کر دیا ؎

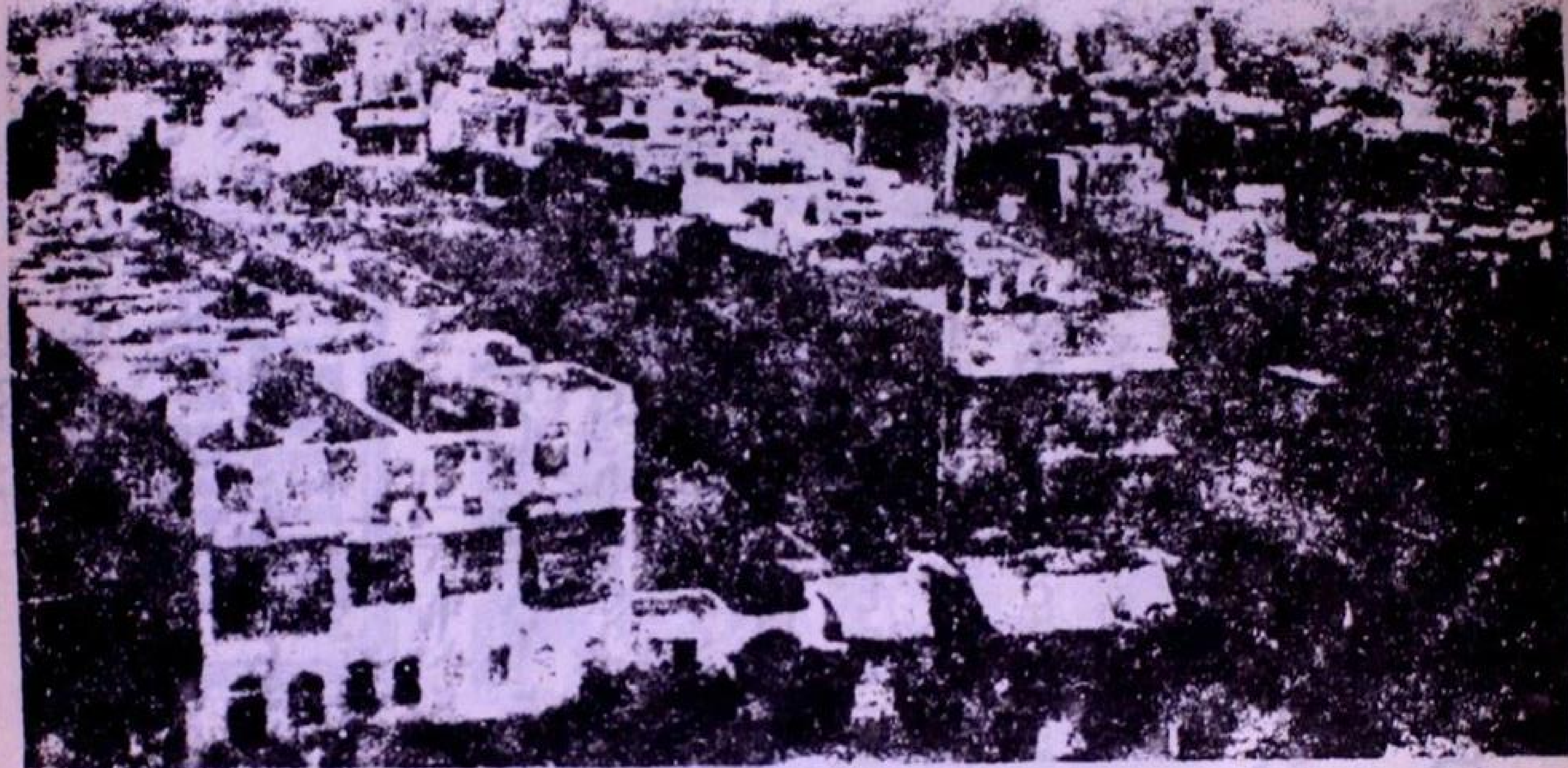
جس کی انگلی سے ہوا شق القمر — یار تھے اس کے ابوبکرؓ عمرؓ
ایک تو اس کا رفیق غار تھا — دوسرا الشکر کش ابرار تھا

(نساخ عظیم آبادیؒ)

مزار مبارک اور منبر کے بیچ میں ریاض الجنت ہے۔ یہ فردوس کا ٹکڑا ہے۔ اس کی عطر میں بسی ہوئی ہواؤں میں جنت الفردوس کی فضائیں رچی ہوئی ہیں اور یہ "جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔ (بخاری ج ا و مسلم ونسائی)

یہاں ہزاروں برکتوں کی بارش ہوتی ہے۔ اور لاکھوں رحمتیں برستی ہیں۔ یہاں نماز پڑھیئے۔ قرآن شریف کی تلاوت کیجیے۔ یہاں کی عبادت کا بڑا ثواب ہے۔

آپ نے مظہر اول مرسل خاتم کے مزار مبارک کی زیارت کرلی تو آپ کے لیئے شافع محشر، پیکر رحمت، عاشق امت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شفاعت واجب ہوگئی (بزّار دار قطنی وابنِ خزیمہ وطبرانی) خود رحمت عالم



بارہویں صدی میں مدینہ منورہ

شفیع المذنبین، افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس نے میرے روضے کی زیارت کی اس نے میری زندگی میں مجھے دیکھا۔ اور یاد دلاتے ہیں۔ کہ جو میری زیارت کے لیئے آیا۔ وہ قیامت میں میرا پڑوسی ہوگا۔ (عقیلی و بیہقی و دارقطنی و طبرانی و مشکوٰۃ)

دُرود پڑھیئے۔ سلام پیش کیجئے۔ حبیب خالق اکبر، سرورذی شان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب کوئی مجھے سلام بھیجتا ہے۔ تو اللہ پاک اتنی دیر کے لیئے میری روح مجھے واپس عطا فرما دیتے ہیں۔ اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (مولانا اشرف علیؒ: زاد السعید وسمہودی و ابوداؤد و بیہقی)

ایک دفعہ حضور پُرنورؐ کو سلام کروگے تو اللہ تم کو دس دفعہ سلام بھیجے گا۔ (نسائی و دارمی) دُرود پڑھو تو فرشتے تمہاری مغفرت کی دُعا کریں گے (دلائل الخیرات) ایک دفعہ دُرود پڑھنے سے دس دفعہ تم پہ رحمت نازل ہوگی۔ دس گناہ معاف ہوں گے۔ اور دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے اور دس نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال میں جمع کردی جائیں گی (نسائی و طبرانی)۔

پوری کائنات ان کے نام کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔ اور فرشتے ان کی خدمت میں دُرود بھیج رہے ہیں۔

ان کی ذات مقدس سرتاپا روشنی ہے۔ جس نے اجالا پھیلا دیا۔ وہ روشن چاند کی طرح ہے جس سے ایسی روشنی پھیلی۔ جس نے سارے جہاں کو روشن کر دیا ہے

لا اله الا الله محمد رسول الله



کتنی تسکین ہے وابستہ ترے نام کے ساتھ
نیند کانٹوں پہ بھی آجاتی ہے آرام کے ساتھ

اس وجودِ پاک سے تمام کائنات کی زیبائیاں اور تمام عالم کی حُسن آرائیاں ہیں۔ صبا درُود و سلام کے گلدستے دنیا کے گوشے گوشے سے یہاں لاتی ہے کونسی زبان ہے۔ جس پہ توصیف نہیں۔ نعت نہیں۔ اُن کی خوبیوں کو گننا کسی کے بس میں نہیں۔ وہ ستاروں کی طرح بے گنتی ہیں۔

اُن کے اشاروں پہ درخت دوڑے۔ پتھر بولے۔ اور چاند دو ٹکڑے ہوا منبر نے خطبہ سُنا تو بے خود ہو گیا۔ مجلس جھوم اُٹھی۔ دل اُمنڈنے لگے۔ کونسا دل ہے۔ جس کی دھڑکن میں ان کی محبت کی لذت نہیں۔ ہر دل میں ان پہ فدا ہو جانے کی تمنا ہے۔ اور ہر دل ان کی محبت سے لبریز ہے۔

یہ وہ ہیں۔ جن سے ہم کو دین و دنیا کی دولت و عزت ملی۔ دل کی بھڑکتی آگ بجھی، پلکیں آنسوؤں سے ٹھنڈی ہوئیں اور نظر کرم کے طلب گار کبھی محروم نہ رہے۔ حاجت منداس گھر سے بامراد اور اس در سے کامیاب ہو گئے۔

بوریہ نشین شہنشاہ نے فقیروں کو بادشاہ بنا دیا۔ چشم کرم سے سائلوں کو مالا مال کر دیا۔ یہاں عربی عجمی کا امتیاز نہیں۔ کالے گورے کی تفریق نہیں۔ یہاں منگتوں کی جھولیاں بھری جاتی ہیں نعمتیں بنٹتی ہیں۔ خزانے لٹائے جاتے ہیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

(احمد رضا خاںؒ)



شمالی عرب کی ریاستیں
اور قبائل (قبل از اسلام)

سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا — سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا

سلام اس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی — سلام اس پر جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی

(ماہر القادری رحؒ)

دامنوں کو پھیلائے رکھو۔ دعائیں مانگو۔ وہ سب کے شفیع ہیں۔ نبی ہیں۔ شافع روز جزا ہیں۔ شہنشاہ دین ہیں۔ سرور کون و مکاں ہیں۔

میرے سرکارؐ! تمہارے نام کے رسیا، تمہاری مقدس صورت کے پروانے، تمہارے دربار کے غلام، تمہاری سرکار کے کفش بردار تمہارے کرم کے طفیل، تمہاری محبت کے صدقے میں ساری دنیا میں جابجا پھیلے۔ گوشے گوشے میں پہنچے۔ کونے کونے میں گئے۔ اور تمہارے پیغام کے ڈنکے بجا دیئے اور دنیا کی کایا پلٹ دی۔

درود لامحدود تمہاری ذات پاک پر کروڑوں صلوٰۃ و سلام تمہاری ذات اقدس پر۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ :-

تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد۔

جنّتُ البقیع

دائی حلیمہؓ کی آخری آرام گاہ مدینے منورہ کے قبرستان جنتُ البقیع میں ہے۔ یہی مدینے کا وہ شہرِ خموشاں ہے۔ جو صدق و اخلاص کا متبرک مدفن ہے۔ یہاں چپہ چپہ پہ اسلام کے خزانے دفن ہیں۔ اِن ہی صدق و صفا اور مہر و وفا کے پروانوں میں دائی حلیمہؓ ابدی نیند سو رہی ہیں۔ یہیں اہل بیت کی قبریں ہیں اور یہیں وہ صحابی سو رہے ہیں۔ جنھوں نے آخرت کے لیے دنیا کو تج دیا ؎

دفن ہو گا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

یہاں قدم قدم پہ خاک کی وہ ڈھیریاں ہیں۔ جن میں عشق و محبت رچی بسی ہے۔ ان کا یہ مسکن جنت کا ٹکڑا اور فردوس کا حصہ ہے۔ یہاں ہر ذرہ آفتاب اور ہر مزار مہتاب ہے یہ موتیوں کے دفینے اور رحمتوں کے خزینے ہیں۔ یہ اللہ کے پیاروں اور اس کے محبوب کے غلاموں کے نشان ہیں۔ یہ گلزارِ نبیؐ کے رنگا رنگ پھول ہیں۔ یہ وہ چمکتے دمکتے ستارے ہیں۔ جو زیرِ زمین چلے گئے۔ ان ہی میں وہ بھی ہیں۔ جنھیں جیتے جی جنت کی خوشخبری ملی ؎

وہ دسوں جن کو جنّت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

اللہ کے بندوں نے جو کہا۔ وہ کر کے دکھا دیا۔ کلمے میں جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ مدینے میں اسی کے قدموں میں پڑے ہوئے ہیں ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

یہ وہ ہیں۔ جو مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں آ بسے۔ جن کے لیئے مکے میں سب کچھ تھا۔ مگر اسلام پہ مرنے جینے کی آزادی نہ تھی۔ کوئی خوف کوئی لالچ ان کو اپنے عزم، ارادے سے باز نہ رکھ سکا۔

انھوں نے دین کو پھیلایا، چمکایا اور کلمہ حق کہنے پہ تکلیفیں اُٹھائیں، مصیبتیں سہیں، سروں کو ہتھیلیوں پہ سجا کے پھرے۔ ہنستے مُسکراتے جانیں دیں۔ حق و صداقت کے جھنڈے گاڑ دیئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت اور ہم نشینی و رفاقت کا حق ادا کر دیا۔

سچائی، خلوص اور وفا کی ایسی روشن مثالیں کہاں ملیں گی۔ یہ زمین، شمع نبوت پہ فدا ہونے والے پروانوں کا مدفن ہے۔ اور یہ اللہ کے رسولؐ کے عاشقوں اور جاں نثاروں کی بستی ہے۔

پہلے کبھی ان قبروں پہ تعویذ تھے۔ بعضوں پہ گنبد بھی تھے۔ چار دیواریاں بھی تھیں مگر اب حال یہ ہے کہ نہ تعویذ ہیں نہ گنبد ہیں۔ نہ سایہ ہے نہ سائبان ہے۔ مٹی کے ڈھیر ہیں جو اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں۔ بلکہ مٹی کے ڈھیر بھی نہیں ہیں۔ زمین پہ مٹے مٹے سے نشان رہ گئے ہیں۔ بہت

سی قبروں کے نشان ہی نہیں ملتے۔ قبریں بے نشان ہوگئیں۔[۱]

قبریں بے نشان ہو گئیں۔ نشان مٹ گئے۔ مگر ان میں بسنے والوں نے اپنے کارناموں کے اُجالوں سے اپنی تربتوں کو سجا رکھا ہے۔ اور نیک اعمال کے وہ حسین و جمیل محل تعمیر کیے ہیں۔ جن کی زیبائی اور رعنائی رہتی دنیا تک قائم و دائم رہے گی۔ یہ اُمت کے دلوں میں بستے ہیں۔ ان کی یادوں کی معطر مہک کو کوئی کیسے ختم کر سکتا ہے۔ اور انھوں نے آخرت کا جو سرمایہ جمع کیا

---

[۱] قبرستان جنت البقیع کے چاروں طرف اونچی فصیل ہے۔ اس میں شمال کی طرف دو دروازے ہیں۔ پہلے تو اندر جانے میں کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ لوگ بہجوم وہ ہجوم اندر جاتے۔ سلام پیش کرتے، فاتحہ پڑھتے۔ اور زیارت سے آنکھوں کو روشن کرتے تھے۔ مگر اب یہ سب کچھ آسان نہیں ہے۔ حج کے دوران میں سختی ہوتی ہے۔ دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور ہم ۱۹۷۱ء میں حج کے دنوں ہی میں گئے تھے۔ دیکھا بند دروازوں پہ سپاہی اور دربان کھڑے ہیں۔ شعیب صاحب ایک پاکستانی ہیں۔ مدینے شریف میں رہتے ہیں۔ اور جنت البقیع کے بالکل سامنے دوسری منزل پہ ان کی رہائش ہے۔ ہم پہ بڑی عنایت کی۔ میں نے اور میری بیوی نے ان کے مکان کی چھت پہ چڑھ کے تیسری منزل سے جنت البقیع کی زیارت کی۔ ان کے گھر اور اس مقدس قبرستان کے بیچ میں سڑک ہے۔ تی منزلے سے پورا جنت البقیع آنکھوں کے سامنے آگیا اب یکسر دست میدان پڑا ہے۔ یا کہیں کہیں دو دو چار چار گز کے ہلکے سے نشیب ہیں۔ یہ وہ ہیں جہاں قبریں برابر کرتے ہوئے زمین کو ہموار کرنے میں کسر رہ گئی۔ ہم نے وہیں دور سے فاتحہ پڑھی اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ محمد رحیم دہلوی

ہے وہ کون چھین سکتا ہے۔

یہاں کے ذرے ذرے کو محبت و عقیدت کی نگاہوں سے دیکھئے۔ سب کو سلام کیجئے۔ فاتحہ پڑھیئے۔ تلاوت کیجئے۔ دعائیں مانگیئے۔ ثواب پہنچائیے۔ اور ان ہی کی طرح اسلام پہ جینے اور جان دینے کا عہد کیجئے۔

ابرکرم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری پہروں میں بقیع تشریف لے جاتے۔ اہل بقیع کو سلام کرتے۔ اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے تھے (صحیح مسلم) ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ حسن سراپا، خیر مجسم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جبرئیلؑ آئے اور کہا آپ کے پروردگار نے حکم دیا ہے۔ کہ آپ بقیع جائیں۔ اور بقیع والوں کی بخشش کی دعا کریں۔ ایک اور حدیث میں ہے۔ کہ حضورؐ بقیع میں تشریف لے گئے۔ وہاں تین دفعہ السلام علیکم یا اہل القبور فرمایا اور کہا۔ اس جہاں سے جانے والو! آرام و راحت سے رہو۔ تم ان بلاؤں اور فتنوں سے چھوٹ گئے۔ جو تمھارے بعد برپا ہونے والے ہیں۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ: جذب القلوب) ے

وہ ایک بار ادھر سے گئے مگر اب تک
ہوائے رحمت پروردگار آتی ہے

ایک حدیث میں ہے۔ کہ یہاں بقیع سے ستر ہزار آدمی اٹھ کر بے حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح

چمک رہے ہوں گے (وہی کتاب)

حضرت ابن رزینؓ[1] کی ایک روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میرے لیئے زمین شق ہوگی۔ پھر ابو بکرؓ کے لیئے پھر عمرؓ کے لیئے۔ پھر میں بقیع میں بسنے والوں کے پاس جاؤں گا۔ اس طرح اہل حرمین میرے ساتھ روانہ ہوں گے (وفاء الوفاء)

حضرت ابن نجارؓ[2] کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں اور ابو بکرؓ اور عمرؓ تینوں بقیع والوں کے پاس جائیں گے۔ تو ان کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا۔ پھر مکے والے اُٹھیں گے (وفاء الوفاء)

جب جنت البقیع میں آپ کو حاضری کا موقع ملے تو خاک کے ایک ایک ڈھیر پہ آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرنے کو جی چاہے گا۔ زیارت کرانے والا رہنما

---

[1] یہ رزینؓ ابن مُعاویہ عَبدَری، سَرقُسطی، اَندلُسی مشہور محدث ہیں۔ اصول ستہ یعنی تین صحاح، بخاری، مسلم اور مُوطّا اور تین سُنن، ابی داؤد، ترمذی اور نَسائی کے اختصار کو ایک کتاب میں جمع کیا۔ کئی سال مکے میں رہے اور ۵۲۵ھ میں وہیں انتقال کیا۔ عَبدری کا مطلب ہے کہ عبد الدار کی اولاد میں سے تھے۔ سَرقُسط اسپین کی ایک بستی ہے۔ اسے آجکل سَرگوسہ کہتے ہیں۔

[2] ابن النجارؓ کا نام محب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن حسن بن ہبۃ اللہ بن محاسن ہے۔ ابن النجار بغدادی کے نام سے شہرت پائی عظیم محدث مانے گئے ہیں۔ الدرۃ الثمینہ فی فضائل المدینہ کے علاوہ بھی ان کی کتابیں ہیں۔ ۶۴۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے۔

سب سے پہلے اہل بیت اطہار کی قبروں کی زیارت کرائے گا۔

یہاں حبیب صمد، ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے چچا اور بہت ہی پیارے چچا حضرت عباس رضؓ کی قبر ہے جنھوں نے اپنے پیارے بھتیجے سے ساری عمر پیار کیا۔ ظل رحمانی، نور یزدانی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کے پیارے بھتیجے کی اُمت ان سے بارگاہ رب العزت میں دُعائیں کراتی تھی۔ اور اللہ پاک نے ان کی دُعائیں سُنیں اور قبول فرمائی ہیں۔

یہیں حضرت امام زین العابدین عابد بیمار رضؓ ہیں انھوں نے بیماری کے عالم میں کربلا میں گلشن رسالت پہ قیامت ٹوٹتی ہوئی دیکھی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے قتل عام ہوا اور یہ اہل ستم کے اسیر ہوئے قاتلوں نے جفاکاروں نے ان پہ درد و غم کے پہاڑ توڑے یہ نواسۂ رسولؐ کے لختِ جگر ہیں اور انکسار کا پیکر ہیں۔ اور اب جو دنیا بھر میں سادات حسینی ہیں۔ وہ ان ہی کی اولاد ہیں۔

ان کے قریب حضرت جعفر صادق رضؓ ہیں ان کی اماں جان حضرت اُمِ فروہ ہیں جو حضرت ابوبکر رضؓ کے پوتے حضرت قاسم رضؓ کی بیٹی ہیں۔ یہ قبر اس کی ہے جو خاندان رسالتؐ کی جلیل القدر ہستی ہے۔

ان کے برابر حضرت سیدنا محمد باقر رضؓ کا مزار مبارک ہے اور جناب امام جعفر صادق رضؓ کے صاحبزادے جناب اسمٰعیل رضؓ بھی یہیں مدفون ہیں ؎

پارہائے صحف غنچہائے قدس اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

خونِ خیرُالرُّسُل سے ہے جن کا خمیر — ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
باقی ساقیانِ شرابِ طہور — زینِ اہلِ عبادت پہ لاکھوں سلام
اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے — ان سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام
ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود — ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

(احمد رضا خاںؒ)

یہیں دوشِ رسولؐ کے شہسوار حضرت امام حسنؓ کی خوابگاہ ہے۔ یہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نورِ نظر، بنتِ رسولؐ سیدہ بتولؓ کے لختِ جگر ہیں۔ امام المسلمین ہیں۔ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے انھیں گودوں میں کھلایا ہے۔ کندھوں پہ سوار کیا ہے۔ اور ان سے بے پناہ محبت کی ہے یہ خاندانِ نبوت کے گوہرِ تابندہ ہیں۔ نانا حضورؐ کی آنکھوں کے نور ہیں۔ دل کے سرور ہیں۔ جس قاتل کے زہر دینے سے شہید ہوئے۔ اس کا نام تک بتانا پسند نہ کیا ؎

وہ حسن مجتبیٰ سیدُ الاسخیا — راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

سب امامِ ہدیٰ سلام اللہ علیہم اجمعین، ایک ہی جگہ آس پاس مدفون ہیں۔



یہیں ابوسفیان بن حارثؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ مدفون ہیں۔ ذرا آگے مالک بن انسؓ[1] اور ان کے اُستاد محترم نافعؒ[2] آرام فرما رہے ہیں وہیں عثمان بن مظعونؓ دفن ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کی پیشانی کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے چوما اور یہی ہیں جو سب سے پہلے اس قبرستان میں آ کے آباد ہوئے۔ یہیں خیرالاولین و آخرین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی خواب گاہ ہے۔ جنھوں نے کم سنی میں وفات پائی۔ یہیں صاحب نعلین حضرت ابن مسعودؓ اور فاتح عراق اور مشہور تیرانداز حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میرے

---

[1] امام مالکؒ نے ساری عمر تبلیغ دین اور حدیث کی خدمت میں گزاری۔ مدینۃ الرسولؐ سے عشق تھا۔ آرزو تھی کہ مدینہ میں دم نکلے۔ اور بقیع میں قبر بنے۔ اس لئے مدینہ سے باہر نہ نکلتے تھے کہ کہیں جائیں اور وہاں دم نکل جائے تو یہ جنّت کا ٹکڑا بقیع کہاں ملے گا۔ روضۂ اقدس کے تقدس کا اتنا احترام تھا۔ کہ کتاب کے ورقے بھی اتنے آہستہ آہستہ اُلٹتے کہ کہیں ورقے اُلٹنے کی آواز سے سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسّلام بے آرام نہ ہوں۔

[2] امام نافعؒ نسلاً ایرانی ہیں اصفہانی ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے غلام تھے۔ انھوں نے آزاد کر دیا۔ قرآن شریف سے عشق تھا۔ سات قراتوں کے پہلے قاری ہیں۔ تابعی ہیں۔ سیّد کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ مگر ان پہ اُترے ہوئے قرآن سے عشق تھا۔ ساری عمر قرآن پڑھتے پڑھاتے رہے۔ قرآن پاک کے نور، جوت، روشنی نے سارے مدینے کی نظروں میں ان کو لائق احترام بنا دیا تھا۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا۔ کہ ان کی آواز کے سوز سے ایمان کو تر و تازہ رکھے۔ جو سنتا تھا محو ہو جاتا تھا۔

ماں باپ فدا ہوں سعد تیر پہ تیر چلائے جاؤ۔ یہ الفاظ ان کے لئے سرمایہ آخرت ہیں۔ اور حضرت سعد بن معاذ رضؓ ہیں۔ اور یہ وہ ہیں جن کی وفات پہ عرشِ الہٰی ہل گیا تھا۔ ان ہی کے پاس عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ اور بہت سے نامی گرامی صحابی مدفون ہیں۔ یہاں سے شمال مغرب میں مدینے والے اُن شہیدوں مظلوموں اور بے گناہوں کے گھر ہیں۔ جن کو یزید نے واقعہ حُرّہ میں بے قصور اور بے دریغ قتل کرایا تھا۔

اور بقیع کے ایک کونے میں خلیفہ راشد، شہید مظلوم حضرت عثمان غنی رضؓ آرام فرما ہیں۔ شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلّم کی ایک کے بعد ایک دو صاحبزادیاں ان سے بیاہی گئیں۔ اس لیئے ذوالنُّورین کا خطاب پایا۔ یہ وہ عزّت ہے۔ جو کسی اور کو حاصل نہیں ؎

دُرِّ منثُور قرآن کی سلک بھی　　زوجِ دو نورِ عفّت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان رضؓ صاحب قمیص ہُدیٰ　　حُلّہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

(احمد رضا خاںؒ)

ان کے بعد حضرت ابوسعید خُدری رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضؓ کی قبریں ہیں۔ حضرت ابو طالب کے مرنے کے بعد مُرسل آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ان کی محبّت والفت حاصل رہی۔ انھیں اماں جان کہتے تھے دفن سے پہلے انھیں اپنا کرتہ پہنایا تا کہ بہشت کا لباس نصیب

ہو۔ اور قبر میں خود لیٹے کہ یہ قبر کی بلاؤں سے محفوظ رہیں۔ یہ اُن کے کرم کی انتہا ہے اور اِن کی خوش بختی کی علامت ہے۔

حضرت ابو ہُریرہؓ اصحابِ صُفّہ میں سے ہیں۔ غریب تھے تنگ دست تھے۔ فاقوں پہ فاقے گزر جاتے تھے مگر انتہائی ذوق و شوق سے اس سائبان کے نیچے پڑے رہے۔ موتی رولتے رہے۔ کرم اور محبت کے خزانے جمع کرتے رہے۔ یہی ہیں جنھوں نے حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ بہت بڑا خزانہ ہمیں سُنایا ہے، ہم تک پہنچایا ہے۔

یہاں بقیع میں، اس جنت میں سینکڑوں صحابی، تابعی، تبع تابعین اور عاشقان رسول آرام فرما ہیں۔

سرورِ کائنات حضرت مُحمّد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد سیّد عبداللہ کا مزار مبارک اب سے پہلے مدینہ میں مسجد نبویؐ کے مغربی جانب شہر کے اندر گنجان محلوں میں ایک مکان کے اندر تھا۔ (پوری تفصیل کے لیئے دیکھیئے میری کتاب

لہ مسجد نبوی میں ایک اونچے سے چبوترے پہ سائبان پڑا ہوا تھا۔ اس میں ستر صحابی درویشانہ فقیرانہ زندگی گزارتے تھے۔ اور عموماً حبیب خالق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوتے تھے۔ یا نیک دل صحابیوں نے ان کی مدد کرنے کو اپنا وسیلۂ آخرت بنا لیا تھا۔ یہ مقدس لوگ ہمہ وقت رحمت دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تعلیم و تربیت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اس سائبان تلے رہنے والے صحابہ کرام کو اصحاب صُفّہ کہتے ہیں۔ موذن رسولؐ حضرت بلال رضؓ بھی ان ہی میں شامل ہیں۔

تاج دار دو عالمؐ کے والدین سیدنا عبداللہ و سیدہ آمنہ) مگر اب مسجد نبویؐ کو وسعت دی گئی ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ نمازیوں کے لیے گنجائش نکل آئے۔ اور اس کی لمبائی چوڑائی بڑھائی گئی۔ تو شہر کے اس حصے میں سے محلے کے محلے دور دور تک خالی کرا کے گرا دیئے گئے۔ اور مکینوں کو، رہنے بسنے والوں کو منہ مانگے دام دے کے مسجد نبویؐ میں توسیع کی جا رہی ہے۔ اس موقع پر حضرت سیدنا عبداللہ کی میّت اس قدیم محلے سے منتقل کر کے عزّت و احترام سے جنّت البقیع میں دفن کی گئی۔ اور اب یہ دفینہ یہ خزانہ بھی جو پندرہ صدیوں سے شہر کے ایک قدیم مکان میں تھا یہیں بقیع میں مدفون ہے ؎

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

یہیں فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صاحب زادیوں اُمت کی شہزادیوں کی قبریں ہیں۔ ان ہی میں جنّت میں خواتین کی سردار سیدہ فاطمہ زہرا رضؓ، سرکار دو جہاں نور مجسم نیر اعظم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی چہیتی بیٹی ہیں نور نظر ہیں، لختِ جگر ہیں۔ حضرت علی حیدر کرار رضؓ کی بیگم ہیں، ملکہ ہیں، شریک زندگی ہیں۔ حضرت امام حسن شہید رضؓ اور شہید کربلا حضرت امام حسین رضؓ کی اماں جان ہیں۔ خاتون جنّت ہیں۔ یہ سیدۃ النساء العالمین

ہیں یہ وہ زمین جس میں یہ آرام فرما ہیں۔ رشک جنت الفردوس ہے۔[۱]

---

[۱] ایک روایت یہ بھی ہے کہ خاتونِ جنت کی قبر مبارک ان کے گھر میں ہی بنائی گئی تھی اور یہ جگہ اب مسجد نبوی میں روضہ شریف کی جالی کے اندر گھری ہوئی ہے۔ مگر مشہور روایتوں کے مطابق سیدۃ النساءؓ بھی بقیع میں آرام فرما ہیں۔ جناب سیدہؓ کے جنازے کے بارے میں مشہور روایت ہے۔ کہ جس طرح انھوں نے عمر بھر پردے میں گزاری۔ اسی طرح ان کی تمنا تھی کہ مرنے کے بعد بھی ان کی میت پردے میں لے جائی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اہلیہ اسماء بنت عمیسؓ نے عرض کیا کہ حبشہ میں دستور ہے۔ کہ عورتوں کے جنازے کے واسطے چارپائی پہ محراب نما لکڑیاں باندھ کے گہوارہ سا بناتے ہیں اس طرح بہت اچھی طرح پردہ ہو جاتا ہے۔ پھر انھوں نے کھجوروں کی شاخوں سے ایک گہوارہ بنا کے اور اس کو کپڑے سے ڈھک کے دکھایا تو سیدہؓ نے اسے پسند فرمایا۔ امام حاکمؒ نے کہا ہے۔ کہ یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ جناب سیدہؓ کی قبر مبارک بقیع میں ہی ہے۔ اگر گھر میں قبر بنائی جاتی تو پھر گہوارہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

(وفاء الوفا ج ۲ و جذب القلوب)

اسماء بنت عمیسؓ کی پہلی شادی حضرت جعفر طیارؓ سے ہوئی تھی۔ جنگ موتہ میں وہ شہید ہو گئے تو اس کے بعد اسماءؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شادی کر لی۔ حضرت بنت رسول سیدہ بتولؓ کا جب انتقال ہوا۔ تو وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی تھیں بعض مصنفین نے اس حادثہ کے وقت انھیں حضرت جعفر طیارؓ کی اہلیہ لکھا ہے لیکن وہ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی شہید ہو چکے تھے۔ اور اس حادثہ کے وقت ان کے انتقال کو عرصہ ہو چکا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد اسماءؓ کی شادی حضرت علی حیدر کرارؓ سے ہوئی۔

اس بتول جگر پارہ مصطفےٰؐ — حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے — اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ — جانِ احمدؐ کی راحت پہ لاکھوں سلام

(احمد رضا خاںؒ)

یہیں آس پاس امت کی مائیں آرام گاہوں میں آرام فرما ہیں۔ یہ ازواج النبیؐ ہیں امہات المومنین ہیں۔ ان میں ام المومنین سیدہ زینبؓ (بنت خزیمہ) ہیں یہ اپنی فیاضی، دریادلی، سخاوت کی وجہ سے اُم المساکین کہلائیں (اصابہ ج ۸)

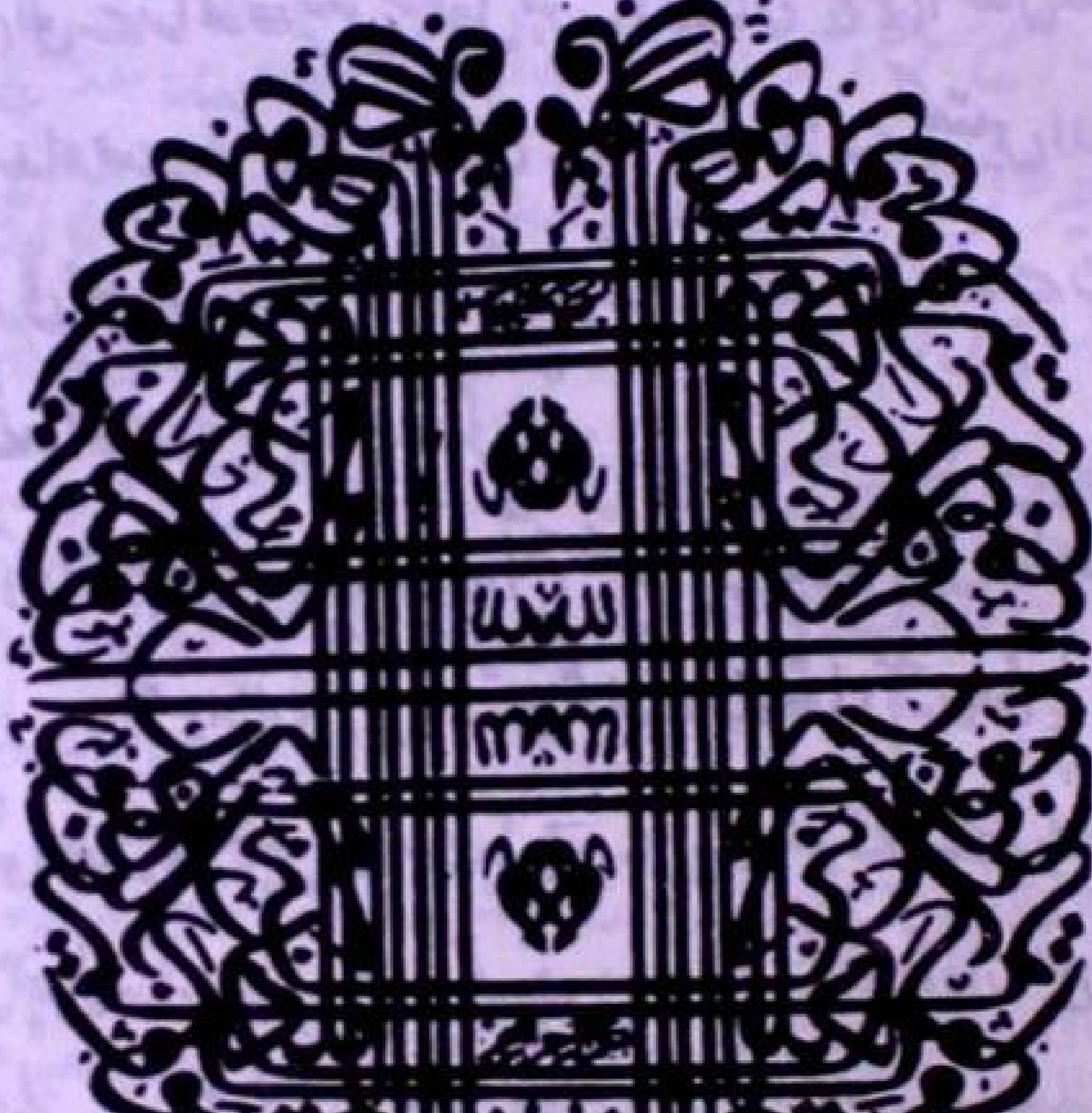
ان کی ہمنام ام المومنین سیدہ زینبؓ (بنت جحش) ہیں یہ ہنر مند تھیں۔ دستکاری جانتی تھیں (اسد الغابہ ج ۵) ان ہی کی دعوت ولیمہ میں پردے کی آیت اتری۔ لکھ لٹ تھیں۔ جو کچھ ملتا مسکینوں میں بانٹ دیتی تھیں (ابن سعد ج ۵) ان کے انتقال پر مدینے کے مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں پر قیامت ٹوٹ گئی کیوں کہ ان کی پشت پناہ چلی گئی تھی۔

اُم المومنین سیدہ سودہؓ قدیم الاسلام ہیں۔ بالکل شروع ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں یہ بھی دستکار تھیں۔ دباغت کے فن کی ماہر مانی گئی ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۵) طائف سے کھالیں آتی تھیں۔ اور یہ ان کو مصالحوں اور دواؤں سے ٹین TAN کرتی تھیں۔ اُس زمانے میں بھی اس فن کے جاننے والے اکا دکا ہی ہوں گے۔ آج دور جدید میں بھی دنیا بھر میں ان فن کاروں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ اور جو ہیں۔

ان کی بڑی قدر ہے۔ حضرت سودہ رضؓ کا اخلاق اتنا بلند تھا، عادتیں خصلتیں اتنی اچھی پائی تھیں۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ کاش ان کے جسم میں میری روح ہوتی (ابن سعد ج ۸) انھوں نے پانچ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سے ایک بخاری میں اور چار سُنن اربعہ میں ہے۔

اُم المومنین حضرت سیدہ اُم حبیبہ رضؓ۔ ان کے جوش ایمانی کا حال یہ تھا۔ کہ ان کے والد ابوسُفیان کفر کی حالت میں ان کے گھر آئے۔ اور حضُور مولائے کُل ختم رُسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے پہ بیٹھنا چاہا۔ تو انھوں نے بچھونا اُلٹ دیا۔ اور فرمایا یہ سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا بچھونا ہے۔ اور آپ مشرک ہیں۔ اور اس بنا پہ ناپاک ہیں۔ وہ بہت بگڑے سنورے۔ مگر انھوں نے ایک نہ سُنی۔ حدیث پہ شدّت سے عمل کرتی تھیں۔ ایک دفعہ سُنا۔ جو بارہ نفل روزانہ پڑھے۔ جنّت میں اس کے لئے گھر بنا دیا جائے گا۔ پھر وہ ہمیشہ یہ نفل پڑھتی رہیں۔ (مُسند احمد رضؓ ج ۶) ان سے پینسٹھ ۶۵ حدیثیں منقول ہیں۔

ان کا باپ ابوسفیان قریشیوں کا سردار تھا۔ جنگ کا علَم اسی کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب اسے باہر لاکر لہرایا جاتا۔ اور اعلان جنگ ہوتا تو ساری قوم اس جھنڈے کے نیچے جمع ہوجاتی تھی۔ اُحد اور خندق اور کئی لڑائیوں میں یہی کافروں کا سپہ سالار تھا۔ لیکن اس نکاح کے بعد اس کی فوج نے کبھی مسلمانوں پہ چڑھائی نہیں کی۔ بلکہ کچھ ہی دن بعد اس نے مسلمان ہوکر اسلام کے جھنڈے کے نیچے پناہ لے لی۔



c) Sūra 112 written four times in mirror-form; Turkey, 19th century.

اُمّ المومنین حضرت سیدہ حفصہؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحب زادی ہیں۔ قرآن شریف کی حافظ تھیں فتح الباری میں ہے کہ پورا قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ (ج ۹) لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ فقہ میں انھوں نے فتوے دیئے ہیں (فتوح البلدان بلاذری) ان سے ساٹھ حدیثیں منقول ہیں۔ (زرقانی ج ۳) انتقال کے وقت اپنی ساری جائیداد صدقے کر دی (زرقانی ج ۳) ہمیشہ روزے رکھتیں اور راتوں کو عبادت کرتی تھیں (ابن سعد ج ۸) انتقال کے وقت تک روزے سے رہیں (اصابہ ج ۲) انھوں نے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں۔

اُمّ المومنین حضرت سیدہ اُمّ سلمہؓ کو لکھنا تو نہیں آتا تھا۔ مگر پڑھ سکتی تھیں۔ (فتوح البلدان) پورا قرآن شریف حفظ تھا (اُسد الغابہ ج ۵) انھوں نے تین سو اٹھتر ۳۷۸ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان کے فتوے اتنے زیادہ ہیں۔ کہ ان سے ایک چھوٹا سا رسالہ تیار ہو سکتا ہے (ابن قیم) خوش آواز تھیں قرآن شریف کو لحن اور قرأت سے پڑھتی تھیں اور سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز پر پڑھتی تھیں (مسند احمد)

اُمّ المومنین حضرت سیدہ جویریہؓ اپنی قوم مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی ہیں۔ وہ اسلام کا دشمن تھا اور مدینے شریف پہ حملے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے اس کا موقعہ نہ دیا۔ اور خود آگے بڑھ کے حملہ کیا۔ اور فتح پائی۔ غنیمت میں دو ہزار ۲۰۰۰ اونٹ اور پانچ ہزار ۵۰۰۰ بکریاں ہاتھ آئیں اور چھ سو ۶۰۰ آدمی

گرفتار ہوئے۔ ان ہی میں یہ بھی تھیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ فوجیوں نے کہا جس خاندان میں عاشق امت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شادی کی ہے اس کا کوئی بھی آدمی غلام نہیں ہو سکتا۔ اور سب کو آزاد کر دیا۔ (صحیح مسلمؒ و ابو داؤدؒ کتاب العتاق و طبقات ابن سعدؒ ج ۸) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے بڑھ کے اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا۔ ان کے طفیل سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے (اسد الغابہ ج ۵) دنیا سے ذرہ برابر رغبت نہیں رہی تھی۔ زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک دن صبح کو مسجد میں دعا مانگ رہی تھیں۔ حبیب خالق اکبر صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے ہوئے گزر گئے۔ دوپہر کے قریب واپس تشریف لائے تو ان کو اسی حالت میں پایا (ترمذی) ان کا باپ مشہور رہزن اور ڈکیت تھا۔ اور مسلمانوں سے بہت بھڑکتا تھا۔ اس شادی سے پہلے مسلمانوں کے خلاف جتنی لڑائیاں ہوئیں ان سب میں یہ قبیلہ ضرور شریک ہوا ہے۔ اس شادی کے بعد اس قبیلے نے رہزنی اور ڈکیتی سے توبہ کر لی۔ اور پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ حضرت جویریہؓ نے چند حدیثیں امت تک پہنچائی ہیں۔

ام المومنین حضرت صفیہؓ۔ نہایت عقل مند خاتون تھیں (اسد الغابہ) عاقل، فاضل اور بردبار تھیں (زرقانی) بہت فیاض تھیں۔ جب وہ ام المومنین بن کے مدینے آئیں۔ تو حضرت سیدہ فاطمہؓ اور ازواج مطہراتؓ

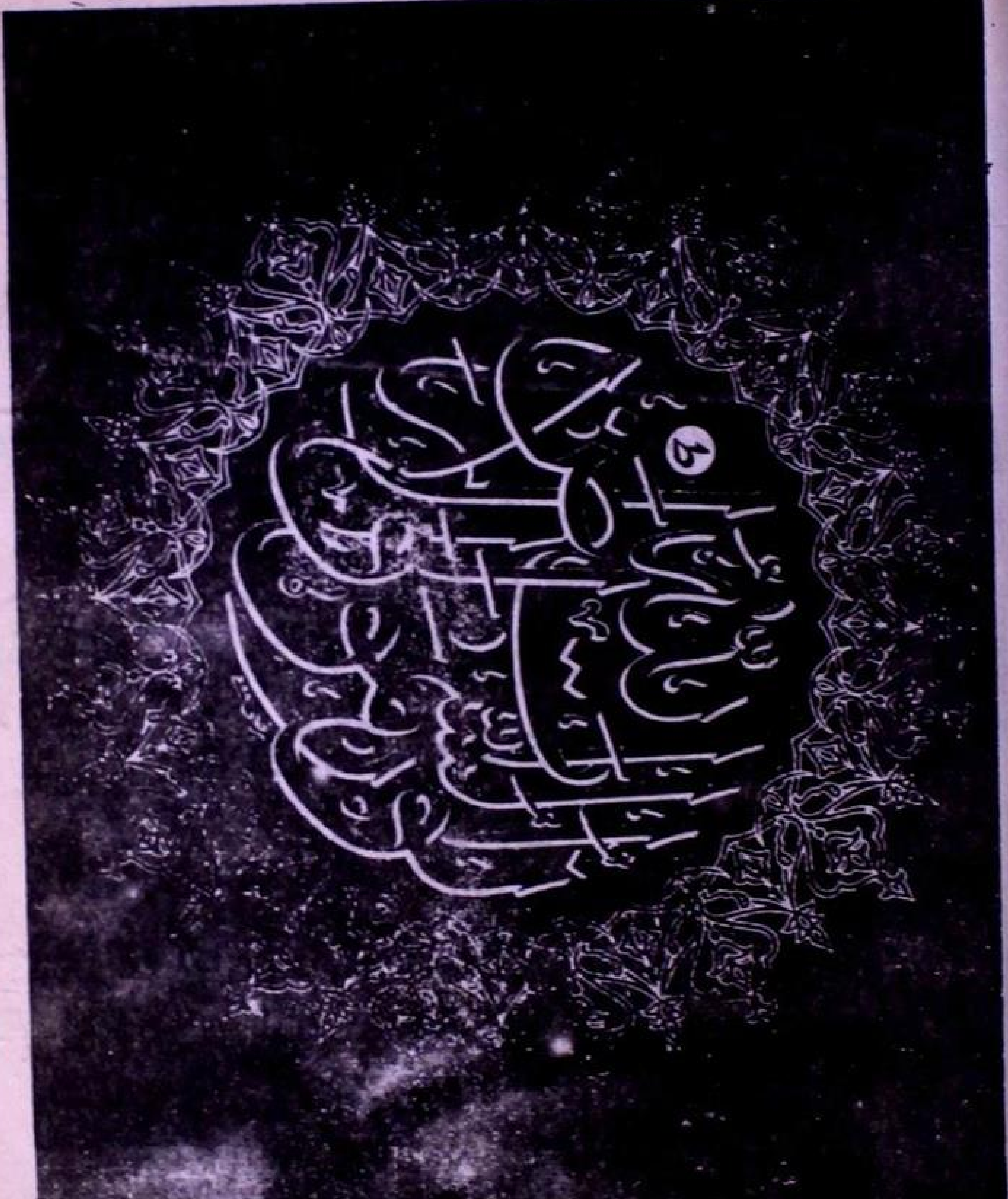
کو اپنی سونے کی بالیاں بانٹیں (زُرقانی ج ۳) حج کے سفر میں ان کا اونٹ (تھک کے) بیٹھ گیا۔ اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ شہ عالی وقار علیہ الصلوٰۃ والسلام ادھر سے گزرے تو دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ حضور خُلق مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اُڑھائی اور دست مبارک سے آنسو پونچھے۔ شہنشاہ دین علیہ الصلوٰۃ والسلام آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں (زُرقانی ج ۳) ان کا گھر علم کا مرکز تھا۔ کوفے تک سے لوگ مسئلے مسائل پوچھنے آتے تھے (مُسند احمد) انھوں نے چند حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔ سرور دین صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت کرتی تھیں جب حضور شہنشاہ رُسل علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار ہوئے۔ تو بڑی حسرت سے بولیں۔ کاش آپ کی بیماری مجھ کو لگ جاتی۔ دوسری بیویوں نے ان کی طرف دیکھنا شروع کیا تو ساقی تسنیم و کوثر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچ کہہ رہی ہیں (زُرقانی۔ ج ۳)

اس شادی سے پہلے کا ں نے مسلمانوں سے جتنی لڑائیاں لڑیں۔ ان میں ہر ایک میں یہودیوں نے اعلانیہ یا چھپ چھپا کے کافروں کا ساتھ دیا۔ مگر اس نکاح کے بعد یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شرکت نہیں کی۔

اہل اسلام کی مادرانِ شفیق بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

(احمد رضا خاں رح)

حبیبہ حبیب خدا، صدیقہ بنت صدیق، اُم المومنین حضرت عائشہ رض



نمونۂ خطاطی ۔ رضی کراچی

نے فرمایا مجھے ازواج مطہرات پہ دس روشن دلیلوں سے فضیلت حاصل ہے کہ (۱) آقائے عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوا کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا (۲) میرے سوا کسی ایسی خاتون سے نکاح نہیں کیا جس کے ماں باپ دونوں مہاجر ہوں (۳) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میری بے گناہی کی خبر بھیجی۔ (۴) حضرت جبرئیلؑ آسمان سے ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لائے (۵) اور فرمایا ان سے نکاح کر لیجئے یہ آپ کی بیوی ہیں (۶) میں اور شہنشاہ دین علیہ الصلوٰۃ والسّلام ایک ہی برتن سے نہایا کرتے تھے۔ میرے سوا مالک کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور بیوی کے ساتھ اس طرح غسل نہیں کیا۔ (۷) نور الہدیٰ خیر الوریٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میرے پاس ہوتے تو وحی آجایا کرتی تھی۔ کسی اور بیوی کے پاس ہوتے تو وحی نہیں آتی تھی۔ (۸) رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت میرے سینے پر سر ٹکائے لیتے تھے۔ (۹) سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری باری کے دن وفات پائی اور (۱۰) میرے گھر میں مدفون ہوئے (ابو یعلیٰ و بزاز)

یہ بھی فرمایا کہ (الف) فرشتہ میری تصویر لایا اور حضور شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے میری تصویر دیکھی۔ (ب) میں نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا میرے سوا کسی اور بیوی نے نہیں دیکھا (ج) میں آپؐ کی سب سے چہیتی بیوی ہوں (د) میرے والد سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو سب سے زیادہ محبوب

تھے (۵) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے دن میرے گھر میں گزارے (و) میں نے ان کی تیمارداری کی (ز) جب حضورؐ نے وفات پائی تو ان کے پاس صرف میں اور فرشتے تھے اور کوئی نہ تھا۔

صاحب براق وعَلَم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے حضرت عائشہؓ نے مسواک دانتوں سے نرم کر کے خدمت اقدسؐ میں پیش کی۔ وہ فخریہ کہا کرتی تھیں کہ مجھ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آخر وقت میں بھی میرا جھوٹا حضورؐ نے منہ میں لیا اور سب سے بڑا فخریہ حاصل ہے۔ کہ میرے مکان کو شافع روز قیامت کا مدفن بننا نصیب ہوا۔ وہ حبیب صمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اڑتالیس ۴۸ سال بیوگی کی حالت میں زندگی بسر کی۔ اس زمانے میں ان کی زندگی کا بڑا مقصد قرآن وحدیث کی تعلیم تھا۔ اس سلسلے میں چند خاص خاص صحابیوں کو چھوڑ کر تمام صحابیوں اور تمام امہات المومنین پر ان کو برتری حاصل رہی۔

ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل بات پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا ہو اور انھوں نے اسے حل نہ کر دیا ہو۔ (جامع ترمذی)

حضرت عائشہؓ نے دو ہزار دو سو دس ۲۲۱۰ حدیثیں روایت کی ہیں اور

ادبی حیثیت سے وہ نہایت شیریں کلام اور خوش بیان تھیں جنگ جمل میں انھوں نے جو تقریریں کی ہیں وہ جوش اور زور بیان کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتیں (دیکھو عقد الفرید باب الخطیب و ذکر واقعہ جمل) ان کی فیاضی کا مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے۔ انھوں نے شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دیئے (حاکم: مستدرک ج ۴) غلاموں سے شفقت سے پیش آتیں اور ان کو خرید کر آزاد کرتی تھیں۔ ان کے آزاد کیئے ہوئے غلاموں کی تعداد سرسٹھ ہے (شرح بلوغ المرام کتاب العتق)۔

حضرت عائشہ رضؓ کا مزار مبارک حیاء عصمت کا خزینہ اور عفت و پاکیزگی کا دفینہ ہے یہ اس مالکہ مکان کی قبر ہے۔ جس کے گھر میں شہنشاہ دین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روضہ مبارک ہے جہاں رات دن فرشتوں کا جمگھٹا رہتا ہے اور درود و سلام کے نغمے گونجتے ہیں یہ اس کی قبر ہے۔ جس نے شہ مکی مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زندگی کے آخری لمحے تک دین کی خدمت کی اور سرور الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو رحمتوں برکتوں اور سعادتوں کی راہیں بتائیں اور رسول اکرم شہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی دولت کے جو خزانے سمیٹے تھے وہ امت پر نچھاور کرتی رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی وجہ سے تیمم کی آیت اُتاری جسے روح الامین (حضرت جبرئیلؑ) لے کے آئے (ابن سعد)

فقہ میں حضرت عائشہ رضؓ کے فتوے اتنی بڑی تعداد میں ہیں۔ کہ کئی ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔

انہیں پڑھنا آتا تھا مگر لکھنا نہیں آتا تھا (فتوح البلدان) وہ غزوہ اُحد میں موجود تھیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو دیکھا کہ مشکیں بھر بھر کے لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں (بخاری ج۲)

حضرت عائشہ رضؓ کا شمار ان صحابیوں میں ہے جو مجتہد تھے۔ (سعید احمد انصاری: سیرت الصحابیات) تفسیر میں انھیں خاص کمال حاصل تھا۔

حضرت مسروق[۱] رضؓ جب حضرت عائشہ رضؓ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے۔ مجھ سے یہ حدیث صدیقہ بنت صدیق رضؓ نے اور اللہ کے محبوبؐ کی معصوم محبوبہؓ نے بیان کی ہے۔

وہ دائمی روزے دار تھیں، لگاتار روزے رکھا کرتی تھیں۔
(ابن سعد ج ۸)

---

[۱] یہ مسروق رضؓ ہیں۔ اجدع کے بیٹے ہیں۔ ہمدانی اور کوفی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے مسلمان ہوئے خلفائے راشدین کا زمانہ پایا۔ چوٹی کے عالم ہیں شعبی نے فرمایا اگر کسی گھرانے میں لوگ جنت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ تو وہ یہ ہیں اسود رضؓ۔ علقمہ رضؓ اور مسروق رضؓ۔ بصرے کے گورنر نے مسروق رضؓ کو تیس ہزار کی رقم بھیجی لیکن انھوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ حالاں کہ یہ ان کی مفلسی کا زمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن میں انھیں کسی نے چرا لیا تھا پھر مل گئے۔ یوں ان کا نام مسروق ہو گیا۔ ان سے بہت سے لوگوں نے حدیثیں روایت کی ہیں سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی۔



عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

بنتِ صدیق رضؓ آرام جانِ نبیؐ
اُس حریمِ برأت رضؓ پہ لاکھوں سلام

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
اُن کی پُرنور صورت پہ لاکھوں سلام

جن میں رُوح القدس بے اجازت نہ جائیں
اس سُرادِق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین حضرت ریحانہ رضؓ بنی نضیر میں سے ہیں۔ ان کے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے میں آئیں۔ حضورؐ نے انھیں آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ حجۃ الوداع کے بعد ان کا انتقال ہو گیا اور یہ یہیں بقیع میں مدفون ہیں۔

ام المومنین حضرت ماریہ رضؓ قبطی مصری ہیں۔ اسکندریہ مصر کے بادشاہ نے تحفے کے طور پہ انھیں سلطان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیجا تھا۔ یہ راستہ ہی میں مسلمان ہو گئیں۔

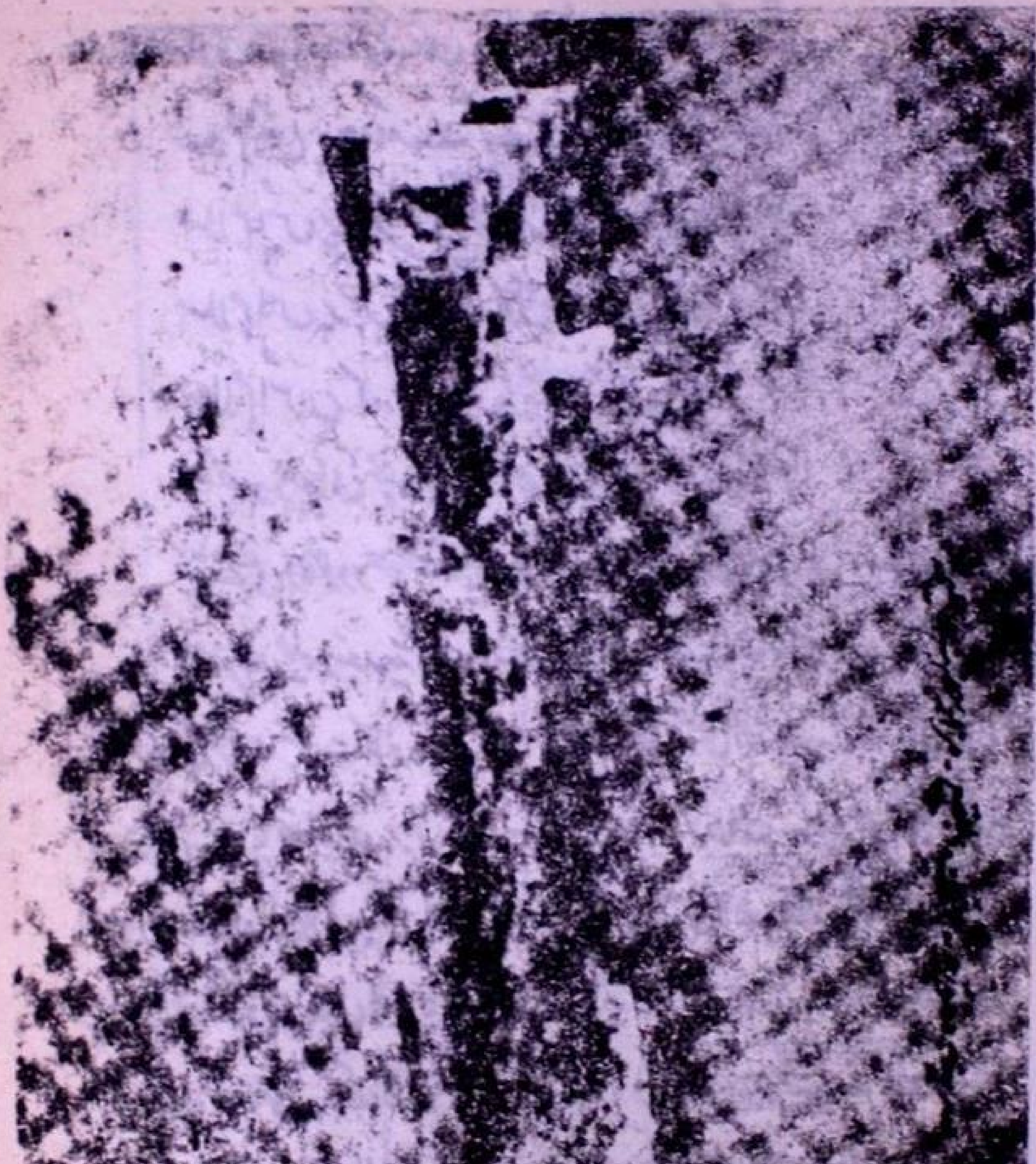
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ مجھے ماریہؓ پہ رشک آیا۔ کیوں کہ وہ خوب صورت تھیں ان کے بال گھونگھریالے اور جسم موزوں تھا۔ وہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت پسند تھیں۔ پھر حق تعالیٰ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹا عطا فرما دیا۔ اور ہم (سب) اس سے محروم رہیں۔ (ابن سعد ج ۸)

یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قبطیوں کے بارے میں میری یہ سفارش ماننا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو کیوں کہ ان سے قول و قرار بھی ہے اور رشتہ داری بھی ہے عربوں کی رشتہ داری تو یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدۂ ماجدہ قبطی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری یہ ہے کہ (حضرت ماریہ رضؓ)

اُمِ ابراہیم رضؓ بن رسول اللہ ان ہی میں سے ہیں (ابن سعد ج ۸) ۱۶ھ میں حضرت ماریہ رضؓ کا انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ (ایضاً)

گھریلو زندگی سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چلتا ہے۔ انسان کی خوبیاں اور کمزوریاں گھر والوں سے چھپی نہیں رہتیں۔ انسان کو پرکھنے کی سب سے اچھی کسوٹی یہی ہے۔ بیوی شوہر کے رازوں سے جتنی واقف ہو سکتی ہے۔ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اُمّہات المومنین رضؓ نے شہ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گھریلو زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کیا تو حضورؐ کی عبادت اور تہجد اور شب بیداری اور فقیری اور درویشی اور رہن سہن کی تصویریں دنیا کے سامنے آ گئیں۔ جن سے حضور پُر نورؐ کی خدا ترسی اور سچائی اور پاک دامنی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ گھر کے اندر رات کے اندھیروں میں حضورؐ نہایت ذوق و شوق سے اللہ پاک کی عبادت میں جس طرح مشغول رہتے تھے ان کی ہر ادا ہر عمل سے ادا شناس امت کو آگاہی ہوئی۔

ازواج مطہرات نے شریعت کے تمام حکم احکام اور خاص طور پر وہ مسئلے مسائل جو خاص عورتوں کے بارے میں ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں لاج آتی ہے۔ عورتوں کو سنائے۔ اُمت تک پہنچائے۔ اور یہ سچائی مانی گئی ہے۔ کہ شرعی احکام کا چوتھائی حصہ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے منقول ہے۔



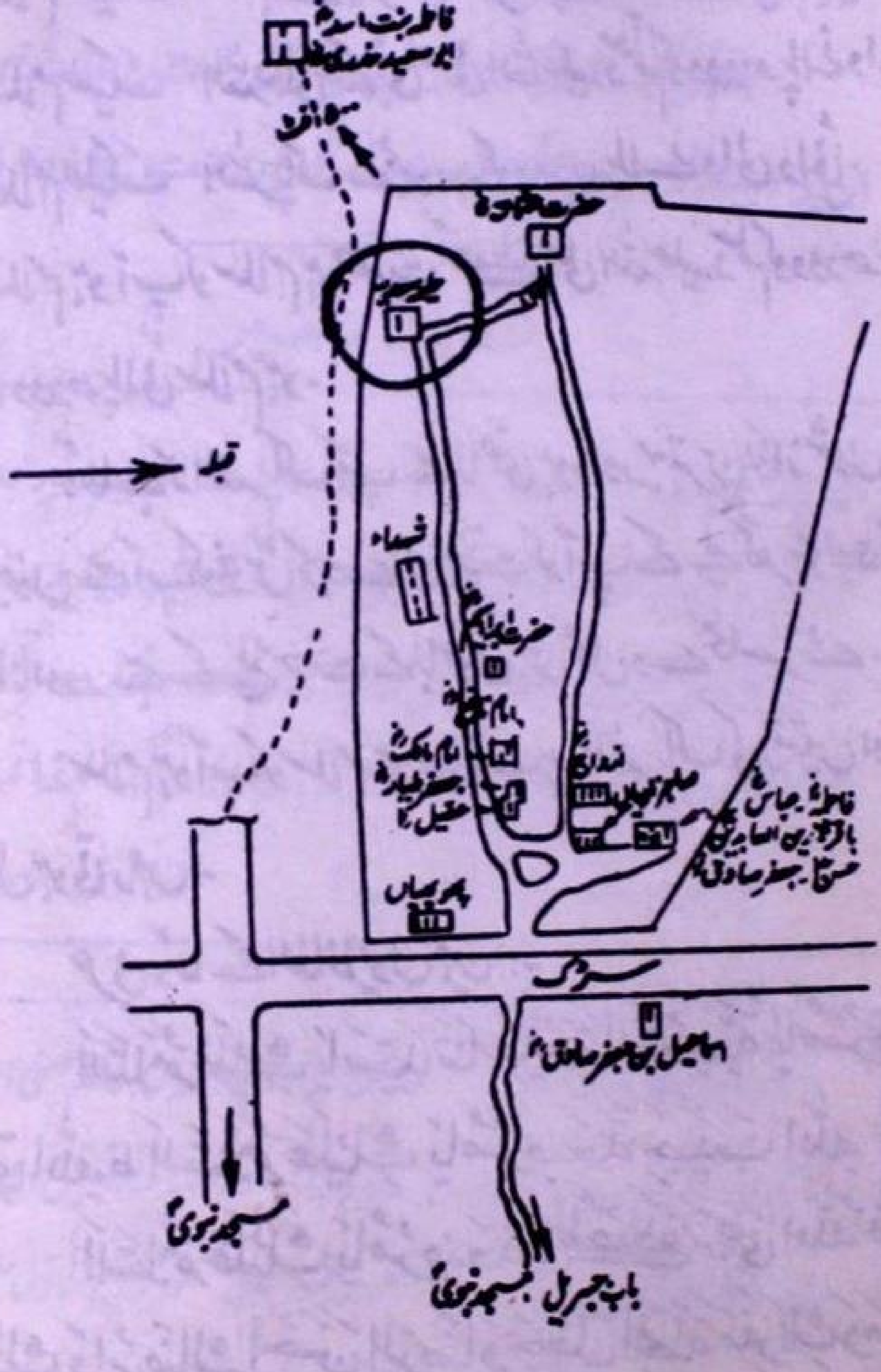
ساری اسلامی دنیا سے لوگ ان سے حدیثیں سننے آتے تھے۔

سلام اُس پر جو اُمت کے لیئے راتوں کو روتا تھا
سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اُس پر جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
مقصودِ جہاں، محبوب خدا اور اس پہ یہ شانِ فقر و غنا
کپڑے بھی وہ خود دھو لیتے ہیں، فاقوں کی بھی عادت ہوتی ہے (ماہر القادری رح)

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کائنات کی خوش قسمت خاتون ہیں۔ اللہ پاک نے کونین کی برکت نبوّت کا نور اور خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی گود میں دے دیا تھا۔ چھ برس تک ننھے حضورؐ کا نور ان کے گھر میں جگمگا رہا۔ انھوں نے ان کی توتلی باتیں اور میٹھی رسیلی بولی سنی اور ننھے ننھے قدموں سے چلتے دیکھا، گودیوں میں کھلایا اور کندھوں پہ سوار کیا۔ اور اب وہ بہت سی دعاؤں کی سوغاتوں کے ساتھ یہاں آرام فرما رہی ہیں۔ جنّت کے دروازے پر فرشتے ان کے استقبال کے لیئے پرے باندھے کھڑے ہیں۔ حوریں جنّت الفردوس میں مہکتے ہوئے پھولوں کے ہار لیئے ان کے انتظار میں ہیں۔

مکّے مدینے میں جتنی زیارتیں ہیں جتنے مقدس مزار ہیں۔ ان سب کے لیئے الگ الگ دُعائیں ہیں۔ حضرت سیدہ حلیمہؓ کے مزار مبارک کی اس مشہور

نقشہ جنت البقیع



عربی دعا کا ترجمہ ہے :-

السلام علیک اے ہماری سردار حضرت حلیمہ سعدیہ رضہ۔

السلام علیک اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے والی انا۔

السلام علیک اللہ پاک کے محبوب کو دودھ پلانے والی دائی۔

سلام ہو آپ کو سلام ہو حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے والی دودھ پلائی سلام ہو۔

دُعا ہے کہ اللہ پاک آپ سے راضی ہو۔ اور بہترین نوازشوں اور عنایتوں سے آپ کو خوش کردے اور جنّت کو آپ کے لیے گھر بنادے مسکن، ٹھکانا اور رہنے کے لیے جنّت کے باغوں میں محل دے محلسرائے۔

سلام ہو آپ کو سلام ہو اور آپ پر اللہ پاک کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہیں۔

عربی دُعا کے الفاظ یوں ہیں :-

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا سَيِّدَتَنَا حَلِيْمَةَ السَّعْدِيَّةَ يَا مُرْضِعَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مُرْضِعَةَ حَبِيْبِ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مُرْضِعَةَ الْمُصْطَفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكِ وَاَرْضَاكِ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكِ وَمَسْكَنَكِ وَمَحَلَّكِ وَمَاْوٰكِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

آزاد بلگرامیؒ کہتے ہیں کہ ؎

جنت البقیع کی چمک اور روشنی کو اللہ نے اتنا بڑھا دیا ہے

کہ وہاں کے کنکر پتھر ایسے چمکتے ہیں جیسے قطب شمالی کا روشن تارہ ہیں۔

اللہ پاک اس گوشۂ زمین پہ اپنی رحمت برسائے جس کی کنکریاں

ان جواہرات جیسی ہیں جو کسی حسینہ کے گلے کی زینت ہوں (عربی نعت کا ترجمہ)

تمت بالخیر

زہے نصیب میرے ایک دوست نے کہا تھا: سیرت پر خدمت گزاری، ہر ایک کو راس نہیں آتی۔ شبلی نعمانی نے کام شروع کیا۔ وہ مر گئے۔ قاضی سلیمان منصور پوری کا مفصل کتاب لکھنے کا ارادہ تھا۔ وہ مر گئے۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا بہ اطمینان لکھنے کا ارادہ تھا۔ وہ مر گئے۔ لہٰذا تم بچو!

میرا جواب تھا: زہے نصیب: محمد نقوش رسول نمبر ج ۹

اس کے بعد آنے والی کتاب تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے بارے میں ہے۔ عمر نے وفا کی اور اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ یہ جلد نظر نواز ہوگی۔ محمد رحیم دہلوی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں



کیا مومنوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے جھک جائیں؟



آئیے دُعا مانگیں

اخترِ فلک سے اُتر آ ذرا خدا کے لیے ۔۔۔ کہ ہم نے ہاتھ اُٹھائے ہیں اب دعا کے لیے

خدایا! حلیمہؓ دائی کے حالات پہ لکھی ہوئی اس کتاب کی اشاعت کی خوشی میں اس کا لکھنے والا اور اس کے پڑھنے والے اور سننے والے تیرے دربار میں حاضر ہیں۔ دعا کرتے ہیں۔ تیرے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ ان کی دُعائیں سُن لے۔ آرزوؤں کو پورا کر دے۔

حلیمہؓ دائی کے ساتھ ساتھ تیرے محبوبؐ کا ذکرِ خیر بھی ہے۔ اس محبوبؐ کے صدقے میں اپنے کرم سے اپنے رحم سے اس نذرانے کو منظور فرمالے۔

خوش نصیب ہیں دائی حلیمہؓ، اماں حلیمہؓ، انا حلیمہؓ جنھوں نے عبداللہ کے جائے آمنہ کے لالؐ کو برسوں سینے سے لگائے رکھا۔ تیرے محبوبؐ کو دودھ پلایا گود میں کھلایا۔

ہم سب تیرے دربار میں حاضر ہیں۔ تیری سرکار میں ملتجی ہیں۔ صدقہ اس بچے کا جس نے آمنہ کے اندھیرے گھر کو روشن کیا۔ طفیل اس بچے کا جس کو حلیمہؓ نے دودھ پلایا اور واسطہ اس کا جو عبدالمطّلب کی آنکھوں کا نور اور ابوطالب کے دل کا سرور تھا۔ اور تیرا محبوبؐ ہے۔

یہ گنبد خضرا میں آرام کرنے والے آقا، صاحب براق و علم، سید عرب و عجم، شفیع الامم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزم عقیدت ہے، محفل الفت ہے۔ وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ خالق کے محبوب ہیں۔ ہمارے مالک ہیں۔ آقا ہیں رہبر ہیں۔ رہنما ہیں۔ یتیموں کے والی ہیں۔ بے کسوں کے سہارا ہیں۔ دردمندوں کے ہمدم ہیں اور اپاہجوں کی تسکین ہیں۔ کائنات ان کے نام کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔ فرشتے خدمت اقدس میں درود وسلام بھیج رہے ہیں۔ سخاوت ان کے دربار کی لونڈی اور رحم وکرم ان کے دست بستہ غلام ہیں۔ انصاف کے چشمے ان کے قدموں سے پھوٹے۔ عرب نے ان پہ فخر کیا اور عجم ان پہ ناز کرتا ہے۔

ہم سب اُس کی مقدس سیرت کے پروانے ہیں۔ اُس کی سرکار کے کفش بردار ہیں اُس کی محبّت کے صدقے بیڑے پار کردے۔ خطاکاروں کی خطاؤں سے درگزر کر۔ گناہ گاروں کے دلوں کو اس کی محبّت سے پارس بنا دے۔ اِن کے دکھ کو سکھ سے اور مصیبت کو راحت سے بدل دے اس کتاب کے پڑھنے اور سننے والوں میں تیرے غلام بھی ہیں لونڈیاں بھی ہیں۔ ان کی فریادیں سن لے۔ ان کے ارمان پورے کردے۔

یہ باندیاں اور کنیزیں مُسلمان عورتیں ہیں۔ تیری توحید کی پرستار ہیں۔ تیری اور تیرے رسول کی کلمہ گو ہیں۔ یہ آسیہ، مریم، آمنہ اور حلیمہؓ کی ہم ذات ہیں۔ جس طرح تو نے ان سب کو نوازا عزت دی۔ آبرو دی۔ اُن کے صدقے میں

ان کو آفتوں سے محفوظ رکھ۔ مصیبتوں سے امن دے، امان دے۔ سہاگنوں کے سہاگ قائم رکھ، ان کے بھاگ میں خوشی لکھ دے۔ خوشحالی دے دے۔ ان کی زندگی راحت و آرام سے گزرے۔ ان کی ماتا کو تسکین دے۔ ان کی گودیں ہری بھری رہیں۔ اور جن گھروں میں اندھیرا ہو۔ انھیں اپنے نور سے روشن کر دے۔ جن کے ہاتھ پیلے ہونے ہیں۔ ان کی مرادیں پوری ہوں۔ وہ اپنے اپنے گھروں کی ہو جائیں۔ بابل کے آنگن سے وداع ہو کے پی کے دوار جا پہنچیں۔ اپنے گھروں کا راج پاٹ سنبھالیں انھیں باغ باغ کر دے نہال نہال کر دے۔

خطاکار بندے بھی ادب سے سر جھکائے آرزوؤں کے دامن پھیلائے ہوئے ہیں۔ ان کو ایمان دے۔ اسلام پہ مرنے جینے کا جذبہ دے۔ اور وہ صداقت دے۔ جس سے دشمن فتح ہوں۔ وہ خلوص دے جو ساری دنیا کے لئے سبق ہو۔ وہ کارنامے انجام دلوا۔ جن کا ڈنکا دنیا کے کونے کونے میں بج جائے۔

بال بچوں کو ننھے حضورؐ کے صدقے ہزاروں خوشیاں دکھلا۔ انھیں دین کی سمجھ دے۔ علم کا شوق عطا فرما۔ نیک و بد کا امتیاز دے۔ وہ بڑے ہو کے تیرے سچے شیدائی اور تیرے دین کے فدائی بن جائیں۔ خاک کو سونا اور پتھر کو پارس کر دے۔

یارب! میں بے مایہ، بے علم، بے ہنر تھا۔ تو نے میرے قلم کو زبان دی۔ قلم سے گل افشانیاں کرائیں۔ گوہر ریزیاں کرائیں۔ تو قلم نے لعل و گوہر اگلے اور پھول

بوٹے کھلائے۔ یوں حُب رسولؐ کی خوشبو مہکی صفحوں پہ غنچے چٹکے پھول کھلے لعل و گوہر بکھرے اور گوہر شب چراغ سے اُجالا ہوا۔

پروردگار! آسان سیرت نبویؐ کی کتابوں کے اس سلسلے کو قبول فرمالے۔ اس کی خوشبو سے دنیا کو مہکا دے۔ اور اسے میرا اور پڑھنے والوں کا وسیلۂ آخرت بنادے۔

یا الٰہی! میرے دل کو اپنے محبوب کی محبّت سے بھر دے۔ مجھے توفیق دے۔ کہ عمر بھر اسی طرح تیرا اور تیرے حبیبؐ کا ذکر خیر کرتا رہوں۔ اور دنیا کو سناتا رہوں۔

خدایا! میری باتوں میں اثر دے۔ کلام میں تاثیر دے۔ یہ دلوں کو موہ لیں اور اس طرح بھائیں کہ وہ تیری محبّت کے اسیر بن جائیں۔ اور تیرے حبیبؐ کے شیفتہ ہو جائیں۔ آمین ثم آمین۔

محمد رحیم دہلوی

پڑھنے والوں اور سننے والوں سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ میرے مرحوم والدین کے لیے مغفرت کی دعا کریں کہ اللہ پاک ان کی قبروں کو نور سے بھر دے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

اور مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

محمد رحیم دہلوی

کتابیات

متن میں حسب ذیل کتابوں کے حوالے آئے ہیں۔ میں نے ان سے یہ لوازمات براہ راست یا بالواسطہ لئے پھر ان پھولوں اور شگوفوں سے اپنے اس گلدستے کو سجایا اور مہکایا ہے۔

۱۔ قرآن شریف	وحی الٰہی	(اللہ الصمد)
۲۔ صحیح بخاری	امام بخاریؒ	(محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ بن مغیرہ بن بردزبہ)
۳۔ صحیح مسلم	امام مسلمؒ	(مسلم بن حجاج قشیری)
۴۔ سنن ابوداؤد	امام ابوداؤدؒ	(ابوداؤد سلیمانؒ بن اشعث)
۵۔ جامع ترمذی	امام ترمذی	(محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک)
۶۔ سنن نسائی	امام نسائیؒ	(احمد بن شعیب بن علی بن سنان نسائی)
۷۔ سنن ابن ماجہ	امام محمد بن ماجہؒ	(محمدؒ بن یزید بن عبداللہ ماجہ)
۸۔ موطا امام مالک	امام مالکؒ	(ابوعبداللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحی مدنی)
۹۔ مسند امام ابوحنیفہ	نعمان بن ثابتؒ	(ابوحنیفہ نعمان بن ثابت فارسی کوفی)
۱۰۔ مسند امام شافعی	محمد بن ادریسؒ	(محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع)
۱۱۔ مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبلؒ	(احمد بن محمد حنبل شیبانیؒ)

۱۲۔ صحیح ابن خزیمہ	ابن خزیمہ	(ابو عبداللہ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ)
۱۳۔ صحیح ابن حبان	ابن حبان	(ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن معاذ)
۱۴۔ صحیح الحاکم (مستدرک)	امام حاکم	(محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ الحاکم ضبی طہمانی نیشاپوری)
۱۵۔ صحیح ابن سکن	سعید بن سکن	(ابو علی سعید بن عثمان بن سعید بن سکن بغدادی)
۱۶۔ سنن دارمی	عبداللہ دارمی	(عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل بن بہرام بن عبدالصمد دارمی)
۱۷۔ سنن بیہقی	بیہقی	(احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ بیہقی)
۱۸۔ سنن دار قطنی	علی بن عمر	(ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی دار قطنی)
۱۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ	عبداللہ ابن شیبہ	(عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ بن ابراہیم بن عثمان)
۲۰۔ مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق	(عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی)
۲۱۔ جامع سفیان ثوری	سفیان بن سعید	(ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری)
۲۲۔ جامع ابن عیینہ	سفیان بن عیینہ	(ابو محمد سفیان بن عیینہ بن میمون)
۲۳۔ مسند البزار	احمد بن عمرو	(ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار بصری)
۲۴۔ مسند ابو یعلیٰ	ابو یعلیٰ احمد	(ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ تمیمی موصلی)
۲۵۔ تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر	(اسمٰعیل بن عمر بن کثیر بن ضو بن ذرع یا زرع قیسی قریشی)
۲۶۔ البدایہ والنہایہ		( )
۲۷۔ مستخرج ابو نعیم	ابو نعیم احمد	(ابو نعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانی)
۲۸۔ سیرت واقدی	محمد بن عمر واقدی	(محمد بن عمر واقد الواقدی اسلمی)
۲۹۔ سیرت طبری	محمد طبری	(ابو العباس احمد بن عبداللہ بن محمد طبری)
۳۰۔ عیون الاثر	ابن سید الناس	(ابو الفتح محمد بن محمد بن محمد بن احمد بن سید الناس یعمری)

۳۱- سیرت ابن اسحاق　ابن اسحاقؒ　(محمد ابن اسحاق مدنی بن یسارؒ)

۳۲- مغازی واقدی　محمد بن عمر واقدیؒ　(محمد بن عمر واقدی اسلمی)

۳۳- مغازی موسیٰ بن عقبہ　موسیٰ بن عقبہؒ　(موسیٰ بن عقبہ بن ابی عیاش اسدی قریشی مدنیؒ)

۳۴- تاریخ بغداد خطیب　ابوبکر خطیب بغدادیؒ　(ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی)

۳۵- تاریخ دمشق و شام　ابن عساکر حافظ ابن حافظ　(علی حسن بن ہبۃ اللہ بن عبداللہ بن حسینؒ)

۳۶- الدرۃ الثمینہ فی اخبار مدینہ　ابن النجارؒ　(ابوعبداللہ محمد بن محمود بن حسن بن ہبۃ اللہ بن محاسن)

۳۷- تاریخ مکہ　ابن النجارؒ　"　"

۳۸- طبقات الکبریٰ　ابن سعد　(محمد بن سعد بن منیع (یا معن) بصری زہری سکرٹری واقدی)

۳۹- طبقات التابعین　محمد بن ادریسؒ　(ابوحاتم محمد بن ادریس بن منذر رازی حنظلی)

۴۰- مجمع الزوائد　نور الدین ہیثمیؒ　(نور الدین ابی حسن علی بن ابی بکر بن سلیمان ہیثمی) ؟

۴۱- فتح الباری　ابن حجر عسقلانیؒ　(احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد حجر کنانی عسقلانی)

۴۲- عمدۃ القاری　محمود بن احمد بن موسیٰ　(محمود بن احمد بن موسیٰ قاضی القضاۃ ابوالثناء محمود بن احمد عینی)

۴۳- کامل ابن اثیر　ابن اثیرؒ　(علی بن محمد - یا محمد بن محمد بن محمد بن عبدالکریم ابن اثیر جزری)

۴۴- تاریخ طبری　ابن جریر طبریؒ　(محمد بن جریر طبری بن یزید بن خالد)

۴۵- مواہب لدنیہ　قسطلانیؒ　(احمد بن محمد بن شہاب الدین قسطلانی مصری ثم المکی)

۴۶- کتاب الاصنام　ہشام بن محمدؒ　(ہشام بن محمد بن سائب کلبی)

۴۷- فتوح البلدان　بلاذریؒ　(ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن بلاذری)

۴۸- الفہرست　محمد بن اسحاق　(محمد بن اسحاق بن ندیم وراق)

۴۹- المسالک والممالک　ابن محمد اصطخریؒ　(ابواسحاق ابراہیم بن محمد فارسی عرب جغرافیہ داں)

۵۰۔ انساب الاشراف — بلاذری — (ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بلاذری)

۵۱۔ کتاب الاموال — عُبیدؒ — (امام ابوعُبید قاسم بن سلّام بغدادی)

۵۲۔ نور النبراس — ابراہیم بن محمدؒ — (ابراہیم بن محمد بن خلیل حلبی سبط ابن عجمی)

۵۳۔ معجم اوسط — طبرانیؒ — (سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی طبرانی)

۵۴۔ الوفا باحوال مصطفیٰ — ابن جوزیؒ — (عبدالرحمٰن بن حسن علی بن محمد بن علی ابوالفرج)

۵۵۔ سیرت ابن ہشام — ابن ہشام — (عبدالملک بن ہشام بن ایوب، حمیری بصری)

۵۶۔ طبقات الکبریٰ — ابن سعدؒ — (محمد بن سعد بن منیع (یا منیع) بصری زہری کاتب واقدی)

۵۷۔ تفسیر ابن عباسؓ — عبداللہ بن عباسؓ — (عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم قریشی)

۵۸۔ دُرِ منثور — سُیوطیؒ — (جلال الدین ابوالفضل بن ابی بکر سیوطی)

۵۹۔ تاریخ کبیر — ابن الاعرابیؒ — (ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم)

۶۰۔ کتاب الضُعفاء — محمد بن عمر عُقیلیؒ — (ابوجعفر محمد بن عمر بن موسیٰ بن حماد عقیلی)

۶۱۔ شرح مواہب — زرقانیؒ — (محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان زرقانی)

۶۲۔ مشکوٰۃ المصابیح — ولی الدین خطیبؒ — (ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب)

۶۳۔ احیاء علوم الدین — امام غزالیؒ — (محی الدین ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد بن عربی حاتمی طائی اندلسی)

۶۴۔ عیون المجالس — " — " " "

۶۵۔ استیعاب — ابن عبدالبرؒ — (یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر نمری قرطبی)

۶۶۔ مختصر فی النحو — محمد بکری — (ابوالفضل محمد بن ابوغسان بکری)

۶۷۔ مسند ابن حاتم — ابن ابو حاتمؒ — (عبدالرحمٰن بن محمد بن ادریس بن منذر بن داود بن مہران)

۶۸۔ تفسیر روح البیان — اسمٰعیل حقیؒ — (احمد بن ابراہیم اسماعیل جرجانی)

۶۹۔ مُسْنَد الصحیح	ابن حِبّانؒ	(محمد بن حبّان بن احمد بُستی بن معاذ)
۷۰۔ کتاب التفسیر	ابن مَرْدَوَیہؒ	(احمد بن محمد بن احمد بن موسیٰ بن مَرْدَویہ)
۷۱۔ الوفا باخبار دار المصطفیٰؐ	سَمہودی	(سید شریف نور الدین ابی الحسن علی بن عبداللہ بن احمد)
۷۲۔ کتاب الشفاء	قاضی عیاضؒ	(عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی عرف عالم المغرب)
۷۳۔ اِصَابہ	ابن حَجَر	(احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن حجر کنانی عسقلانی)
۷۴۔ العلم لابی خَیثمہ	ابو خَیثمہ زُہیر	(زُہیر بن حرب بن شداد حَرَانی نسائیؒ)
۷۵۔ الترغیب والترہیب	زکی الدین مُنذِری	(زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبداللہ بن سلامہ منذری)
۷۶۔ مجموع المَرام	ابن حجر عسقلانی	(احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد حجر کنانی عسقلانی)
۷۷۔ اثبات اسلام حلیمہؓ	مُغلطائیؒ	(علاء الدین مُغلطائی بن قلیچ بن عبداللہ ترکی مصری)
۷۸۔ التنبیہ والاشراف	مسعودیؒ	(ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی)
۷۹۔ مُعجم البلدان	یاقوتؒ	(یاقوت بن عبداللہ رومی حَمَوی بغدادی
۸۰۔ وفاء الوفاء	سمہودی	(نور الدین ابی حسن علی بن عبداللہ بن احمد سمہودی)
۸۱۔ مآثر الکرام	آزاد بلگرامی	(میر غلام علی بن نوح حُسینی حنفی بن سید محمد صُغرِی)
۸۲۔ تذکرۃ الحفّاظ	ذَہبی	(محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ذَہبی)
۸۳۔ صفۃ جزیرۃ العرب	ہمدانیؒ	(محمد الحسن ہمدانی)
۸۴۔ التجرید للصحاح والسُّنَن	رَزِین	(رَزین ابن معاویہ عَبدری سَرقسطی اندلسی)
۸۵۔ مصابیح	حسین بَغَوی	(ابو محمد حُسین بن فرّاء بَغَوی)
۸۶۔ جذب القلوب	عبد الحق محدث دہلوی	(عبد الحق بن سیف الدین بن سعد الدین بن فیروز بن ملک موسیٰ)
۸۷۔ اخبار الاخیار	"	(" " " "

۸۸۔ مدارج النبوت		
۸۹۔ معارج النبوت	معین واعظ	(معین واعظ کاشفی ہروی ایرانی)
۹۰۔ زاد السعید	مولانا اشرف علیؒ	(مولانا اشرف علی تھانوی بن عبدالحق فاروقیؒ)
۹۱۔ جزیرۃ العرب	اصمعیؒ	(عبدالملک اصمعی بن قریب بن عبدالملک بن اصمع بن مظہر)
۹۲۔ شرح صحیح مسلم	نوویؒ	(محی الدین یحییٰ بن شرف نووی)
۹۳۔ سفر نامہ ابن جبیرؒ	محمد جبیرؒ	(محمد بن احمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد کنانی)
۹۴۔ سفر نامہ ابن بطوطہ	ابن بطوطہ	(محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابراہیم لواتی طنجی مراکشی)
۹۵۔ مسند ابن راہویہ	ابن راہویہ	(ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر)
۹۶۔ جزیرۃ العرب	محمد رابع ندوی	(محمد رابع حسنی ندوی۔ استاذ ادب دارالعلوم ندوۃ العلماء)
۹۷۔ اتحاد جزیرۃ العرب	محمد المانع	(محمد المانع نجدی مترجم سلطان سعود بن عبدالعزیز)
۹۸۔ زاد المعاد	ابن قیم	(ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد زرعی)
۹۹۔ عقد الفرید	ابن عبدربہ	(احمد بن محمد ابن عبدربہ بن حبیب بن حدیر بن سالم)
۱۰۰۔ اسد الغابہ	ابن اثیرؒ	(علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی)
۱۰۱۔ سیرت سید عالم ﷺ	سید ابوالاعلیٰ مودودی	(بانی جماعت اسلامی)
۱۰۲۔ رسالہ مستطرفہ	محمد جعفر کتانیؒ	(محمد بن جعفر بن ادریس بن طائع کتانی)
۱۰۳۔ تاجدار دو عالم کے والدین	محمد رحیم دہلوی	(محمد رحیم ولد حافظ عبدالحکیم ولد عبدالحمید ولد قاری احمد علی دہلوی) [1]

---

[1] ۔ محمد رحیم دہلوی کے پردادا قاری احمد علی دہلویؒ اور ان کے بھائی قاری عبدالرحیم دہلوی کے حالات کے لئے دیکھئے سرسید احمد دہلوی کی آثار الصنادید۔ اس کا پہلا ایڈیشن غدر دہلی (انقلاب ۱۸۵۷ء) سے دس برس پہلے ۱۸۴۷ء میں چھپا تھا۔ اس میں سرسید نے دہلی کے مشاہیر کے حالات بھی لکھے ان میں دونوں بھائیوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ۱۹۵۰ء میں مولوی عبدالحق انجمن ترقی اردو نے دہلی کے ان مشاہیر کے حالات کو آثار الصنادید سے الگ کتابی صورت میں شائع کیا۔

کتابیات کی مزید تفصیل کے لیے اگلا صفحہ دیکھئے

١٠٤۔ سوانح عبد المطلب	محمد رحیم دہلوی	(محمد رحیم ولد حافظ عبد الحکیم ولد عبد الحمید ولد قاری احمد علی دہلوی)
١٠٥۔ فقہ تابعین	قرطبیؒ	(محمد بن عبد الملک بن ایمن بن خریج قرطبی)
١٠٦۔ تمدن عرب	ڈاکٹر گستاؤلی بان	(ترجمہ سید علی بلگرامی ولد سید زین الدین ولد کرم حسین خان ولد صغری)
١٠٧۔ ہسٹری آف عربز	ہتیؔ	(پروفیسر فلپ ہتی)
١٠٨۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	گیور گیو	(کونسٹن ورژیل گیور گیو رومانیہ)
١٠٩۔ اسپرٹ آف اسلام	سید امیر علی	(رائٹ آنریبل سید امیر علی رکن قانونی کمیٹی پریوی کونسل لندن)
١١٠۔ میسنجر	باڈلے	(لیفٹیننٹ آر وی باڈلے فرانسیسی)
١١١۔ کتاب الترقیص	عبد اللہ محمدؒ	(عبد اللہ محمد بن ازدی)
١١٢۔ رسول اللہ کی سیاسی زندگی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	(ڈاکٹر محمد حمید اللہ پی ایچ ڈی مقیم پیرس)
١١٣۔ عہد نبوی میں نظام حکمرانی	"	(" " " ")
١١٤۔ بلوغ الارب	محمود شکری آلوسیؒ	(محمود شکری بن عبد اللہ بن محمود کبیر بن عبد اللہ حسینی آلوسی)
١١٥۔ کاروانِ مدینہ	ابو الحسن ندوی	(سید ابو الحسن ندوی رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)
١١٦۔ سیرت النبیؐ	شبلی نعمانیؒ	(محمد شبلی نعمانی بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ سراج الدین نو مسلم سابق شوراج سنگھ)
١١٧۔ الفاروقؓ	"	" " " " "
١١٨۔ سیرت المصطفےٰ	محمد ادریس کاندھلویؒ	(مولانا محمد ادریس کاندھلوی)
١١٩۔ السنن للطبرانی	طبرانی	(سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی طبرانی)
١٢٠۔ سیر الصحابیات	سعید احمد انصاری	(سعید احمد انصاری اکبر آبادی)
١٢١۔ رسول رحمت	غلام رسول مہرؒ	(بانی اخبار انقلاب لاہور)
١٢٢۔ الہلال	ابو الکلام آزادؒ	(مولانا ابو الکلام محی الدین احمد آزاد ولد خیر الدین دہلوی)

۱۲۳۔ مُردوں کی مسیحائی عبدالماجد دریابادی (مولانا عبدالماجد بن ؟ بن مفتی محمد مظہر کریم اسیر انڈمان)

۱۲۴۔ کتاب الاغانی علی بن حسین اصفہانی (ابوالفرج علی بن حسین بن محمد اصبہانی کاتب)

۱۲۵۔ فضائل کبریٰ سیوطیؒ جلال الدین ابوالفضل بن ابی بکر سیوطی)

۱۲۶۔ اعلان بالتوبیخ سخاویؒ (محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن ابی بکر بن عثمان بن محمد سخاوی)

۱۲۷۔ کتاب المقدسی محمد بن عبدالواحد (ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد بن عبدالرحمن سعدی مقدسی)

۱۲۸۔ المنجد ۱۲۹۔ مصباح اللغات ۱۳۰۔ بیان اللسان ۱۳۱۔ تاج العروس ۱۳۲۔ قاموس فیروز آبادی ۱۳۳۔ فرہنگ آصفیہ ۱۳۴۔ نور اللغات ۱۳۵۔ القاموس الفرید ۱۳۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ کی مختلف جلدیں ۱۳۷۔ قرآن نمبر سیارہ ڈائجسٹ۔

معذرت

اس فہرست میں دو تین کتابیں ایسی ہیں، جن کا ذکر مکرر آگیا ہے۔ وقت کی تنگی اور اشاعت کی جلدی کے سبب کانٹ چھانٹ نہیں کی جاسکی۔

اور دو تین کتابیں ایسی ہیں۔ جن کے نام شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔

کتبِ حدیث کا حسن و جمال

یہاں حدیث شریف کی جن بہت سی کتابوں کے حوالے آئے ہیں۔ ان میں صحیح جامع، سُنن اور مسند وغیرہ وغیرہ بہت سی قسمیں بیان ہوئی ہیں۔ ان ناموں کا مفہوم ملاحظہ فرمائیے :۔

صحیح ۔ حدیث کی وہ کتابیں۔ جن میں صحت اور درستی کی شرط کو لازمی قرار دیا گیا اور صرف صحیح حدیثیں ہی جمع کی گئی ہوں ان کے ہر راوی کی یادداشت بہت اچھی ہو اور سند میں وہم یا غلطی نہ پائی جائے۔

مستخرج ۔ وہ تالیف جو حدیثوں کی پچھلی کتابوں سے ماخوذ ہو یعنی سابقہ کتابوں سے حدیثیں اخذ کی جائیں۔

سُنن ۔ وہ کتابیں جو فقہی عنوانات پر ترتیب دی گئی ہوں۔ اور ان میں کوئی موقوف حدیث بیان نہ کی جائے کیونکہ موقوف حدیث کو سُنّت نہیں کہا جاتا۔

کتب السنۃ ۔ وہ کتابیں جن میں سُنّت نبویؐ کی پیروی کی ترغیب دی گئی ہو اور نئی نئی بدعتیں جو ایجاد ہوتی ہیں ان سے منع کیا گیا ہو۔

مصنف ۔ وہ کتابیں جن کا سُنن سے کسی نہ کسی طرح کا تعلق ہو۔

جامع ۔ وہ کتابیں جن کا سُنن سے کسی نہ کسی طرح کا تعلق ہو ان میں سے بعض کو مصنف اور بعض کو جامع کہا جاتا ہے۔ اور جامع اس کتاب کو بھی کہتے ہیں جس میں حدیث کی تمام قسمیں جمع کی گئی ہوں جیسے عقیدے، حکم احکام زہد و تقویٰ، تفسیر، تاریخ، سیرت وغیرہ وغیرہ۔

کتب المفردہ ۔ وہ کتابیں جو خاص خاص عنوانات پر ترتیب دی گئی ہوں ۔

مُسنَد ۔ وہ کتابیں جن میں ہر صحابی کی روایتوں کو الگ الگ ترتیب دیا ہو۔ یا پھر ابواب، حروف یا کلمات کی ترتیب سے مرتب کی گئی ہوں ۔

تفسیر ۔ وہ علم ہے جس کی مدد سے قرآن شریف کے مشکل الفاظ کے معنی اور مفہوم کو واضح طور پر ذہن نشین کر دیا جائے ۔

شرح ۔ وہ کتابیں جن میں مطلب کو کھول کر بیان کیا ہو۔ تشریح کر کے سمجھایا ہو۔

حدیث قدسی ۔ اس حدیث کو کہتے ہیں جو اللہ پاک کے کلام سے نسبت رکھتی ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے ۔

سیرتِ نبویؐ ۔ حدیث کی وہ کتابیں جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے حالات بیان ہوئے ہوں ۔

مُعاجم ۔ ان کتابوں کو مُعجم کہا جاتا ہے جس میں حدیثوں کو صحابیوں یا شہروں کی ترتیب سے ذکر کیا جائے اور یہ تالیفات عموماً حروف تہجی کی ترتیب سے مرتب کی کی جاتی ہیں ۔

طبقات ۔ وہ کتابیں جن میں صحابیوں، محدثوں، مفسروں، تابعین، تبع تابعین وغیرہ کا ذکر مؤلف کے زمانے تک زمانے کی ترتیب کے ساتھ کیا گیا ہو ۔

اِمالی ۔ اِملا کی جمع ہے بالکل شروع کے محدثین کا طریقہ یہ تھا کہ محدث اپنی مجلس میں حدیثیں بیان کرتے اور لکھواتے تھے۔ پھر جب حدیثوں کے حافظ ختم ہو گئے تو اِملا کی مجلسیں بھی کم ہو گئیں۔ ان کتابوں کو اَلاِمالی کہتے ہیں۔

عوالی - عالیہ کی جمع ہے یعنی وہ حدیثیں جن کی اِسناد اعلیٰ ہوں اور ثقہ راویوں نے بیان کی ہوں۔ اس نوعیت کی کتابیں بہت ہیں۔

ان کے علاوہ حدیث شریف کی کتابوں کی اور بھی کئی قسمیں ہیں۔

محمد رحیم دہلوی

یہ کتاب کافی تاخیر سے شائع ہو رہی ہے ہوا یہ کہ ۱۹۸۵ء میں اس کی کتابت ہو چکی تھی اور یہ پریس جانے کے لیے تیار تھی۔ لیکن بدقسمتی سے کتابت شدہ وہ مسودہ گم ہو گیا۔ لاکھ ڈھونڈھا نہ پایا۔ مگر شکر یہ ہے کہ تلاش کے بعد میرے ہاتھ کا لکھا ہوا اصل مسودہ مل گیا۔ اس سے دوبارہ کتابت کرائی۔ اور اب یہ نذرِ ناظرین ہے۔

محمد رحیم دہلوی

اگلی کتاب "ننھے حضورؐ کا بچپن" ہے اور یہ زیرِ ترتیب ہے عمر نے وفا کی اور اللہ نے توفیق دی۔ تو یہ جلد پیش خدمت ہو گی۔ محمد رحیم دہلوی

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔

کتاب کے کارنامے

بزرجمہر کہتا ہے کہ کتابیں ایسی سیپیاں ہیں جن میں سے خوش خصالی اور دانش وری کے موتی نکلتے ہیں۔

ایک اور شخص کہتا ہے کہ علوم بکھرے ہوئے موتی ہیں کتابوں کو ان کی ڈوری بناؤ تو یہ ہار بن جائے گا۔

مضامین اور اشعار حافظے سے بھاگ جاتے ہیں۔ کتابوں کو ان کی لگام قرار دے لو تو یہ رُکے رہیں گے۔

کلثوم بن عمرو عتابی کہتا ہے کہ:۔

کتابیں ہماری دوست ہیں۔ ہم ان کی باتوں سے کبھی نہیں اکتاتے یہ حاضر وغائب ہر حال میں امانت دار اور قابل اعتماد ہیں۔

وہ ہمیں گزرے ہوئے زمانے کا علم عطا کرتی ہیں۔ مشورے دیتی ہیں ادب آداب سکھاتی ہیں۔ اور اچھی رائے دے کر فائدہ پہنچاتی ہیں۔

ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ان سے الزام تراشی کا خوف ہے اس لئے ہمیں ان سے اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو زخمی ہونے سے بچانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اگر میں یہ کہوں کہ یہ جیتے جاگتے دوست ہیں تو اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے اور اگر یہ کہوں کہ وہ مُردہ ہیں تو یہ بھی کوئی غلط نہیں ہے۔

ابوعلی احمد بن اسمٰعیل بن خصیب نطاحہ انباری ایک شاعر اور ادیب

گوراہے کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ فن بلاغت میں اسے کمال حاصل تھا۔ وہ کہتا ہے کہ کتاب وہ دوست ہے جو رات کی تنہائیوں میں تمہارے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرتی ہے تم کسی کام میں مشغول ہو تو تم سے بات چیت نہیں کرتی نہ خوشی کے لمحوں میں تم کو اپنی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دیتی ہے اور نہ تمہیں اپنی وجہ سے بننے سنورنے کی زحمت دیتی ہے۔ وہ ایسی ہم نشین ہے جو بڑھا چڑھا کر تمہاری تعریف و توصیف کرتی ہے وہ ایسی دوست ہے جو دھوکہ نہیں دیتی۔ ایسی ساتھی ہے جو تمہیں اکتاہٹ میں نہیں ڈالتی اور ایسی ناصح ہے جو تمہیں غلطیوں سے ڈگمگانے نہیں دیتی۔

سری بن احمد کندی موصل کا رہنے والا تھا۔ یہ بحد شیریں بیان شاعر ہے اس کے کہے ہوئے شعر اتنے ہیں کہ تین سو ورقوں میں سمائے ہیں۔ اس کے مرنے کے بعد بعض ادیبوں نے ان اشعار کو حروف ابجد کی ترتیب سے مرتب کیا۔ اس نے کتاب کی یوں تعریف کی ہے۔

کتاب کی سیاہی مضامین کی سفیدی کو اس طرح ظاہر کرتی ہے جس طرح گزری ہوئی رات کی سیاہی سے صبح کی سفیدی ظاہر ہوتی ہے۔

میں نے بظاہر تمہارے پاس گونگے دوست کو بھیجا ہے مگر یہ آنکھوں ہی آنکھوں میں دل کے بھید بتا دیتا ہے

جب تک اس کے چہرے پر نقاب رہتی ہے یہ چپ چاپ رہتی ہے مگر جب نقاب الٹتی ہے تو عقل و دانش بے بھاگ جگا دیتی ہے۔

یہ رنگ برنگی خبریں سناتی ہے جن کو سننے کی چاہت میں صبح شام ٹھٹ کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں۔

لوگوں کو اس کی ملاقات سے راحت، اور خوشی ہوتی ہے اور تکلیفوں اور مصیبتوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

کسی اور خوشی کو اس کے برابر نہ سمجھو۔ جو کچھ تم چاہتے ہو وہ سب کچھ اس کے دامن میں موجود ہے۔

اللہ ان دوستوں کا مددگار ہو۔ انہوں نے مجھے عزت دی۔ میں نے ان کے وصل و وفا سے بہت کچھ دولت پائی ہے۔

وہ نطق و گویائی سے کام لیتی ہیں۔ بولتی ہیں بات چیت کرتی ہیں۔ مگر ان کی زبانیں دکھائی نہیں دیتیں اور وہ سینوں میں چھپے ہوئے رازوں کو ڈھونڈھ نکالنے میں ماہر ہیں۔

اگر میں عرب و عجم کے علم و دانش کو ڈھونڈنا چاہوں تو یہ مجھے اُن علم و فن سے آگاہ کر دیں گی اور اس طرح بتادیں گی جیسے میں خود اسی زمانے میں موجود ہوں حالانکہ انہیں گزرے ہوئے کئی قرن بیت چکے ہیں۔

یہ وہ خطیب ہیں، مقرر ہیں کہ میں ان کی باتیں سننی چاہوں تو یہ میری ہتھیلیوں پر آ بیٹھیں گی اور اس طرح گویا ان کے لئے میرا ہاتھ منبر بن جائیں گے۔

میں نے ان کے ذریعے بہت سے لوگوں کو آزمایا۔ بلاشبہ ہر شخص کی عقل کا اندازہ ان کے دیئے ہوئے علم سے ہو جاتا ہے۔

میں نے بہت سے بد ذوق اور اکتا دینے والے ہم نشینوں کو ان کی مدد سے شکست دی ہے حالانکہ بڑے سے بڑا لشکر بھی انہیں نہیں ہرا سکتا تھا۔

(الفہرست)

مُرتبہ۔ محمد رحیم دہلوی

صاحبِ خُلقِ عظیم و صاحبِ لُطفِ عمیم
صاحبِ حق، صاحبِ شقّ القمر خیر البشر
خدمتِ اقدس میں یہ نذرِ عقیدت ہو قبول
کہ اسخن ور اور کیا عرضِ ہنر خیر البشر

محمد رحیم دہلوی

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں ان کے دامن کے لیئے

نورِ مکرم نورِ مجسم نورِ مقدم نور خدا حضرت رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سننا سُنانا اور دُور دُور تک پھیلانا پہنچانا تبلیغ ہے اور تبلیغ بہت بڑا ثواب ہے۔ اس لیے اس کتاب کے جملہ حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ اللہ جس کو توفیق دے وہ اس کو پڑھے، سُنے، سُنائے اور جس زبان میں چاہے چھاپے اور چھپوائے اور لوگوں تک پہنچائے۔ ادارہ کی طرف سے عام اجازت ہے۔

اس کتاب کے شروع مضمون کے کچھ حصے سیارہ ڈائجسٹ لاہور کے جولائی اگست ۱۹۸۴ء کے شمارے میں شائع ہوئے۔ پھر اُسی حصے کو صدیقی ٹرسٹ کراچی نے کتابچہ کی شکل میں شائع کیا۔ اور اس کے کچھ عرصہ بعد ماہنامہ پندرہویں صدی کراچی نے دو شماروں میں وہ حصہ شائع کیا۔ جو حلیمہ دائی کی بستی کے بارے میں ہے۔ ان سب کے شکریہ کے ساتھ اب یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔

(ادارہ)